اردو ترجمہ

سیر المتاخرین

از بابر تا جہانگیر

از

پروفیسر عبدالباقی عباسی

پروفیسر جسونت کالج جودھپور ممبر آف دی بورڈ آف سٹڈیز (ان عربک اینڈ پرشین) آف دی آگرہ یونیورسٹی

مطبوعہ

تاج بک ڈپو رجسٹرڈ

مالک

...راحمد تاجر کتب کشمیری بازار لاہور

ترجمہ

سیر المتاخرین

ذکر سلطنت ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ سرچشمہ سلاطین چغتائی ہندوستان

اور اسکے آباؤ اجداد کا مختصر حال

صفحہ ۱

ظہیر الدین محمد بابر شاہ بن عمر شیخ میرزا بن سلطان ابو سعید میرزا بن سلطان محمد میرزا بن جلال الدین میران شاہ میرزا بن صاحبقران امیر تیمور گورگان۔

منتظران احوال و اخبار سلاطین اور متوسلان آثار ہدایت و نشانات خواقین پر مخفی اور پوشیدہ نہ رہے کہ چونکہ قضا و قدر کے کارکنوں نے اکثر اقلیم کی سلطنت صاحبقران امیر تیمور گورگانی کے وجود مسعود میں سپرد کی تھی۔ اسلئے دودھ پینے ہی کے زمانہ میں سرداری و سروری کے انوار اسکے اقبال و استقبال کی پیشانی سے واضح تھے۔ بیت۔ اور رعیت پروری اسکے آثار و افعال سے ظاہر تھی۔ جس وقت سن تمیز کو پہنچا اسکی حرکات و سکنات سے سلطنت اور جہانداری کے آثار ٹپکتے تھے اور اسکی گفتار و کردار کے راستوں سے جہانبانی کی روشنی چمکتی تھی۔ اگر اپنے ہم عمروں اور ہمسروں کے ساتھ کھیلتا تھا تو حکمرانی اور فرمانروائی کے قصوں کے سوا بیان نہیں کرتا تھا اور سواری سیر و شکار میں بھی لشکر کشی اور صف آرائی مد نظر ہوتی تھی۔ بیت۔ اگر اسکے دماغ میں کھیل کا بھی ارادہ ہوتا تھا تو اسکی گفتگو تاج و تخت کے ہی متعلق ہوتی تھی۔ الغرض شیریں خان والی توران کی خدمت میں جو چنگیز خان کی نسل سے تھا۔ اور اسکا ہمدم اور ہم جلیس تھا بسر کرتا تھا اور ذاتی شجاعت اور فطری دلاوری کی وجہ سے روز بروز رتبۂ عالی پر ترقی کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ اسکی عزت کا مرتبہ تمام امرا سے بلند ہو گیا اور امیر الامرائی کے درجہ پر پہنچ گیا۔ اس کا باپ امیر طراغان امیری ترک کر کے گوشۂ قناعت میں رب الارباب کی یاد میں مشغول تھا۔ جب وہ صاحبقران پچیسویں برس میں تھا۔ جب باپ کی رحلت کو گیارہ سال گزر گئے تو ۷۷۱ھ ہجری میں بخت بیدار کی مدد سے

قیریں خان والی آوران کی وفات کے بعد تک بلخ میں سریر فرماندہی اور تخت سعادت جہانبانی پر جلوس فرما کر اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔

صفحہ ۲ :۔ اور سمرقند کو دارالسلطنت قرار دیکر عالمگیری اور گیتی کشائی کا جھنڈا بلند کیا اور ممالک ستانی اور جہاں آرائی کے نقارہ کو زور سے بجایا۔ تھوڑی سی مدت میں ملک ماوراءالنہر و خوارزم و ترکستان و خراسان و عراقین و آذربائیجان و فارس و مازندران و کرمان و دیار بکر و خوزستان و مصر و شام و روم و کابلستان و زابلستان و گرجستان و ہندوستان نیز اور ملک فتح کر کے اکثر ممالک کو اپنے دائرہ تسخیر میں لے آیا اور منبروں کے سر اور دیناروں کے چہرے اپنے مشہور نام سے مزین کئے اور روئے زمین کے حکمرانوں کو اپنا فرمان پذیر کر لیا۔

نظم

(۱) اس نے قاف سے قاف تک (یعنی دُنیا کے اس سرے سے اس سرے تک) ملک فتح کر لیا اور چاروں طرف کے ظالم مر گئے۔

(۲) دنیا میں کوئی ایسا تاجدار نہیں بچا جو اسکے سامنے آنکھوں سے نہ چلا ہو۔

(۳) جو تاجدار سرکش اور بیباک ہوتا تھا وہ اسکے سر کو تاج اتار کر خاک میں پھینک دیتا تھا۔

(۴) اس نے کمینوں سے ہر ملک کو صاف کر دیا اور باغ جہاں میں کوئی کانٹا نہیں چھوڑا

پینتیس ۳۵ سال تک نہایت استقلال کے ساتھ سلطنت کر کے ۸۰۷ھ ہجری میں اطرار کے مقام پر جو سمرقند سے ستر فرسخ کے فاصلے پر ہے جہاں وہ خطا کے فتح میں متوجہ تھا اکھتر سال کی عمر میں سخت بیمار ہو کر مر گیا۔

نظم

(۱) سلطان تیمور جسکی مانند کوئی بادشاہ نہیں ہوا ۷۳۶ھ ہجری میں پیدا ہوا تھا۔

(۲) ۷۷۱ھ ہجری میں تخت پر بیٹھا اور ۸۰۷ھ میں دنیا کو خیرباد کہہ گیا۔

جلال الدین بن میراں شاہ میرزا صاحبقران کا تیسرا بیٹا عراقین و آذربائیجان اور دیار بکر کا حاکم تھا۔ ۸۱۰ھ میں قرا یوسف ترکمان نے حوالی تبریز میں جنگ کی اور اسکے میدان میں مارا گیا۔ سلطان محمد میرزا بن جلال الدین میراں شاہ میرزا اپنے بڑے بھائی خلیل سلطان میرزا کی خدمت میں جو اس جگہ کا حاکم تھا کمانڈر اور سردار کی حیثیت میں بسر کرتا تھا۔ وہ طبعی موت سے مر گیا۔ سلطان ابو سعید میرزا ولد سلطان محمد میرزا پچیس برس کی عمر میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔ اٹھارہ سال تک ترکستان و ماوراءالنہر و بدخشاں و کابل و غزنین اور قندھار اور بعض ہندوستان کے حصوں پر حکومت کی اور آخر عمر میں عراق بھی لے لیا۔ ۸۷۳ھ میں ایک اتفاق پیش آ جانے کی وجہ سے اوزون حسن ولد قرا یوسف خان حاکم آذربائیجان کے پاس قید ہو گیا۔ یادگار میرزا شاہ

رخ میرزا کے پوتے نے جو اس کا نوکر تھا اسکو قتل کر دیا۔ ابوسعید میرزا کا چوتھا بیٹا عمر شیخ میرزا فرغانہ اور ولائت اور کسند اور نخشب کا حاکم تھا خطۂ اندجان میں جو فرغانہ کا پایۂ تخت ہے پُل ٹوٹ جانے کی وجہ سے۔

(۳) جس پر عمارات سلطانی قائم تھیں ۸۹۲ھ میں ۳۹ سال کی عمر میں ملک آخرت کو چلا گیا۔ الغ بیگ میرزا بھی عمر شیخ میرزا خلف ابوسعید میرزا کا بھائی ہے۔ علوم نجوم میں کمال مہارت رکھتا تھا۔ اس نے رصد بنانے کی ہمت کی اور انجام کو پہنچائی۔ چنانچہ اس زمانہ کے اکثر نجومی اپنی جنتریاں اسی سے بناتے ہیں مگر بعض لوگ جو کہ راجہ جے سنگھ سوائی کی رسد سے جو میرزا خیر اللہ بیگ مہندس کی سعی و اہتمام سے ہندوستان میں بنی ہے اور زیچ جدید سعید محمد شاہی کے نام سے مشہور ہے واقف ہو گئے ہیں وہ الغ بیگ کی رصد کی طرف متوجہ نہیں۔ عمر شیخ میرزا کے انتقال کے بعد اسکے بڑے بھائی سلطان احمد میرزا نے جو سمرقند کا حاکم تھا اندجان پر لشکر کشی کر کے ایک مدت تک محاصرہ کیا۔ خدا کی مرضی سے سردی کا لشکر اس کے لشکریوں پر غالب آیا اکثر آدمی اور چار پائے تلف ہو گئے۔ اس وجہ سے یہاں سے ناکام و نامراد لوٹ گیا۔ ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ بن عمر شیخ میرزا بارہ سال کی عمر میں ۸۹۹ھ میں اندجان میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور گیارہ برس تک ماوراء النہر میں سلاطین چغتائیہ و اوزبک کے ساتھ سخت لڑائیاں لڑ کر تین مرتبہ اپنے چچا سلطان احمد میرزا پر غالب آکر فتح پائی۔ چونکہ خدا کی مرضی اس میں تھی کہ ملک ہندوستان اقبال بابری کے پرتو سے روشنی حاصل کرے بابر بادشاہ کے تسلط کا نقش ممالک توران میں ٹھیک بیٹھا۔ ناچار سمرقند سے لوٹ کر چند لوگوں کے ساتھ بدخشاں میں پہنچا اور خسرو شاہ سے جنگ کر کے فتح پائی اور وہاں سے کابل آکر محمد مقیم ولد ذوالنون ارغون سے (جو بابر بادشاہ کے چچازاد بھائی عبدالرزاق میرزا ابن الغ میرزا ابن سلطان ابوسعید میرزا پر فتح پاکر کابل پر قابض ہو گیا تھا) سلطنت نکالی اور محمد مقیم شکست کھا کر کابل سے اپنے چھوٹے بھائی شاہ بیگ کے پاس جو قندھار کا حاکم تھا چلا گیا اور بابر استقلال پاکر مسند آرائے کابل و بدخشاں ہو کر زندگی گذارنے لگا۔ صاحبقران امیر تیمور گورگانی کی اولاد کو اس سے پہلے میرزا کہتے تھے۔ بابر کے زمانے سے بادشاہی کا لقب اس سلسلہ میں جاری ہو گیا۔ کابل کا موسم بہار جنت و سرور میں گزرا اور اس خطہ دلکشا کی آب و ہوا اسکے مزاج کو موافق آئی۔ میوہ جات اور پانی خوشگوار معلوم ہوا۔ کابل ایک بڑا شہر ہے۔ جس کے بازار ملک ایران کے طریقہ پر پٹے ہوئے ہیں۔ آب و ہوا عمدہ۔ باوجود سخت سردی کے وہاں کا برف کاٹنے والا نہیں سنے اور میوہ جات اور پھل کثرت سے ہیں اور بہار پسندیدہ۔ بابر بادشاہ کے دوران قیام میں ۹۱۱ھ میں کابل میں بڑا سخت زلزلہ آیا۔ قلعہ کی فصیلیں اور بادشاہ کے اکثر محل قلعہ کے اوپر اور شہر کی عمارتیں شدت زلزلہ سے گر

پڑیں اور بعض جگہ مکانات بالکل گر گئے اور ایک دن میں اتنالیس مرتبہ زلزلہ آیا اور اکثر جانداروں اور آدمیوں کی عمر کی بنیاد گر پڑی (یعنی مر گئے) اور ایک مہینے تک دن رات میں ایک مرتبہ زمین لرزتی رہی اور بعض جگہ زمین کا ٹکڑا جس کی چوڑائی ایک گز اور طول ساٹھ گز تھا پھٹ کر ایک تیر کے فاصلہ کی برابر دھس گیا اور وہاں چشمہ نکل آیا۔

صفحہ ۴ :۔ اور ایک جگہ چھ فرسخ زمین اس طرح پھٹی کہ اس کے بعض اطراف ہاتھی کے قد کے برابر بلند ہو گئے تھے اور زلزلہ کے شروع میں پہاڑوں سے ایسی آندھی آئی کہ قیامت کے آثار معلوم ہونے لگے۔ اسی سال ہندوستان میں بھی سخت زلزلہ آیا مختصر یہ کہ بابر کابل میں تھا کہ خاقان سلیمان شان شاہ اسمٰعیل صفوی محمد خان شیبانی کی گوشمالی کیلئے جو شیبک خان کے نام سے مشہور تھا مملکت خراسان کی رونق بڑھانے والا ہوا۔ اور شیبک خان کو جو بہت ڈینگیں مارتا تھا بہت سی فوج کے ساتھ تیغ آبدار ذوالفقار آثار کا لقمہ بنا کر خراسان کو ممالک محروسہ میں شامل کر لیا۔ بابر میرزا اس بے مثل بادشاہ کے دامن دولت کو پکڑ کر فوج ظفر موج کی امداد سے قوی پشت ہو گیا اور بلخ و بخارا کی تسخیر کے لئے کمر ہمت باندھ کر ان کو فتح کر لیا اور سلطان مرتضوی نسب کے رعب و سطوت کی وجہ سے بخارا میں خطبہ امامیہ پڑھا گیا لیکن قزلباشوں کی فوج کے سردار امیر نجم اور بابر بادشاہ میں نفاق ہو جانے کی وجہ سے کچھ عرصہ بعد ایک لڑائی میں جو الیان توران میں ہوئی امیر نجم نے جنگ میں بے پروائی کی اور بابر بادشاہ کی فوج کو شکست ہوئی۔ امیر نجم میدان جنگ میں مارا گیا اور بابر کو بخارا میں قدم جمانے کی قوت نہ رہی ناچار لوٹ کر بدخشان اور کابل اور کچھ بلخ کے ممالک پر قناعت کی۔ جب کچھ دنوں بعد فوج آراستہ کر کے جمعیت بہم پہنچائی تو ہندوستان کے حالات میں گڑبڑی سن کر اسکے آزاد کرانے کا ارادہ کیا۔ پادشاہ مصطفوی نژاد سے اجازت لینے کے بعد اور اس سلاطین کی سجدہ گاہ بارگاہ سے اجازت مل جانے پر کابل سے دھاوے کا ارادہ کر کے پہلی مرتبہ سنہ ۹۱۳ھ میں بزیلہ تک جو کہ ملتان کے اضلاع میں سے ہے اور دوسری مرتبہ سنہ ۹۱۴ھ کابل کے قریب ترین راستے سے نواحی اول عرف لمغان تک تیسری مرتبہ سنہ ۹۲۵ھ میں بھیرہ پنجاب تک۔ چوتھی مرتبہ سنہ ۹۳۰ھ میں لاہور اور دیپال پور تک۔ اور پانچویں مرتبہ سنہ ۹۳۲ھ میں جب ابراہیم لودی کے ظلم اور بد سلوکی سے اکثر امرا نے برگشتہ ہو کر بلاد ہند کے اطراف میں فتنہ و فساد کا جھنڈا بلند کیا اور سلطان ابراہیم کے کچھ نوکروں نے بغاوت کی دولت خان لودی نے لاہور سے کابل پہنچ کر دہلی کو کوچ کرنے کی ترغیب دی۔ بابر بادشاہ نے ہندوستان کا ارادہ کر کے بعض امرا کو اپنے آپ سے پہلے لاہور اور اس ملک کے اطراف میں بھیج دیا۔ اور خود اپنے اقبال اور خوش نصیبی کے رہنما کے ساتھ کوچ کر کے دریائے سندھ کے کنارے پہنچا۔ لشکر کا جائزہ لینے کے بعد سوار اور پیادوں کی تعداد و سپاہی اور سوداگر اور اکابر و مسافر ملا کر دس ہزار کو پہنچی۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ دولت خان اور غازی عہد و پیمان سے پھر کر چالیس ہزار سوار اور پیادہ جمع کر کے کلانور پر قابض ہو گئے اور امرائے پادشاہی کے ساتھ

جو پہلے سے لاہور میں پہنچ گئے ہیں لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور بادشاہ کے آدمیوں سے سیالکوٹ بھی چھین لیا ہے۔ بابر نے یہ خبر سنتے ہی جلدی سے متوجہ ہوکر دریائے چناب کے کنارے قصبہ بہلولپور کے حوالی میں نزول اجلال فرمایا **صفحہ ۵** اور حکم دیا کہ سیالکوٹ کو ویران کر کے وہاں کے باشندوں کو بہلولپور میں آباد کریں۔ اور وہاں سے آگے کو بڑھا۔ مشیت ازلی کے موافق اس سے چند روز پہلے عالم خان اور دوسرے امیروں نے سلطان ابراہیم لودی سے منحرف ہوکر مخالفت کا جھنڈا بلند کیا اور تقریباً چالیس ہزار سوار فراہم کر کے سلطان ابراہیم سے جنگ کرنے کے لئے سلطان پر چڑھائی کرنے کے لئے دہلی کی طرف گئے۔ جب سلطان ان کے مقابلہ کے لئے نکلا تو میدان جنگ میں فایدہ نہ دیکھ کر شبخون مارا۔ اور دوسرے دن میدان میں سخت لڑائی لڑکر شکست کھا گئے اور سہرند میں پہنچ کر بابر بادشاہ کے جھنڈوں کے اترنے کی خبر پائی۔ یہ خبر سنتے ہی خوش ہوکر اسکی ملازمت حاصل کرنے کو غنیمت سمجھا۔ اس آستانہ پر پہنچ کر مورد الطاف بیکراں ہوئے۔ بابر بادشاہ سیالکوٹ سے آگے کی طرف متوجہ ہوا اور پرسرور کے راستہ سے کلانور پہنچا۔ وہاں سے کوچ کر کے قلعہ ملوت کو مسخر کیا۔ دولت خان جو اپنے وعدہ سے پھر گیا تھا شرم کی وجہ سے حضور میں نہیں آتا تھا۔ جب نادم ہوکر پہنچا تو خیرخواہوں کی صلاح کے موافق دولت خان اپنے رفیقوں کے ساتھ قلعہ ملوت میں محبوس ہوا اور اسی قید خانہ میں اسکی روح قفس بدن سے پرواز کر گئی اور بابر بادشاہ انبالہ پہنچا اور شاہزادہ ہمایوں میرزا کو حصار فیروزہ کی تسخیر کے لئے رخصت کیا۔ شہزادہ اس نواح کو مسخر کر کے ملازمت میں پہنچا اور اس خدمت کے صلہ میں قلعہ فیروزہ اور ایک کروڑ نقد سکے شاہزادے کو مرحمت ہوئے۔ انبالہ کی منزل میں خبر پہنچی کہ سلطان ابراہیم بیگ ایک لاکھ سوار اور بہت سا توپخانہ اور ایک ہزار فیل کوہ شکوہ لیکر جنگ کے ارادہ سے دہلی سے نکل کر منزل بمنزل آرہا ہے۔

بابر نے انبالہ میں قیام سے راضی نہ ہوکر پانی پت کے اطراف میں نزول اجلال فرمایا سلطان ابراہیم بھی اس نواح میں پہنچ کر آمادہ جنگ ہوا۔ روزانہ دونوں طرف سے ہراول میں جنگ ہوتی رہی اور لشکر بابری کے سپہدار تائید الہٰی سے غالب آکر مورد تحسین وآفرین ہوئے۔ سلطان ابراہیم بڑی شان کے ساتھ جنگ کے ارادہ سے ہاتھی پر سوار ہوکر میدان جنگ میں آیا۔ عفریت پیکراں مذکور اپنی تند خوئی اور جنگجوئی سے جس طرف کو دوڑتے تھے صفوف مغلیہ پھٹتی جاتی تھیں اور ولایتی فوج کی ترتیب درہم وبرہم ہوجاتی تھی اور مغلوں کے گھوڑے جنہوں نے کبھی ایسے ڈراؤنے جانور نہ دیکھے تھے بھڑک کر آگے نہیں بڑھ سکتے تھے اور اگر کوئی سوار دلیری کر کے آگے جاتا تھا۔ تو ہاتھیوں کے سونڈ سے چنگ اجل میں گرفتار ہوکر موت کی خاک میں مل جاتے تھے۔ اسوقت بابر بادشاہ نے فوج والوں کی بیدلی دیکھ کر ترغیب وتہدید کے کلمات جن میں بیم وامید شامل تھی زبان پر لاکر حملہ کی تاکید اور تحریض کی۔ جانفشانوں کا دل زیادہ قوی ہوگیا اور مخالفین پر حملہ کیا۔ چونکہ قادر توانا کی مرضی اسی میں تھی کہ لودیوں کا رشتہ

منقطع ہو جائے اور ممالک ہندوستان خاندان بابری کے ظل رافت میں آجائے صفحہ ۶ بڑی کشمکش
اور کوشش کے بعد نسیم فتح و ظفر وہب اقبال سے چلی اور بابر کی آرزوؤں کے باغ میں غنچہ مراد کھلا۔ سلطان
ابراہیم میدان میں مارا گیا اور اسکی فوج والے بھی تیغ بے دریغ کا چارہ ہوئے۔ پانچ چھ ہزار آدمی سلطان مقتول کی
نعش کے قریب پڑے تھے۔ بقیۃ السیف بھاگ گئے۔ الغرض تائیدات ایزدی سے فتح نے جو تمام ہندوستان
کی فتوحات کا پیش خیمہ تھی چہرۂ ظہور روشن کیا اور افواج بابری کی تیغ کی چمکتی ہوئی بجلی نے سلطان ابراہیم لودی
کے خرمن عمر و دولت کو جلا ڈالا۔ فتح کے بعد بادشاہ نے جبین نیاز کو زمین عجز پر رکھ کر شکر و سپاس کے سجدے
درگاہ بے نیاز حقیقی میں بجالا کر دہلی میں جو مدت العین ہند کا پایۂ تخت ہے پہنچا اور اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری
کیا۔ ان خزانوں کے دروازے جو بہت سے بادشاہوں کے جمع کئے ہوئے تھے کھول کر ستر لاکھ سکہ سکندری
شاہزادہ ہمایوں میرزا کو اور ایک بادشاہ کا محل بغیر تحقیق کئے دس انعام کے ساتھ شامل کیا۔ اور دس لاکھ سکے
امرا کو مرحمت ہوئے اور تمام بہادر سپاہ لشکر کے لوگ بھی انعام سے کامیاب ہوئے۔ شاہزادہائے کامگار کو
جو کابل میں تھے اور شبستان اقبال کی بیگمات کو انکے رتبے اور حال کے تفاوت کے موافق نقد و جنس روانہ ہوا۔
امور دہلی کا انتظام کرنے کے بعد آگرہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس شہر میں جو دار السلطنت تھا بسبب مالی و ملکی بندوبست
کے قیام کی بنیاد ڈالی۔ آگرہ اور دہلی کے سوا جو ملازمان بابری کے تصرف میں تھے تمام اطراف کے ممالک میں افغانوں
نے مخالفت کا جھنڈا بلند کیا۔ آخر کار بادشاہ کی تدابیر صائبہ اور افکار ثاقبہ سے زمانہ گذرنے پر اکثر مخالفوں نے
فرمان اطاعت و تابعداری پر سر رکھ دیا اور ہر شخص بقدر مراتب مشمول عواطف ہوا اور قدیم و جدید امرا کو لیاقت کے
موافق ملک کے حصے مرحمت ہوئے۔ سلطان ابراہیم کی والدہ اور بچوں اور متعلقین پر مہربانیاں کر کے ان کا ذاتی
خزانہ اور مال ان کو مرحمت ہوا اور اسپر سات لاکھ سکہ اضافہ کر کے سلطان کی والدہ کے لئے پنشن مقرر کر دی۔ سلطان
کی والدہ نے ممنون عنایت ہو کر ایک عمدہ ہیرا جو وزن میں آٹھ مثقال تھا اور مبصر جوہری اسکی قیمت حد قیاس سے
زیادہ بتاتے تھے اور جو سلطان علاؤ الدین خلجی کے خزانہ میں سے تھا اور اسکو راجہ بکرماجیت کی اولاد سے ملا تھا بابر
بادشاہ کی نذر کیا۔ الغرض بابر آگرہ میں نزول فرما کر مہمات کے انتظام میں مشغول ہوا اور تمام برسات کا موسم عیش و
عشرت میں گذرا۔ اور فوج اور عدل گستری اور رعیت پروری سے شہر کو آباد اور وہاں کے باشندوں کو خوش
کیا۔ جب برسات کا موسم ختم ہو گیا بابر بادشاہ دسہرہ کے بعد جو ہنود کے تیوہاروں میں سے ہے مخالفوں کے
استیصال کے لئے متوجہ ہوا۔ اسی اثنا میں رانا سانگا جو ہندوستان کے عظیم الشان راجاؤں میں سے تھا حسن خان
میواتی کے بہکانے سے لشکر کثیر کے ساتھ بڑی جرات اور بیباکی سے اپنی جگہ سے روانہ ہو کر بیانہ میں جو آگرہ کے
قریب ہے بابر سے لڑنے کے لئے پہنچا۔ صفحہ ۷ اور نیز امرائے افاغنہ کی ایک جماعت نے جو سلطان ابراہیم

سے بھی مخالفت رکھتے تھے پچاس ہزار سوار اور بکثرت ہاتھیوں کے ساتھ نواح قنوج میں بغاوت کی۔ پہاڑ خان ولد دریا خان کو سلطنت پر بٹھا کر سلطان محمد لقب دیا اور ہر طرف سے بڑی شورش ہوئی۔ کابلی امرا نے جو سرد و سیر ملک کے عادی ہو گئے تھے تنگ آکر بعض نے گرمی اور متواتر سخت لڑائیوں سے اور بعض نے بیدلی اور رانا سانگا اور افغانوں کی مخالفت کے خوف سے واپسی کو ترجیح دی۔ مشورہ کے وقت عرض کیا کہ چونکہ مخالفوں نے ہر طرف سے ہجوم کیا ہے اور ملک ابھی تک ٹھیک طور سے قبضہ میں نہیں آیا۔ بہتر یہ ہے کہ یہاں چند قلعہ بنا کر خود ملک پنجاب میں قیام اختیار کرنا چاہئے اور لطیفہ غیبی کا منتظر رہنا چاہئے۔ بادشاہ نے فرمایا ایسی وسیع سلطنت کو جو بڑی مشقت سے لی ہے اور اپنی قوم کے بہت سے لوگ قربان کئے ہیں آج ایک ہندو کے سامنے سے بغیر لڑے ہوئے چلا جاؤں تو شاہان زمانہ مجھے کیا کہیں گے اور میرا نام بادشاہوں کی محفل میں کس طرح لیا جائے گا؟ ہائے ہائے اب وہ وقت ہے کہ ارادہ کو شجاعت کا ہمدوش کر کے ایسی لڑائی لڑنی چاہئے کہ یادگار رہ جائے اگر تائید الٰہی سے ہم نے فتح کر لیا تو غازی ہیں اور اگر مارے گئے تو شہدا کے زمرہ میں شمار ہوگا۔ اور مردانہ اور شجاعت افزا باتیں زبان پر لا کر اس جماعت کی دلدہی کی اور دوسرے لوگ بھی ہمت کے گھوڑوں پر سوار ہو کر آگرہ سے آ گئے۔ رفقا نے بھی متفق ہو کر مرنے کے لئے تیار ہو گئے اور جنگ کی صفیں تیار کیں۔ اس طرف سے رانا سانگا بھی آمادہ جنگ ہو گیا۔ قومی بہادر شیران زنجیر گسل کی طرح میدان جنگ میں آ کر ایسی کشمکش کرنے لگے کہ دیکھنے والوں کا اسکو دیکھ کر خوف سے پتا پانی ہوا جاتا تھا اور رستم و افراسیاب کی لڑائیوں کا ذکر افسانہ و خواب ہو گیا تھا۔

نظم

(۱) وہ لشکر پہاڑ کی مانند جنبش میں آئے۔ اور اس جنبش سے زمین میں زلزلہ آ گیا
(۲) لشکر شکن زرہ پہننے والوں سے پہاڑ کا جسم بھی اپنی جگہ کانپنے لگا۔
(۳) اولوں کی طرح تیروں کے برسنے سے ہر گوشہ میں طوفان مرگ اٹھ کھڑا ہوا۔
(۴) ہر جگہ ہندو اور دلیروں نے کمر سے کینہ کی تلواریں کھینچ لیں۔
(۵) خون کی ندیاں تیزی سے بہنے لگیں۔ کوئی جان دے رہا تھا۔ اور کوئی جان لے رہا تھا۔

چونکہ تائیدات الٰہی اولیائے سلطنت بابری کے قرین حال تھیں اسلئے مطلع فتح سے صبح اقبال ہوئی اور رانا سانگا مضطرب ہو کر بھاگا اور ہزار محنت و مشقت سے گرتا پڑتا اپنے گھر پہنچا۔ اور اس کے فوجی تیغ بیدریغ کا چارہ ہو گئے۔ بابر بادشاہ اس فتح کے بعد احسان کرنے والے خدا کی لاانتہا نعمتوں کے سجدے عطیوں کے بخشنے والے کی درگاہ میں بجا لا کر آگرہ کو لوٹا۔ اور صحیح تدبیر سے مخالفوں اور سرکشوں کے وجود کے کوڑے کرکٹ کو ممالک کے میدان سے صاف کر دیا۔ صفحہ ۸ اور دہلی و آگرہ کے اطراف واکناف

اولیائے دولت کے قبضہ میں آ گئے اور قنوج کی طرف بھی افغانوں کا ہنگامہ برہم و درہم ہو کر فرو ہو گیا امرائے کابلی نے اس قسم کی حب مراد سپرزکی ہوئی فتوحات کے ظہور سے حسب المدعا جاگیریں پائیں اور کابل لوٹنے کا ارادہ چھوڑ کر ہندوستان میں سکونت اختیار کی اور بدنظمیوں کا انتظام ہو گیا۔ اور مہمات سلطنت کا بندوبست ہو گیا۔ شاہزادہ ہمایوں میرزا کو سنبھل کی گورنری کا انتظام کرنے کے لئے بھیجا۔ اور شاہزادہ کامران میرزا کو لاہور اور ملتان جاگیر میں مرحمت فرما کر کابل سے بلایا۔ شاہزادہ نے کابل سے لاہور آ کر ملتان کے صوبہ کو جو مدتوں سے سلاطین دہلی کے قبضہ سے نکل گیا تھا اپنی شمشیر ہمت اور حسن تدبیر اور اقبال بابری سے فتح کر لیا۔ تاریخ کے پڑھنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ بعض تاریخیں یہ بتاتی ہیں کہ ملتان میں اسلام کا ظہور ۹۰ھ ہجری محمد قاسم کی کوشش سے حجاج بن محمد یوسف کے زمانہ میں ہوا۔ اسکے بعد سلطان محمود غزنوی نے اس صوبہ کو بے دین قرمطیوں کے قبضہ سے نکال کر اسلام کا رواج دیا پھر سلطان شہاب الدین غوری ہندوستان پر فتح پا کے صوبۂ ملتان پر قابض ہو گیا اور ابتدائے ۵۸۸ھ ہجری سے ۸۴۵ھ ہجری تک وہ صوبہ سلاطین دہلی کے قبضہ میں رہا۔ سلطان محمد شاہ کی سستی کی وجہ سے جو سادات علی خضر خان فرمانروائے دہلی کی نسل سے تھا۔ ہندوستان میں طوائف الملوکی ہو گئی اور اطراف میں امرا نے بغاوت کی۔ حاکم ملتان نے بھی اطاعت سے سر اٹھا کر محمد شاہ کے نام سے انحراف کیا۔ جب سلطنت کی باری سلطان علاؤ الدین ولد محمد شاہ کی آئی تو وہ باپ سے بھی زیادہ سست نکلا اور سلطنت کے کاموں میں زیادہ خلل ڈال دیا۔ اور امیروں کی دھاک جو محمد شاہ اور اسکے بیٹے علاؤ الدین کی وہاں بندھ گئی تھی جاتی رہی

سلاطین ملتان اور شیخ یوسف کا حال جنہیں تقدیر کے مطابق سلطنت ملی

ملتان کے اکابر و اعیان مجلس مشورت آراستہ کی اور آپس میں مشورہ کیا کہ امور جہانبانی کے انتظام کے لئے ایک زبردست سیاست دان حاکم کی ضرورت ہے۔ اور بغیر ایسے شخص کے اس ملک کے حالات اور لوگوں کے آبرو و عزت کی حفاظت مشکل ہے۔ اس میں کیا صلاح ہے؟ اور اس مرتبہ کے لائق کون ہے؟ اتفاق رائے اس پر ہوا کہ اس زمانہ میں شیخ یوسف قریشی جو اس صوبہ کا بزرگ شخص ہے اور ظاہری و باطنی حکومت کی لیاقت رکھتا ہے۔ اور دوسرے کو نہیں جانتے ہیں۔ صفحہ ۹ جب یہ تحقیق کو پہنچ گیا شیخ مذکور کو سلطنت پر بٹھا کر اسکے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا اور فرمانروائی کے کاموں میں نئی رونق اور شان بڑھ گئی۔ اور کچھ عرصہ بعد رائے سنہرہ نے جو لنگاہوں کی جماعت کا سردار تھا اور قصبہ سیوی اس کے قبضہ میں تھا شیخ یوسف کو پیغام بھیجا کہ سلطان بہلول لودی نے غالب آ کر اپنے نام کا

سکہ وخطبہ جاری کر دیا ہے اور دہلی کے تخت پر بیٹھ کر اطراف پر بھی قابض ہو گیا ہے ایسا نہ ہو کہ ملتان پر لشکر کشی کرے۔ ایسے وقت میں ملک کی حفاظت اور نگرانی ضرور ہے۔ اگر ہم کو اپنے فوجیوں اور سلطنت کے بہی خواہوں میں سے سمجھتے ہیں اور لنگاہ ہوتکی جماعت جو خدمت طلب سپاہی ہیں جمع کر لیں تو خدمات بجالانے میں جان کے ساتھ کوشش کی جائے گی۔ شیخ نے یہ بات قبول کر کے مشارالیہ کو بلا لیا اور حکمرانی کے امور کے لئے دوست بنا لیا۔ رائے سنہرہ نے خدمت کی پیٹی (بیلٹ) جان کی کمر پر باندھ کر نیک اندیشی اور دولت خواہی کے اظہار و استحکام کے لئے اپنی بیٹی شیخ کے نکاح میں دے دی اور ہمیشہ عمدہ تحفے بیٹی کو بھیجتا رہا اور کبھی کبھی اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے شیخ کے حرم میں جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ملتان کے تمام لوگوں کو جمع کر کے التماس کیا کہ ہماری جمعیت کو نظر قدسی میں لاکر اسکے موافق خدمت اور رعایت دیں۔ سادہ لوح شیخ نے اسکے مکر و حیلہ سے غافل ہو کر بہت سی مہربانیاں کیں۔ رائے سنہرہ اپنے آدمیوں کو شیخ کے سامنے پیش کرنے کے بعد ایک خدمتگار کو لے لڑکی سے ملنے کے لئے آکر بیٹھ گیا خدمتگار نے اسکے حکم کے موافق ایک بکری کو گوشہ میں تنہا چھری سے ذبح کر کے اس کا گرم خون پیالہ میں پوشیدہ طور سے لایا وہ مکار اس ذبح کئے ہوئے خون کو پی گیا اور کچھ دیر کے بعد مکاری سے شور مچا کر درد شکم کا بہانہ کیا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد گریہ وزاری کرتا رہا۔ نصف شب کے قریب شیخ کے ملازمین کو وصیت کے لئے بلایا اور اس گروہ کے سامنے خون کی قے کی اور اس فریب سے اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں کو وصیت اور رخصت کرنے کے لئے شہر کے باہر سے قلعہ میں طلب کیا۔ جب شیخ کے ملازموں نے اسکا یہ حال دیکھا تو اسکے آدمیوں کو قلعہ میں آنے سے نہ روکا۔ اس تقریب سے اس کے اکثر آدمی قلعہ میں آ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد بستر بیماری سے سر اُٹھا کر اپنے متعلقین کو یک جا کر کے معتمد لوگوں کو چاروں دروازوں کی نگہبانی کے لئے مقرر کر دیا تاکہ شیخ یوسف کے نوکر شہر کے قلعہ سے محل میں نہ آسکیں۔ پھر شیخ کے محلسرا میں جا کر ہر طرف اپنے آدمی بٹھائے اور شیخ کو مقید کر کے سلطنت پر بیٹھ گیا اور سلطان قطب الدین خطاب کر کے اپنے نام کا خطبہ وسکہ جاری کیا۔ شیخ یوسف کی سلطنت دو سال رہی

ذکر سلطان قطب الدین لنگاہ

صفحہ ۱۰۱ سلطان قطب الدین عرف سنہرہ لنگاہ ۸۵۹ھ ہجری میں اپنے نام کا سکہ وخطبہ جاری کر کے سلطنت کے امور میں مشغول ہوا اور شیخ یوسف قابو پا کر قید سے فرار ہو کر سلطان بہلول

کے پاس دہلی پہنچا۔ سلطان بہلول نے شیخ کے پہنچنے کو غنیمت جان کر خوش ہوا، اور نہایت احترام کر کے اپنی لڑکی شیخ کے بیٹے عبداللہ کے نکاح میں دے دی۔ الغرض سلطان قطب الدین نہایت استقلال کے ساتھ حسب مدعا حکومت کر کے طبعی موت سے مر گیا اس کی مدت سلطنت سولہ سال رہی۔

ذکر سلطان حسین بن سلطان قطب الدین لنگاہ

سلطان حسین بن سلطان قطب الدین ۸۷۶ھ ہجری میں باپ کا قائم مقام ہوا۔ چونکہ دلاور تھا قوت و شجاعت اور مردانگی سے قلعہ شور کو غازی خان کے قبضہ سے اور کچھ عرصہ بعد چھوٹ کو بھی سعید خان کے گماشتہ ملک ماچھی کھوکھر سے لے لیا۔ اور نہایت جلد کرور کوٹ اور دھنکوٹ پر قابض ہو گیا۔ سلطان لودی نے شیخ یوسف کی تحریک سے اپنے بیٹے باربک شاہ کو تاتار خان حاکم پنجاب کے ساتھ سلطان حسین کے سر پر بھیجا۔ اسی اثنا میں سلطان حسین کے حقیقی بھائی نے بغاوت کر کے سلطان شہاب الدین خطاب رکھ کر شورش کا سر اٹھایا۔ سلطان نے مقابلہ کے لئے نکل کر لڑائی کے بعد اپنے بھائی کو قید کر لیا۔ باربک شاہ اور تاتار خان نے ملتان کے نزدیک پہنچ کر جنگ کی صفیں آراستہ کیں۔ سلطان حسین دس ہزار سوار و پیادہ کے ساتھ آمادہ کارزار ہوا اور اسکے ہر فوجی نے دشمن پر تین تین تیر پھینکے ایک دم تیس ہزار تیر باربک شاہ کے لشکر پر پہنچے وہ تاب نہ لا کر بھاگ کھڑا ہوا اور قصبہ چھوٹ تک مطلق باگ نہ روکی۔ اور سلطان حسین کے گماشتہ کو جو چھوٹ میں تھا لڑائی کے بعد پکڑ کر ملک عالم کو بھیج دیا۔ انہی دنوں میں ملک سہراب داؤدزئی اسمٰعیل خان اور فتح خان کا باپ اپنے قبیلہ اور رشتہ داروں کے ساتھ کیچ مکران سے سلطان حسین کی خدمت میں آیا۔ سلطان نے اسکی آمد کو غنیمت جان کر کرور کوٹ سے لے کر دھنکوٹ تک ملک سہراب کی جاگیر میں دے دیا اور یہ بات سن کر بہت سے بلوچ کیچ مکران سے سلطان حسین کی خدمت میں پہنچے۔ صفحہ ۱۱ اور بقیہ صوبہ سندھ بلوچوں کے لئے مقرر ہو گیا اور رفتہ رفتہ سب پور سے لے کر دھنکوٹ تک بلوچوں کے لئے مقرر ہو گیا۔ چنانچہ اس زمانہ سے وہ صوبہ ملک سہراب کی اولاد کے قبضہ میں ہے۔ جب سلطان حسین کی نیک نامی کی شہرت اطراف ممالک میں پھیل گئی تو جام بایزید اور جام ابراہیم جام نندا حاکم صوبہ ٹھٹھ کی جانب سے سلطان حسین کی خدمت میں پہنچے بادشاہ نے ان کو سامنے بلا کر رعایتیں کیں اور ہر ایک حال کے موافق جاگیر مقرر کی تاکہ طرفین اپنے صوبہ پر قانع ہو کر ایک دوسرے کی حد پر چڑھائی نہ کریں۔ جب وہ بڈھا اور ضعیف ہو گیا تو اپنے بیٹے کو

سلطان فیروز شاہ کا خطاب دے کر اسکے نام پر خطبہ کر دیا۔ اس وجہ سے کہ وہ خلق آزار اور ستمگار تھا۔ عماد الملک وزیر نے اسکو زہر دے کر مار ڈالا۔ اس صورت میں پھر سلطان حسین نے خطبہ اپنے نام کا کیا اور سلطان فیروز شاہ کے بیٹے سلطان محمود کو ولیعہد بنایا۔ اور عماد الملک کو اپنے بیٹے کے خون کا بدلہ لینے کیلئے جام بایزید کی رائے سے علام آباد کو بھیج دیا چند روز سلطان حسین طبعی موت سے رحمت حق میں جا ملا (مر گیا) اسکا سلطنت کا زمانہ بائیس سال رہا۔

ذکر سلطان محمود

سلطان محمود بن فیروز شاہ بن سلطان حسین سنہ ۹۱۰ ہجری میں اپنے دادا کا قائم مقام ہوا۔ چونکہ کم عمر تھا اراذل پرست ہو گیا۔ کمینے اور رذیل لوگ اسکے گرد جمع ہو گئے اور اس کا وقت لہو و لعب اور نہایت ہی ذلیل کمینہ حرکتوں میں صرف ہوتا تھا۔ اسوجہ سے اشراف اور بزرگ اسکی صحبت سے دوری اختیار کرتے تھے۔ جس وقت کہ ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ تسخیر ہندوستان کے ارادے سے کابل سے چلا تو پنجاب میں پہنچنے کے بعد میرزا شاہ حسین ارغون حاکم ٹھٹھ کو خط لکھا کہ ملتان اسکو جاگیر میں مرحمت ہوا۔ اسکو قبضہ میں کر کے آبادی ملک اور رفاہ رعیت میں کوشش کرے۔ میرزا شاہ حسین ارغون ٹھٹھ سے آ کر سلطان محمود سے لڑا اور کچھ عرصہ تک طرفین میں مقابلہ اور جنگ رہی۔ اسی اثنا میں سلطان محمود مر گیا۔ اور اس کی سلطنت ستائیس سال رہی۔

ذکر سلطان حسین بن سلطان محمود

سلطان حسین بن سلطان محمود تین سال کا تھا۔ امرائے دولت خواہ نے اس بچہ کو سنہ ۹۲۵ھ ہجری میں مسند حکومت پر بٹھایا اور مراسم اطاعت بجا لائے۔ چند روز بعد قوام خان صفحہ ۱۲ اور لشکر خان لنگاہ نے جو سردار قوم اور صاحب جمعیت تھے مخالفت اختیار کی اور ملتان کے اکثر اضلاع پر قابض ہو گئے اور میرزا شاہ حسین ارغون سے مل کر سلطان حسین سے جنگ کر کے فتح کا جھنڈا بلند کیا اور ملتان کو مسخر کر کے شہر کو لوٹا اور شہریوں کو سات سال سے لے کر ستر سال تک کی عمر والوں کو قید کر دیا۔ سلطان حسین بھی مقید ہوا۔ اور کچھ عرصہ بعد ملک آخرت کو چلا گیا اور ملتان اس قدر ویران ہوا کہ کسی کے خیال میں نہ تھا کہ پھر آباد ہو جائے گا۔ اور اسکی سلطنت کی معیاد جو محض برائے نام تھی آٹھ سال رہی۔ میرزا شاہ حسین ارغون نے سنہ ۹۳۲ ہجری فتح کر کے اپنے نوکر شمس الدین نام کو ملتان کی

نگہبانی کے لئے مقرر کر دیا۔ لشکر خان ملکی و مالی انتظامات میں سبقت کر کے غالب آگیا۔ کچھ مدت بعد شمس الدین کو درمیان سے ہٹا دیا اور حکومت کا جھنڈا بلند کر کے آزادی کا دم بھرنے لگا۔ اس زمانہ میں جب کہ لاہور اور ملتان شاہزادہ کامران میرزا کی جاگیر میں مقرر ہو گیا شاہزادہ نے لاہور میں پہنچنے پر لشکر خان کو ملتان سے بلا کر دوسری جاگیر مرحمت کر دی اور ملتان اپنے آدمیوں کو دیدیا۔ میرزا شاہ حسین ارغون کی حکومت کا زمانہ چار سال رہا۔ مختصر یہ کہ ۸۵۷ھ ہجری سے لے کر ۹۳۷ھ ہجری تک گویا اسی سال ملک ملتان شاہان دہلی کے قبضہ سے باہر رہا اس زمانہ میں پھر حاکمان دہلی کے مفتوحہ ممالک میں شامل ہو گیا۔ اور شاہزادہ کامران میرزا اسجگہ قابض ہو گیا۔ اسوقت بابر کو خبر پہنچی کہ شاہزادہ ہمایوں میرزا جو ملک سنبھل کے نظم و نسق کے لئے مامور ہوا تھا سخت بیمار ہو گیا ہے حکم دیا کہ وہاں سے دریا کے راستہ سے درگاہ والا میں پہنچے۔ شاہزادہ بموجب حکم عمل کر کے آگرہ پہنچا مختلف امراض اور متضاد شکایتیں کہ ایک کا علاج دوسرے کی زیادتی کا باعث ہوتا تھا لاحق تھے۔ طبیبان حاذق نے ہر چند علاج میں کوشش کی مگر بیسود اور مرض لاعلاج ہو کر زیادتی پکڑ گیا۔ جب زمانہ طول پکڑ گیا اور مایوسی کے آثار ظاہر ہوئے تو مخلصان خیر اندیش نے عرض کیا کہ ایسے وقتوں میں جب علاج بے کار ہو جاتا ہے تو علاج صرف صدقہ اور دعا ہے اور خداوند تعالےٰ قادر و توانا ہے اور ذات ہمایونی کے صدقہ اور فدیہ کے لئے ایسی چیز ہونی چاہیئے کہ اس سے بہتر شاہی خزانہ میں نہ ہو۔ اسوقت وہ ہیرا جو سلطان ابراہیم کی والدہ نے دیا تھا اسکی برابر کوئی چیز قیمتی نہیں ہے مناسب ہے کہ شاہزادہ پر صدقہ کر دیا جائے تاکہ خداوند تعالےٰ اسکو شفا بخشے۔ بابر نے جواب میں کہا کہ ہمایوں کی جان اس قدر پیاری ہے کہ دنیا کا کوئی مال اسکا صدقہ نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی جان اس پر صدقہ کرتا ہوں اور مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھی اور دعا مانگی کہ خداوندا میں اپنی جان کو ہمایوں پر قربان کر کے تیری درگاہ میں حاضر ہوں اور امیدوار ہوں کہ اس کو قبول کر کے ہمایوں کو شفا عطا فرما **صفحہ ۱۳** اسی وقت ہمایوں کے مرض میں تخفیف اور کمی ظاہر ہونے لگی اور بیماری کی علامتیں بابر کے بدن میں ظاہر ہوئیں جس سے لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ دمبدم ہمایوں کا مرض رو بہ تنزل اور بابر کا مرض رو بہ ترقی ہوتا گیا یہاں تک کہ تھوڑے ہی زمانے میں جو پانچ چھ روز سے زیادہ نہ ہو گا ہمایوں کو شفا ہو گئی اور بابر انچاس برس کی عمر میں عالم آخرت کو چلا گیا۔ اس کی نعش کابل پہنچا کر ایک دریا کے کنارے دفن کر دی۔ اس کی سلطنت کی مدت اڑتیس سال ہوئی۔ اس میں ہندوستان میں پانچ سال اور پانچ دن۔

ذکر احوال نصیر الدین محمد ہمایوں پادشاہ بن ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ باجمال

میر نظام الدین میر خلیفہ ناظم امور سلطنت و مدار علیہ مملکت شاہزادہ محمد ہمایوں میرزا سے خوفناک اور ہراساں تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ تخت سلطنت اسکے وجود سے آراستہ ہو۔ اس کا مافی الضمیر یہ تھا کہ بابر بادشاہ کے داماد خواجہ مہدی کو جو بڑا خرچ کرنے والا سخی اور صاحب ہمت مرد بادل تھا اور میر خلیفہ اور بعض امرا کے ساتھ ملا ہوا تھا سلطنت کے لئے کھڑا کردے۔ خواجہ مذکور اس بات کی امید میں بہت ٹھاٹھ بنا کر امرائے موافق کی امداد و مہربانی کی توقع پر تخت سلطنت پر بیٹھنے کا امیدوار تھا مگر چونکہ دنیا کے کام مشیت ازلی و عنایت الٰہی سے وابستہ ہیں کارکنان قضا و قدر جس کسی کو تخت و تاج کے لائق جانتے ہیں اس عطیہ سے سرفراز فرماتے ہیں اس وجہ سے امیر خلیفہ اور اسکے پیرووں کی امداد نے خواجہ مہدی کو فائدہ نہ پہنچایا اور امرائے عظام نے بالاتفاق ۹۳۷ھ ہجری میں ہمایوں بادشاہ کو چوبیس سال کی عمر میں تخت حکومت پر زینت افروز کیا۔ فوج کی تنخواہ بدستور سابق بحال رکھ کر اکثر کو اضافہ سے سرفراز فرمایا اور ولایت کابل و بدخشاں اور ملتان بھائیوں کی جاگیر میں تقسیم ہوئی۔ انتظام امور کے بعد کالنجر کی طرف کوچ کیا وہاں کا راجہ تاب نہ لاکر مطیع ہوگیا اور بارہ من سونا نذر کیا۔ چونکہ سلطان محمود بن سلطان سکندر لودی نے جونپور کی طرف خودسری کا جھنڈا بلند کیا تھا اسکے استیصال کے لئے لشکر نامزد کرکے آگرہ کو واپس آیا۔ سلطان محمود لشکر کے حملوں کی تاب نہ لاکر پٹنہ اور بنگالہ کی طرف چلا گیا۔ اور چند سال بعد اسی طرف طبعی موت سے مرگیا۔ چونکہ بابر بادشاہ کا داماد محمد زمان میرزا بغاوت کا ارادہ رکھتا تھا
صفحہ ۱۴ اسکو پکڑ کے قلعہ بیانہ میں مقید کردیا۔ اور حکم دیا کہ اسکی آنکھوں میں سلائی پھیر دیں (یعنی اندھا کر دیں) چونکہ تقدیر میں یہی تھا کہ اندھا نہ ہو ایک مصنوعی فرمان دکھا کر اس بلا سے محفوظ رہا اور قابو پاکر قید میں سے بھاگ گیا اور سلطان بہادر والی گجرات کے پاس چلا گیا۔ ہمایوں نے یہ خبر سن کر ایک خط جس میں محبت و اتحاد ظاہر کیا تھا سلطان بہادر کو لکھ کر آگاہ کیا کہ اسکو دربار میں بھیج دے یا اپنی حدود سے باہر نکال دے۔

سلطان بہادر نے بیوقوفی سے سخت جواب دیا اور خود سلطان علاؤالدین ولد سلطان بہلول لودی اور اس کے بیٹے تاتارخان کے بہکانے سے جو سلطان بہادر کا نوکر تھا قلعہ چتوڑ پر چڑھائی کی اور تاتارخان کو زبردست لشکر کے ساتھ بادشاہ کے ملک کی طرف بھیجا اس نے جرأت کرکے قلعہ بیانہ کو تسخیر کرلیا اور آگرہ کا رخ کیا۔ ہمایوں نے یہ شورش دفع کرنے کے لئے اپنے چھوٹے بھائی ہندال میرزا کو ایک لشکر اور مبارزان جانستان کے

کے ساتھ مقرر کیا اور دونوں لشکروں نے مقابل ہو کر جنگ کی۔ اقبال ہمایوں سے تاتار خان مع اکثر رفقا کے میدان
جنگ میں مارا گیا۔ سلطان بہادر جس نے حماقت کی وجہ سے سخت جواب دیئے تھے ہمایوں پادشاہ شاہانہ غیرت
کی وجہ سے اسکی گوشمالی ضرور سمجھ کر آگرہ سے چلا۔ سلطان بہادر بھی قلعہ چیتور کے محاصرہ سے ہٹ کر آمادۂ جنگ
ہوا۔ دونوں لشکر کی مندسور کے میدان میں مڈبھیڑ ہوئی اور متواتر لڑائیاں ہوئیں۔ سلطان بہادر تاب نہ لاکر
بھاگ گیا اور اکثر بھاگنے والے راستہ میں مقتول و مجروح ہوئے۔ ہمایوں نے اس کے استیصال کا مصمم ارادہ کر کے
تعاقب کیا۔ سلطان بہادر اپنی سلطنت میں کہیں نہ ٹھہر سکا۔ دیو کے قریب کسی جزیرہ میں جاکر روپوش
ہو گیا۔ ہمایوں نے کمبایت تک جاکر اس ملک کے اکثر شہروں کو قبضہ میں کیا اور ہر ایک کو اپنے کسی نہ کسی معتمد کے
سپرد کر کے اس صوبہ سے اطمینان اور فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد قلعہ چاپانیر کا جو بلندی اور مضبوطی میں مشہور
ہے محاصرہ کیا گیا۔ سلطان بہادر کے آدمیوں نے قلعہ کی نگہبانی اور پائداری میں بہادری دکھائی۔ جب محاصرہ
طول پکڑ گیا تو ایک دن ہمایوں شکار کے بہانہ سے چند لوگوں کو ساتھ لے کر نکلا اور قلعہ کے چاروں طرف مشاہدہ
کیا۔ ایک دم ایک گوشہ سے قلعہ کے نزدیک پہنچ کر لوہے کی میخیں دیوار میں گاڑ کر بنفس نفیس چند دلاوروں
کے ساتھ قلعہ پر چڑھ گیا۔ اور اندر جاکر سپاہیوں کے لئے دروازہ کھول دیا۔ لشکر کی ایک جماعت نے قلعہ میں
داخل ہو کر اہل قلعہ کو تیغ بیدریغ کا چارا بنایا اور وہ مضبوط قلعہ سخت لڑائی کے بعد مسخر ہو گیا اور اس قدر خزانہ اور
مال پادشاہی فوج کے ہاتھ آیا کہ ایک سال تک اپنی جاگیر کی آمدنی کے محتاج نہ رہے۔ ہمایوں نے وہ قلعہ فتح
کرنے کے بعد مندسو پہنچ کر ولایت گجرات کو اپنے حقیقی بھائی میرزا عسکری کی جاگیر میں مرحمت کیا۔ صفحہ ۱۵
عسکری میرزا اس ملک میں جاکر عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا اور مہمات ملکی سے بے پروا ہو گیا۔ وہ عیش و عشرت میں مشغول تھا کہ
سلطان بہادر تاب نہ لاکر جزیرہ سے نکلا اور گجرات پر حملہ آور ہوا۔ عسکری میرزا باوجود لشکر کی کثرت اور سلطنت کی بدنظمی کے
سامان ہونے کے اکثر مقامات میں شکست کھاتا رہا اور گجرات سے آگرہ کی طرف رخ
چل دیا۔ ساتھ جانے والوں نے عرض کیا کہ میرزا سلطنت کا خیال رکھتے ہیں ہمایوں راستہ کو چھوڑ کر
آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ میرزا عسکری جو گجرات کی طرف سے آرہا تھا۔ جلد آنے سے پہلے ناگہاں راستہ میں
مل گیا۔ ہمایوں اہلیت کی وجہ سے کوئی بات منہ پہ نہ لایا۔ محمد زمان میرزا سلطان بہادر کے اشارہ سے گجرات
سے ریگستان کے راستہ سے لاہور آکر شورش برپا کر رہا تھا ایک زبردست لشکر اس پر مقرر کیا گیا میرزا
تاب نہ لاکر گجرات کو لوٹ گیا۔ ہمایوں نے دوبارہ سلطان بہادر کے استیصال کے لئے ارادہ کر کے کوچ کیا اور
زیادہ تر فتح مند لشکر متعین کیا اور مکرر لڑائیاں ہوئیں۔ سلطان بہادر شکست فاحش کھاکر جزیرہ دیو میں فرنگیوں کے
پاس چلا گیا چونکہ ... غالب آثار ان کی پیشانی سے ظاہر ہوئے بھاگنا چاہا۔ کشتی میں سوار ہونے کے وقت

دریائے شور میں فنا کے بھنور میں غرق ہو گیا اور ولایت اولیائے گجرات دولت ہمایونی کے قبضہ میں آگئی۔ اور وہ حضرت اس ملک سے خاطر جمع کر کے ہر حال میں ایک معتمد کارگزار اور سپہ سالار مناسب فوج کے ساتھ مقرر کر کے آگرہ کو چلے آئے۔ چونکہ شیر خان افغان نے رایات ہمایونی کے گجرات کی طرف ہونے کی وجہ سے قابو پا لیا تھا اور ملک جونپور و بہار و رہتاس اور چنارہ پر قابض ہو کر قوی اور طاقتور ہو گیا تھا۔ اور شاہی ملک پر حملہ کرتا تھا اور روز بروز اسکے گرد لشکر جمع ہوتا جاتا تھا۔ لہٰذا اسکے فتنہ کے مٹانے کو ضروری سمجھ کر ممالک شرقی کی طرف متوجہ ہوئے اور قلعہ چنارہ کو تھوڑے محاصرہ میں شیر خان کے آدمیوں سے نکال لیا اور آگے کو بڑھے۔ شیر خان ہمایوں کے پہنچنے سے قبل بنگالہ کی طرف چلا گیا اور وہاں کے حاکم سے جنگ کر کے اسکو شکست دیدی اور بنگالہ پر قابض ہو کر وہیں قیام اختیار کیا۔ نصیب شاہ والی بنگالہ نے زخمی ہو کر شیر خان سے شکست کھائی اور درگاہ والا میں پہنچ کر فریاد کی۔ ہمایوں پادشاہ نے بہار و بنگالہ کی تسخیر کا مصمم ارادہ کر کے کوچ بکوچ منزلیں طے کرتے ہوئے بنگالہ میں نزول اجلال فرمایا۔ شیر خان اسکے دبدبہ کی تاب نہ لا کر اپنے بیٹے جلال خان کو نواح بنگالہ میں چھوڑ کر جھارکھنڈ کو چلا گیا۔ اس کا بیٹا بھی افواج بادشاہی کی ٹکر نہ سہکر باپ کے پاس چلا گیا۔ ہمایوں نے بنگالہ کی آب و ہوا اچھی دیکھ کر قیام کی بنیاد ڈالی اور عیش و عشرت میں پڑ کر غافل اور بے پرواہ زندگی گذارنے لگا یہاں تک کہ حکم دیا کہ کوئی شخص ناگوار خبر کان میں نہ پہنچائے **صفحہ ۱۶** سب سے بڑا سبب اس کے ادبار کا یہی تھا۔ شیر خان نے یہ بات سن کر موقع کو غنیمت جانا اور بڑا بھاری لشکر فراہم کیا اور اطراف ممالک پر قبضہ کر کے خلل عظیم برپا کر دیا۔ بعض امرا بادشاہ کی غفلت کی وجہ سے بغیر رخصت کے آگرہ آ گئے اور ان کے بہکانے سے ہمایوں کے بھائی ہندال میرزا نے بغاوت کر کے اپنے نام کا خطبہ جاری کیا۔ جب ممالک کے خلل اور میرزا کی بغاوت کی خبر لشکر میں پہنچی تو کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ ہمایوں کے کان میں پہنچائے۔ آخر بہی خواہوں نے ضروری سمجھ کر شیر خان کی حقیقت اور ہندال میرزا کی بغاوت اور سلطنت کی گڑبڑ اور غلہ کے نہ پہنچنے کی حالت بیان کی اور مفصل التماس کیا۔ یہ خبریں سننے کے بعد عین برسات میں بنگالہ سے کوچ کیا لیکن دریاؤں کی طغیانی اور شدت سیلاب اور کثرت آب کی وجہ سے راستہ میں فوج والوں اور چارپایوں اور سامان کے لئے بڑی رکاوٹ ہوئی اور اکثر پیادہ دریا پانی میں بہہ گئے اور بہت سے چارپائے راہ میں تلف ہو گئے۔ جب بھوجپور میں عمارہ منزل پر پہنچا شیر خان بڑے لشکر اور عمدہ سامان کے ساتھ پہنچ کر شاہی لشکر کے قریب ٹھہرا اور مکر و حیلہ سے اطاعت و تابعداری کے پیغام بھیجتا رہا۔ کچھ عرصہ اسی طریقہ سے قیل و قال میں گذرا۔ چونکہ بادشاہ کے فوجی غلہ اور دیگر اجناس کے نہ پہنچنے اور گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کے مر جانے

کی وجہ سے بے سامان ہو کر جنگ کی استعداد نہ رکھتے تھے۔ اس حالت کے ہوتے ہوئے غفلت میں گذر رہی تھی۔ شیر خان نے بادشاہی لشکر کے حالات سے واقف ہو کر اور اپنے غلبہ کی صورت طرفین کے حالات کی پیشانی میں معائنہ کر کے ایک صبح بے خبر بڑی مستعدی کے ساتھ ہراول پر حملہ کیا۔ بادشاہی فوج کو اس کا موقع نہ ملا۔ کہ گھوڑوں پر زین کسیں تو پھر میدان جنگ میں لڑنے کا تو ذکر ہی کیا۔ اکثر تیغ بیدریغ کا چارہ ہوئے۔ اور بہت سے دریا میں ڈوب گئے اور بقیہ جنگل کی طرف رخ کر کے جس طرف ممکن ہوا دریا سے گذر کر جان بچاتے گئے۔ ہمایوں نے اس طریقہ پر حال دیکھ کر ناچار دریائے گنگا میں گھوڑا ڈال دیا چونکہ دریا میں طوفان اور پانی زوروں پر تھا دریا کے کنارے پر گھوڑے سے الگ ہو گیا۔ کنارہ کی اونچائی اور پانی کی گہرائی اور زور کی وجہ سے کنارہ تک پہنچنا اور اس دریائے ذخار سے باہر نکلنا دشوار ہو گیا۔ کبھی غوطہ کھا کر پانی میں ڈوب جاتا اور کبھی سر اوپر نکل کر پانی پر دکھائی دیتا تھا۔ اسوقت ایک سقہ نے جو ملازم سرکار تھا اس کا ہاتھ پکڑ کر نکال لیا۔ فرمایا تیرا کیا نام ہے؟ جواب دیا نظام اور نوکر سرکار ہوں۔ شگون لے کر فرمایا کہ انشاء اللہ میرا کام بھی منظم ہو جائے گا۔ الغرض اس سقہ کی مدد سے اس بلا سے نجات پا کر کنارہ پر پہنچا اور پوچھا کیا مانگتا ہے؟ جواب دیا کہ جب دارالسلطنت آگرہ میں نزول اجلال فرمائیے گا تو آدھے دن بادشاہی تخت پر بیٹھنے کے لئے مجھے حکم ہو جائے۔ قبول کر کے ہزاروں تکلیفوں اور مصیبتوں سے آگرہ پہنچا صفحہ ۱۷ اور بیگمات شاہی کا خلاصہ یعنی حاجی بیگم ہمایوں پادشاہ کی حرم خاص شیر خان کے پاس قید ہو گئی اس نے نہایت آدمیت اور اہلیت بجالا کر بطریق اعزاز و اکرام کے ساتھ کچھ عرصہ گذرنے کے بعد اور عراق سے کابل لوٹنے پر ہمایوں کی خدمت میں بھیج دی۔ یہ واقعہ ۹۴۶ھ ہجری میں گنگا کے کنارے بھوجپور میں واقع ہوا۔ ذرا سی غفلت اور بیخبری کا جو بنگالہ میں اختیار کی یہ مصیبت اور دوسرے حوادث عظیمہ جن کا مختصر حال بیان کیا جائے کا نتیجہ ہوئے۔ ہمایوں آگرہ میں پہنچ کر لشکر فراہم کرنے اور حالات کی پراگندگیوں کے انتظام میں مشغول ہوا۔ اس وقت سقہ مذکور دربار میں حاضر ہوا۔ ہمایوں نے ایفائے عہد کو ضروری جان کر بموجب اس وعدے کے جو اس سے کیا تھا اس کو تخت سلطنت پر بٹھا کر آدھے دن کا بادشاہ بنا دیا اور حسب الحکم تمام امراء حاضر ہو کر فرمان پذیری کے مراسم بجالائے۔ اس نے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے وقت میں جو اس کے جی میں آیا اپنے احکام جاری کئے۔ کہتے ہیں کہ اپنی چمڑے کی مشک کے درہم و دینار کاٹ کر سونے چاندی کے پانی سے اپنا نام ان پر لکھ کر رائج کئے اور یہ باتیں اسوقت تک لوگوں کی زبان پر مشہور ہیں۔ ہندال میرزا جو بعض امرا کی تحریک سے باغی ہو گیا تھا شرمندہ اور نادم ہو کر خدمت میں آ گیا۔ عسکری میرزا بھی بیانہ سے خدمت میں پہنچا اور کامران میرزا بھی یلغار کی خبر سنکر لاہور سے آ گیا اور مجبور ہو گیا۔ جب مجلس شوریٰ منعقد ہو گئی تو کامران میرزا نے جو جبلی

عداوت وحسد رکھتا تھا تخت پر سبقت کے بیٹھنے کو شکایت اور شماتت کی سند پکڑ کے بہت سے اعتراض کئے
آخر صحبت سے بیزاری ظاہر کر کے لاہور کو روانہ ہو گیا اور بیس ہزار سواروں میں جو اسکے ہمراہ تھے تین ہزار سوار ہمایوں
کی خدمت میں چھوڑ دیئے اور ایسے وقت میں جب کہ شیر خان جیسا قوی دشمن غالب ہو رہا تھا اور چاہئے تھا اتفاق
و یکدلی کے مراسم ظہور میں آتے رفاقت کی توفیق نہ پائی۔ ہمایوں پھر ۹۴۷ھ ہجری میں اپنے آپ کو آراستہ کر کے
بہت سی فوج کے ساتھ آگرہ سے شیر شاہی فتنہ کے رفع کرنے کے لئے متوجہ ہوا وہ بھی پچاس ہزار سوار اور لشکر
اور سامان اور دوسرے اسباب جنگ کے ساتھ دوسری جانب سے پہنچا۔ قنوج کے حوالی میں دونوں لشکروں میں
مڈبھیڑ ہوئی۔ دریائے گنگا دونوں لشکروں کے پہنچنے میں حائل تھا۔ آخر شیر شاہ نے پیغام بھیجا کہ دونوں لشکر ایک
دوسرے کے مقابل ہو کر فیصلہ کے انتظار میں اکتا ہو گئے ہیں یا بادشاہ راہ دے اور یہ لشکر عبور کر جائے یا
مجھے حکم ہو کہ میں پل پر سے ہٹ جاؤں اور وہ حضرت مع لشکر کے اتر آئیں تاکہ جو کچھ پردۂ تقدیر میں پنہاں ہے
آشکارا و عیاں ہو جائے۔ ہمایوں شاہی غیرت کی وجہ سے لوٹنے پر راضی نہ ہوا اور شیر خان کو پیغام بھیجا کہ پیچھے ہٹ
جائے۔ وہ قبول کر کے پل سے دور جا ٹھہرا **صفحہ ۱۸** اور ہمایوں اپنی فوج کے ساتھ عبور کر گیا اور سخت لڑائی
ہوئی تجربہ کار بہادروں نے دادِ مردانگی و شجاعت دی۔ ارادۂ ازل بادشاہ لم یزل سے ہمایوں کے لشکر کو شکست
ہوئی اور فوج کا انتظام بگڑ گیا۔ ہمایوں نے بذات خود دو تین مرتبہ نیزہ ہاتھ میں لے کر دشمن کی صفوں پر حملہ کیا
اور جنگ کی گرد اڑا دی مگر چونکہ قسمت یاور نہ تھی کچھ فائدہ نہ ہوا اور ناچار میدان جنگ سے اٹھا اور ہاتھی پر
سوار دریائے گنگا کو عبور کر کے کنارہ پر پہنچا۔ چونکہ کنارہ اونچا تھا میر شمس الدین محمد غزنوی کی مدد سے جو
کامران میرزا کے تمام نوکروں میں سے ساتھ تھا اوپر آیا اور اسی خدمت کے صلہ میں میر مذکور شاہزادہ کی اتکگی
(دایہ کا شوہر ہونا) سے سرفراز ہوا اور شاہزادہ مذکور کے عہد سلطنت میں سید مذکور اپنے قبیلہ کے اہتمام سے
دولت عظیم سے کامیاب ہوا جو اپنی جگہ پر بیان کیا جائے گا۔ المختصر ہمایوں بادشاہ ہزاروں تکلیفوں اور مشقتوں سے
آگرہ پہنچا اور وہاں توقف مناسب نہ سمجھ کر چل کھڑا ہوا اور مسافت طے کر کے لاہور میں پہنچ کر بھائیوں سے
مشورہ کیا اور ہر قسم کا مشورہ درمیان میں آیا۔ ہر ایک بھائی نے اپنے رائے کے موافق ہمایوں کی رضامندی کے
خلاف دور از کار باتیں کیں۔ ہمایوں نے فرمایا کہ فردوس مکانی یعنی بابر بادشاہ نے ہندوستان کو کس مشقت
سے فتح کیا تھا اگر تمہاری بے اتفاقی سے آج احاطۂ تصرف سے نکل گیا تو شاہان روئے زمین تمکو کیا کہیں گے۔
اور میں اگر تنہا دشمن پر چڑھائی کروں تو اگر خدا کی عنایت سے فتح و نصرت حاصل ہوئی تو مجھے کیا منہ دکھاؤ گے۔
اور اگر عیاذاً باللہ معاملہ دگرگوں ہوا تو تم کو ہندوستان کے گوشہ میں بسر کرنا دشوار ہے چونکہ کامران میرزا
کو شیر خان نے فکر سے امیدوار کر رکھا تھا کہ صوبہ لاہور اسپر مسلم رکھیگا تو رفیق مذکور نے ہمایوں بادشاہ کی مخالفت

سے اجتناب کر کے جنگ کی صلاح نہ دی۔ بلکہ عسکری میرزا کے ساتھ کابل کو روانہ ہو گیا۔ کابل میں پہنچنے کے بعد غزنین و قندھار و بدخشان پر قبضہ کر کے سکہ اور خطبہ اپنے نام کا جاری کیا اور مقصد وری کی بزم آراستہ کی اور میرزا حیدر کاشغری ہمایوں کا خالہ زاد بھائی جو بابر بادشاہ کے عہد میں کاشغر سے آکر وہاں ملازمت سے کامیاب ہو گیا تھا رخصت لے کر کشمیر چلا گیا اور اس ولایت کو قوت شجاعت اور زور شمشیر سے فتح کر لیا۔ اول کشمیریوں کی صلاح سے سکہ و خطبہ نازک شاہ وہاں کے حاکم کا بحال رکھا اور چند سال بعد جب ہمایوں عراق سے لوٹا تو کشمیر کے منبروں کے سر اور درہم و دینار کے چہرہ سکہ و خطبہ ہمایونی سے مزین کئے الغرض جب ہمایوں نے دیکھا کہ بھائیوں نے امداد ترک کر دی اور نوکروں نے بے وفائی کا راستہ اختیار کیا تو لاہور میں توقف مناسب نہ سمجھ کر دریائے چناب کے کنارے پہنچا **صفحہ ۱۹** وہاں ہندال میرزا نے مع ناصر میرزا اپنے چچازاد بھائی کے پہنچ کر دولت حضور حاصل کی اور ہمایوں ان کے ساتھ روانہ ہو کر ملتان کی راہ سے بھکر میں پہنچا۔ خواص خان شیر خان کا غلام بڑے بھاری لشکر کے ساتھ ملتان اور اوچ تک ہمایوں کا تعاقب کر کے لوٹ گیا اسکے بعد کہ ہمایوں نے بھکر میں نزول فرمایا ہندال میرزا بے رخصت لئے چلا گیا اور ہمایوں ایک مدت تک نواح بھکر میں قیام کر کے سلطان محمود وہاں کے حاکم کو عنایت نامے لکھ کر موافقت کا رستہ ہوا۔ اس نے اس مہربانی کی توفیق نہ پائی اور مہاستے بنا تا رہا تا پار ٹھٹھہ کی طرف روانہ ہوا۔ ٹھٹھہ کے نزدیک پہنچنے پر ایک مدت تک وہاں کے حاکم پادشاہ حسین میرزا ارغون سے جنگ رہی۔ ارغونیوں نے لشکر پادشاہی میں غلہ پہنچنے کا راستہ بند کر دیا اور پادشاہی آدمیوں کا ایسا قافیہ تنگ ہوا کہ اکثر حیوانات کے گوشت پر بسر کرتے تھے۔ اس دوران میں والی ٹھٹھہ نے مکر و فریب سے یادگار ناصر میرزا کو لکھا کہ میں چونکہ بڈھا اور ضعیف ہو گیا ہوں اور سوائے لڑکی کے کوئی وارث نہیں رکھتا ہوں کیا اچھا ہو کہ میری لڑکی ہندوستان میں تمہارے عقد میں آجائے اور اس وقت تم میرے عصائے پیری بنو۔ سادہ لوح میرزا نے جو کہ عقل معاملہ شناس نہ رکھتا تھا اس باطل امید میں اپنے اعتبار کے سر پر خاک ڈال کے ہمایوں سے جدائی اختیار کی اور مذکورہ اسباب سے وہاں بھی کام نہ نکلا۔ مجبوراً ٹھٹھہ سے ارادہ کی باگ رائے مالدیو کی طرف جو کہ کثرت لشکر اور وسعت ملک کی وجہ سے ممتاز تھا پھیری اور اوچ و بیکانیر کی راہ سے جودھپور کی جانب جو رائے مالدیو کا دارالسلطنت تھا روانہ ہوا۔ جب جودھپور سے دس کوس پر پہنچا معلوم ہوا کہ رائے مالدیو شیر خاں کے خوف اور پست فطرتی کی وجہ سے سر میں خیال فاسد رکھتا ہے لہٰذا اسکے پاس جانا دانائی سے بعید سمجھ کر معتبر لوگوں کو اسکے مافی الضمیر کی تحقیق کے لئے پوشیدہ طور سے بھیجا۔ وہ خبر لائے کہ فی الواقع وہ ارادہ باطل رکھتا ہے۔ مجبوراً وہاں سے لوٹا۔ چونکہ ریگستان کا راستہ طے کرنا تھا اونٹوں پر سوار ہو جیسلمیر کو روانہ ہوا۔ راستہ میں تین دن رات پانی نہ ملا۔ پانی نہ ملنے

اور غلہ کے نہ ہونے سے اکثر لوگ تلف ہو گئے۔ ہزاروں مصیبتوں سے امرکوٹ کے قلعہ میں پہنچے۔ راناپرشاد وہاں کے حاکم نے ہمایوں کے آنے کو غنیمت جان کر خدمت کے شرائط ادا کئے۔ اس قلعہ میں پہنچنے کے بعد پانچویں رجب ۹۴۹ھ ہجری میں مقصدوری کے برج کا ستارہ مطلع امید سے روشن ہوا یعنی شاہزادہ جلال الدین محمد اکبر حمیدہ بانو بیگم کے بطن سے کہ اس عفیفہ کا نسب زبدۂ اولیائے کرام حضرت زندہ پیل احمد جام تک پہنچتا ہے اور ہمایوں بادشاہ نے نواح ٹھٹھہ میں پہنچنے کے بعد اس سے نکاح کیا تھا پیدا ہوا **صفحہ ۲۰** منجمان صحیح نظر اور ستارہ شناسان نیک اختر نے اس کا زائچہ دیکھ کر بیداری بخت اور بلندی طالع اور خلود عہد، سلطنت اور ارتقائے جاہ و دولت اور ازدیاد عمر و شوکت کی خوشخبری پاکر ہمایوں کو بشارت دی۔

ان حضرت نے مراسم حمد و سپاس درگاہ واہب العطایا میں ادا کئے اور کچھ عرصہ اس سرزمین میں بسر کر کے ان حدود سے دل ہٹا لیا اور ارادہ کیا کہ قندھار جا کر بیگمات کو وہاں چھوڑ دیں اور خود آرزو کا قدم راہ تجرد میں رکھ کر مکہ معظمہ کو روانہ ہو جائیں۔ اسی وجہ سے حاکم ٹھٹھہ سے صلح کر کے چل دیئے۔ جب قندھار کے نواح میں پہنچے۔ میرزا عسکری جو کامران میرزا کی طرف سے وہاں تھا قلعہ بند ہو کر آمادۂ جنگ ہو گیا اور ہمایوں کے سامان کی کمی کو دیکھ کر چاہا کہ اسکو گرفتار کر لے ہمایوں بمقتضائے وقت جنگ مناسب نہ سمجھ کر آگے کو روانہ ہوا۔ جب قندھار سے ایک منزل آگے نکل گیا۔ میرزا عسکری نے قلعہ سے نکل کر ہمایوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ یہ خبر سنتے ہی تیزی سے چل کر بعض حرم سرا کے متعلقین کے ساتھ بھاگ نکلا۔ میرزا عسکری نے اسکے خیمہ گاہ پر پہنچ کر لشکر کو لوٹا اور شاہزادہ محمد اکبر جو اس ماہ سرشت کے ہاتھ آگیا تھا قندھار میں لاکر کچھ عرصہ بعد کابل میں کامران میرزا کے پاس بھیج دیا۔

چونکہ خدا کی حکمتوں کے پردوں میں طرح طرح کی مصلحتیں اور نامرادیوں کے پردوں میں ہزاروں مرادیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ اس انقلاب میں ہمراہیوں اور ہم نشینوں۔ بھائیوں اور عزیزوں میں سے لوگوں کی جانچ ہو گئی۔ ہمایوں نے رنجیدہ ہو کر چاہا کہ ترک و تجرد کے جنگل میں قدم رکھے اور مقصود حقیقی کا دامن پکڑے یا تنہائی کا گوشہ اختیار کر کے ابنائے زمانہ کی آنکھوں سے علیحدہ رہے لیکن ہمراہیوں کی منت سماجت سے اور وفاداروں کی پاس خاطر سے جو اس سفر پر خطر میں مراسم اخلاص و جاں نثاری ادا کر رہے تھے یہ ارادہ فسخ کر کے عراق اور خراسان کی طرف بڑھا۔ جب حدود خراساں میں پہنچا ہرات کے امیرالامرا کو اپنی آمد کی اطلاع دی۔ اس نے جواب میں لکھا کہ ان حدود میں مقصد اور آرام سے رہ کر ایک خط پادشاہ سلیمان جاہ طہماسپ صفوی کو لکھیں۔ جواب آنے پر جو ان کی مرضی ہو گی عمل میں لائی جائے گی۔ ہمایوں نے اپنے قلم سے اس پادشاہ سلاطین پناہ کو ایک خط جو ان حوادث پر مشتمل تھا کہ جو پیش آئے مختصراً لکھ کر مرضی معلوم کی۔ یہ شعر بھی اس میں لکھا تھا

شعر۔ ہمارے اوپر جو گذرنی تھی وہ گذر گئی۔ کیا پہاڑ میں کیا صحرا میں کیا جنگل میں

جب ہمایوں کا خط اس خاندان شرف و سیادت کے بہترین فرزند کے پاس پہنچا تو جوانمردی جبلی اور سلطنت فطری کے اقتضا سے ایک فرمان خراسان کے امیر الامرا کے نام اور اس ملک کے تمام حکام اور عاملین کے نام ہمایوں کی ضیافت اور مہمانداری کے بارہ میں نہایت احترام و عزت اور احتشام کے ساتھ بڑی تاکید سے لکھ کر مہمانداری کے تمام جزوی امور کو اس میں درج فرمایا اور تاکید کی کہ ہر جگہ ہمایوں بادشاہ کی خدمت کر کے اپنے سے راضی کریں اور نہایت آرام و آسائش کے ساتھ ہمارے پاس بھیج دیں۔ اور ایسا برتاؤ کریں کہ کسی طرح انکی خاطر عاطر پر غبار ملال نہ بیٹھے اور ہمایوں بادشاہ کو بھی ایک خط جواب میں متضمن تشریف آوری و آرزوے ملاقات نہایت دلجوئی اور مروت سے لکھا اور یہ شعر خواجہ حافظ حنفی کے عنوان پر لکھا ؎ صفحہ ۲۱

اگر ہمارے مقام پر تیرا گذر ہو جائے تو اوج سعادت کا ہما ہمارے جال میں پھنس جائے

اور شہزادہ کے اتالیق کو جو جانشین اور حاکم خراسان تھا لکھا کہ جب ہمایوں دار السلطنت ہرات میں پہنچے تو شاہزادہ کو استقبال کے لئے لے جا کر پدری اور پسری ادب کے ساتھ اس بادشاہ والاجاہ سے ملاقات کرائیں اور شہر میں داخل ہونے کے وقت اور راستہ چلنے میں شاہزادہ بیٹوں کے قاعدہ سے بادشاہ کی رکاب میں چلے اور اگر بادشاہ بگڑے وقت کا خیال کر کے ملاقات اور راستہ چلنے میں انکساری کریں تو بخوبی عرض کر کے اس قسم کے سلوک سے روکے۔ ہمایوں جواب باصواب پہنچنے کے بعد ذیقعدہ ۹۵۰ھ ہجری کی چاندرات کو ہرات میں پہنچا۔ محمد خان حاکم ہرات نے بموجب فرمان عالیشان شاہ طہماسپ شہنشاہ ایران کے مراسم مہمانداری و لوازم خدمت گزاری بجا لایا۔ شاہی حکم کے بموجب شاہزادہ مراد میرزا کو استقبال کے لئے لے گیا اور بزرگی کے لوازم عزت و احترام کے ساتھ پورے کر کے ہمایوں بادشاہ سے ملاقات کی اور تمام اسباب سلطنت اور ہر قسم کی سفر کی ضروریات پوری کیں تاکہ شاہ والا جاہ کے ملاقات کی جگہ تک کسی چیز کی ضرورت نہ پڑے۔ ہمایوں نے کچھ عرصہ ہرات میں قیام فرما کے اور تمام باغوں اور مرقد خواجہ عبداللہ انصاری اور دوسرے اولیائے عظام کے مزارات کی زیارت کر کے روانہ ہوا اور جام میں حضرت زندہ فیل احمد جام کے مزار کی زیارت کی اور وہاں سے مشہد مقدس طوس میں پہنچ کر روضہ رضویہ علی مشرفہا السلام والتحیہ کی زیارت سے کامیاب ہوا۔ شاہ قلی خان استجلو وہاں کے حاکم نے مناسب ضروریات و لوازم خدمتگذاری میں کوشش کی اور ایسے ہی بموجب حکم شاہی شہروں اور قصبوں اور گاؤں کے حکام نے جو راستہ میں تھے ہر ایک نے حتی الامکان و مقدور خدمت کی۔ اور نیشاپور میں فیروزہ کی کان کی سیر کی۔ اندر ایک غار میں ایک چشمہ ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی ملی چیز اسکے اندر گر جاتی ہے تو پیدا

میں طوفان آجاتا ہے۔ اور ہوا و گرد کے زور سے آسمان تاریک ہو جاتا ہے۔ یہ تماشا بچشم خود دیکھا ماں بیان کی ہوئی جگہوں کی سیر کے بعد آگے بڑھا۔ جب دارالسلطنت کے قریب پہنچا تو اہل لشکر اور ارکان و اعیان دولت اور امرائے نامدار اور وزراے ذوی الاقتدار اور باشندے شاہی حکم کے مطابق استقبال کے لئے نکلے۔ **صفحہ ۲۲** جب ہمایوں نزدیک پہنچا تو شاہ سلیمان مرتبت بھی شہر سے نکلا اور ا ہر دو سلاطین کے درمیان ملاقات ہوئی اور مروت و جوانمردی کی وجہ سے تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا اور بڑا جشن ترتیب دے کر لوازم ضیافت و مہمانداری ایسے کہ جو طرفین کے لائق ہو سکتے ہیں وقوع میں آئے اور ہر روز نئی مجلس آراستہ کر کے محبت و اتحاد بڑھاتا رہا اور مہمان عزیز کی خاطرداری اور دلجوئی کے لئے داد عیش و عشرت دیتا رہا۔ اور طرح طرح ہدیہ اور تحفے منتخب عراقی گھوڑوں کے طلائی زینوں اور مرصع لگاموں اور عمدہ دگدگیوں کے ساتھ اور تربیت یافتہ خچر اور شترہائے صبا رفتار عجیب جسم والے مادہ و نر اور بکثرت تلواریں اور خنجر اور جڑاؤ پیٹیاں اور نقدیوں کی تھیلیاں اور نفیس کپڑے اور بہترین پوستین قاقم و سنجاب و سمور و خز وغیرہ کے اور پہننے کے کپڑے زربافت و مخمل و اطلس و شجر فرنگی و یزدی و کاشی اور بہت سے طشت و آفتابہ اور شمعدان زر و نقرہ جن میں یاقوت اور موتی جڑے ہوئے تھے اور بہت سے سونے اور چاندی کے تھال اور مزین خیمے اور عمدہ فروش جو خوبی اور کلانی میں نادرۂ روزگار تھے۔ اور تمام اسباب شاہانہ تواضع فرمائے۔ اور رکاب ہمایونی کے تمام ہمراہیوں کو ہر ایک کے حال کے موافق نقد و جنس عطا کر کے جداجدا مہربانی کی۔ اور ہر ایک کی حالت کے موافق رعایت کر کے ہمایوں بادشاہ نے بھی اس جشن عالی میں دو سو پچاس قیمتی بدخشانی لعل تحفہ کے طور پر شاہ والاجاہ کو اس طرح نذر کئے کہ طرفین کی مسرت کا باعث ہوئے۔ اور متعدد مجلسیں عیش و عشرت میں گذریں۔ **ابیات**

(۱) دو صاحب قرانوں نے ایک محفل میں خورشید و ماہ کی مانند قران کیا۔

(۲) دو مبارک ستارے ایک برج میں جمع ہوئے اور دو عمدہ گوہر ایک ڈبیا میں جمع ہوئے

(۳) دو ستارے کہ جن سے آسمان کی زینت ہے۔ ایک میدان میں فرقدین کی مانند جمع ہوئے

(۴) دو جہاں بین آنکھیں باہم معنان ہوئیں۔ دو ابرو دو کمانی طرح دونوں جھکے۔

(۵) دو نور بصر چشم اقبال کے۔ اور وصال کی دو مبارک عیدیں۔

اثنائے گفتگو میں شاہ والاجاہ نے پوچھا کہ شکست اور ہندوستان سے نکلنے کا سبب کیا ہوا؟ ہمایوں نے کہا کہ ہمراہیوں کی بے وفائی اور بھائیوں کا نفاق۔ بہرام میرزا شاہ طہماسپ صفوی کا حقیقی بھائی

اس بات سے آزردہ خاطر ہو کر چاہتا تھا کہ ہمایوں بادشاہ کے معاملہ میں گڑبڑ ڈال دے۔ سلطان سلیمان شاہ نے مہمان نوازی اور غریب پروری سے بعید سمجھ کر اسکی باتوں پر توجہ نہ کی اور کئی مرتبہ بزم نشاط و انبساط جو شاہان ذوالاقتدار کی شان کے موافق ہوتی ہے آراستہ کی۔ صفحہ ٢٣ اور چند مرتبہ شکار قمرغہ کا تماشا دکھا کر مہمان کی خاطر شکستہ اور دل گرفتہ کا زنگ دور کرنے والا ہوا۔ تقریباً تین سال ہمایوں بادشاہ اس سرزمین عیش و عشرت میں بسر کرتا رہا۔ جب یہ مدت گزر گئی تو شاہ والا ہمت نے مراسم اخلاص مہمانی ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ ہم کو اپنا چھوٹا بھائی تصور کر کے اعانت و امداد کے لئے آمادہ سمجھیں اور جو کچھ مطلوب ہو بے تکلف اظہار فرمائیں تاکہ حسب مقدور کمک ضروری اور لائق ہو پوری کر دی جائے اور ہمارے چلنے کی ضرورت ہو تو ساتھ چلیں۔ ہمایوں بادشاہ نے عنایتوں کا شکریہ ادا کر کے مدد کے لئے استدعا کی۔ شاہ سلیمان جاہ نے جملہ اسباب سلطنت مہیا کر کے اپنے بیٹے شاہزادہ سلطان مراد میرزا کو بارہ ہزار جرار سواروں کے ساتھ ہمایوں کی کمک کے لئے مقرر کیا اور اسکی قیامگاہ پر تشریف لا کر رخصت کیا اور ہمایوں وہاں سے روانہ ہو کر اردبیل کی سیر اور اس ملک کے بزرگوں کے مزاروں کی زیارت کر کے بعد قطع مراحل اور طے منازل کے شاہی کمکی لشکر کے ساتھ حوالی قندھار میں نزول اجلال فرمایا۔ میرزا عسکری نے قلعہ بند ہو کر قلعہ داری کے مراسم میں بڑی کوشش کی اور تین ماہ کے بعد عاجز ہو کر بابر بادشاہ کی ہمشیرہ خانزادہ بیگم کے وسیلہ سے جسکو کامران میرزا نے سفارش کے لئے کابل سے قندھار بھیجا تھا خدمت میں پہنچا اور قلعہ کی کنجیاں حوالہ کر دیں۔ ہمایوں نے قلعہ پر قبضہ کر کے عسکری میرزا کو قید میں محفوظ رکھا۔ چونکہ بادشاہ طہماسپ سے طے پایا تھا کہ فتح کرنے کے بعد قندھار بادشاہی نگہبانوں کے سپرد کر دیں۔ بنا برایفائے وعدہ قلعہ کو بداغ خان کی جو ملک کا سردار تھا سپرد کر دیا۔ تقدیر کے مطابق بادشاہ کا بیٹا شاہزادہ سلطان مراد میرزا مر گیا۔ ہمایوں نے بداغ خان پر ستمگاری اور مردم آزاری کی تہمت لگا کر قندھار کے قلعہ کو مکر و حیلہ کے ساتھ اسکے ہاتھ سے نکال لیا اور اپنے آدمیوں کو سپرد کر کے اس بارے میں شاہ سلاطین پناہ کو معذرت لکھی اور اس والا ہمت نے مروت کی وجہ سے قبول کر لی۔ ہمایوں قندھار کے مہمات کا نظم و نسق کر کے کابل کی طرف بڑھا۔ اور کامران میرزا قلعہ کابل سے نکلا اور تھوڑی سی لڑائی میں بھاگ کر غزنین کی طرف چلا گیا اور وہاں سے شاہ حسین میرزا حاکم ٹھٹھہ کے پاس پہنچا۔ ہمایوں فتح و فیروزی کے ساتھ قلعہ کابل میں داخل ہو کر اپنے فرزند دلبند شاہزادہ محمد اکبر کے دیدار سے جو کامران میرزا کے پاس قلعہ کابل میں مقید تھا۔ اور میرزا نے جنگ کے لئے باہر آتے وقت اسکو اسی جگہ چھوڑ دیا تھا خوشی اور مسرت کے ساتھ کامیاب ہوا۔ اور خوشی کا جشن ترتیب دیکر اپنے نور دیدہ کے شعور کا امتحان لینے کے لئے اسکی والدہ کو چند عورتوں کے درمیان

کھڑا کر کے فرمایا کہ اپنی ماں کو پہچان ۔ باوجودیکہ شروع ولادت سے اسوقت تک اسکی عمر کو چار سال گزر گئے تھے اور اس عرصہ میں اپنی ماں سے جدا رہا تھا مگر شعور خداداد اور از روئے پیدائش اپنی ماں کا جز اور کل ہونے کی وجہ سے اتنی عورتوں میں اپنی ماں کی گود میں جا بیٹھا۔ صفحہ ۲۴ یہ حال دیکھ کر جو غرابت سے خالی نہ تھا حرم کی بیگمات میں شور مچ گیا اور ہمایوں نے متحیر ہو کر الطاف ایزدی کو اس تازہ نہال چمن اقبال کے شامل حال سمجھا الغرض کچھ عرصہ کابل میں داد عشرت دے کر شاہزادہ کو کابل میں چھوڑ کر بدخشاں کی طرف بڑھا اور وہاں کے حاکم میرزا سلیمان سے جنگ کی اور مظفر و منصور ہوا۔ ان اطراف میں ہمایوں کی طبیعت مرکز اعتدال سے منحرف ہو گئی اور سخت بیماری میں مبتلا ہو گیا ۔ چند روز غشی اور بیہوشی طاری رہی۔ اور ناخوش خبریں زبانوں پر جاری ہو گئیں ۔ چند روز بعد اسکی حالت میں افاقہ ہوا اور پریشانی کو تسکین ہوئی اور برہمی کا بندوبست ہوا لیکن کامران میرزا نے جو ہمایوں کا بھائی اور کینہ و نفاق سے سراسر بھرا ہوا دل رکھتا تھا پہلی ہی خبر سنتے ہی سرور ہو کر حاکم ٹھٹھ سے کمک لی عجلت کے بازووں کے ساتھ روانہ ہو کر بے خبر کابل میں پہنچ کر قلعہ پر قابض ہو گیا۔ اور طرح طرح کے ظلم و ستم لوگوں پر کر کے اکثر کو بے گناہ مار ڈالا۔ جب یہ بات ہمایوں کے کان میں پہنچی بدخشاں سے کابل کی طرف بڑھا قلعہ کا محاصرہ کر کے قلعہ بندوں کا قافیہ تنگ کر دیا۔ کامران میرزا نے جور و جفا کا ہاتھ امرائے پادشاہی کی بیویوں پر جو قلعہ میں رہ گئی تھیں اور امرائے مذکور رکاب ہمایوں میں تھے دراز کیا۔ عورتوں کے پستان باندھ کر قلعہ کے کنگرہ سے لٹکا دیا اور چھوٹے چھوٹے بچوں کا سر تن سے جدا کر کے پادشاہی مورچلوں میں ڈال دیا۔ اس زعم غلط میں کہ شاید امرا یہ حال دیکھ کر رکاب ہمایونی سے جدا ہو جائیں گے اور نہ سمجھا کہ یہ حرکت عناد کی زیادتی کا باعث اور امرائے غیرت شعار کے دلوں میں عداوت کا رسوخ ہو جائے گا۔ امرائے مخلص و فا پیشہ حمیت کیش نے اسکی بے حیائی کی پرواہ نہ کر کے اور قلعہ کے محاصرہ میں ثابت قدمی دکھا کر داد مردانگی دی۔ جب کامران میرزا نے دیکھا کہ اس طرح بھی کام نہیں چلتا نہایت بیرحمی اور سنگدلی پر عامل ہو کر اپنے بھتیجے شاہزادہ محمد اکبر کو جو کابل میں رہ کر میرزا کے ہاتھ آ گیا تھا توپ خانہ بادشاہی کے سامنے قلعہ کے کنگرہ سے لٹکا دیا۔ خدا کی مدد اور حفاظت اس خوش نصیب کے شامل حال ہوئی اور اسکو مطلق تکلیف نہ پہنچی۔

نظم

(۱) جسکی خدا حفاظت کرے اگر آسمان سے پتھر بھی برسیں

(۲) اسکو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور کسی تکلیف سے آزردہ نہ ہو گا۔

کامران میرزا نے اپنے اعمال کے وبال سے کوئی کام نہ نکال سکا۔ آخر کار سراسیمہ ہو کر قلعہ سے نکل کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ہمایوں فتح و فیروزی کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوا اور شاہزادہ محمد اکبر کو محبت کی گود میں لیا۔

صفحہ ۲۵ اور خوشی کی محفل آراستہ کی۔ کامران میرزا شکست کے بعد بلخ میں گیا اور پیر محمد خان والی توران سے التجا کی۔ پیر محمد خان نے بدخشاں کو میرزا سلیمان سے نکال کر کامران میرزا کو وہاں مقرر کر دیا اور اپنی جگہ لوٹ آیا۔ بعض امرائے نفاق سرشت اور مفسد بدخشاں میں کامران میرزا کا قبضہ سن کر ہمایوں سے جدائی اختیار کر کے تین ہزار کے قریب کابل سے فرار ہو کر بدخشاں پہنچے۔ ہمایوں اس بدانجام جماعت کے فرار کے بعد کامران میرزا کی شورش رفع کرنے اور کفران نعمت کرنے والے امرا کی تادیب کے لئے کابل سے روانہ ہوا۔ اس طرف کا ارادہ کرتے وقت یادگار ناصر میرزا کو جو مفسدوں کا سرگروہ قلعہ کابل میں مقید تھا ملک عدم کا مسافر بنا دیا۔ **بیت**

جو آگ تمام دُنیا کو جلا دے اس کا علاج سوائے بجھانے کے کچھ نہیں ہو سکتا۔

منزلیں طے کرتا طالقان کے نزدیک پہنچ کر کامران میرزا پر مظفر و منصور ہوا۔ اور میرزا بھاگ کر قلعہ طالقان میں قلعہ بند ہو گیا اور ہمایوں نے قلعہ کا محاصرہ کر کے اسکا قافیہ تنگ کر دیا۔ میرزا نے عاجز ہو کر اطاعت قبول کر لی اور مکہ معظمہ جانے کی رخصت چاہی اور قلعہ سے نکل کر عازم ہوا اور جو امیر کابل سے بھاگے تھے سب کو پکڑ کے ہر ایک کی گردن میں شمشیر اور ترکش ڈال کر حضور میں لے آیا۔ ہمایوں نے حقوق رفاقت اور رحم کی وجہ سے اس جماعت کے جرائم معاف کر دیئے اور ہر ایک کو عنائت سے سرفراز فرمایا۔ پانچ روز کے بعد کامران میرزا نے جو کعبہ کا عازم تھا راستہ سے لوٹ کر ہمایوں کی خدمت میں سعادت حاصل کی اور ہزاروں عنایت کا مورد ہوا۔ ہمایوں اوّل تو سلطنت کی شان کے مطابق میرزا سے ملا پھر برادرانہ طریقہ سے ملاقات کی اور لپٹ کر خوب رویا۔ چونکہ لاہور سے جدا ہونے کے بعد درمیان میں جدائی رہی تھی اور نو سال کے بعد ملاقات ہوئی تھی عیش و عشرت کی محفل آراستہ ہوئی اور عیش و مسرت کی داد دی گئی۔ جب مجلس ختم ہوئی۔ تو گولاب اور بدخشاں کے بعض حصے کامران میرزا کو مرحمت فرمائے۔ عسکری میرزا جو اسوقت تک قندہار میں زندان مکافات میں گرفتار تھا اسکو رہا کر کے میرزا کے حوالہ کیا اور اسی طرف جاگیر دے کر فتح و فیروزی کے ساتھ کابل کو لوٹا۔ کابل کے مہمات کا انتظام اور عیش و کامرانی کے حصول کے بعد ۹۵۶ھ ہجری میں بلخ فتح کرنے کے لئے چڑھائی کی اور ایک عمدہ جماعت کے ساتھ اس طرف بڑھا۔ اور ایک فرمان کامران میرزا اور دوسرے شہزادوں کی طلبی کے جو ان حدود میں تھے صادر ہوا شاہزادے اور امرا ایک عمدہ لشکر کے ساتھ خدمت میں آئے مگر کامران میرزا نے بہانوں میں ٹالا اور ہمایوں کوچ کرتا ہوا روانہ ہوا۔ اس ملک میں پہنچنے کے بعد تھوڑی سی لڑائی میں قلعہ چھین لیا۔

صفحہ ۲۶ اسکے بعد بلخ میں نزول اجلال کا اتفاق فرمایا۔ وہاں کے حاکم پیر محمد خان نے صفیں آراستہ کیں اور جنگ کے لئے آمادہ ہوا اور زبردست لڑائی ہوئی۔ آخر مخالف لشکر کو شکست ہوئی اور پیر محمد خان میدان سے نکل کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ہمایوں مخالف کے تعاقب اور تسخیر بلخ کا مصمم ارادہ رکھتا تھا لیکن امراکی نا اتفاقی اور کامران میرزا کی مخالفت کی شہرت کی وجہ سے اور اسکے کابل کی طرف آنے کا ارادہ رکھنے سے یہ ارادہ پورا نہ ہوا اور بنا بنایا کام بگڑ گیا۔ اور ضرورت وقت سے بلخ کی تسخیر ملتوی کر کے کابل کو روانہ ہوا۔ کابل کے قلعہ میں داخل ہو کر عیش و عشرت میں پڑ گیا۔ کامران میرزا نے گولاب سے بدخشاں اور اسکے نواح میں لشکر کشی کی اور میرزا سلیمان اور میرزا ہندال سے جنگ کی اور وہاں کوئی کامیابی حاصل نہ کر کے کابل کا رخ کیا۔ ہمایوں یہ خبر سن کر اسکے دفع کرنے کے لئے بڑھا۔ قبچاق میں عود ہند کے متصل دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی اور آتش کارزار مشتعل ہوئی۔ ہمایوں قلب لشکر میں ایک پشتہ پر کھڑا ہوا اپنے نوکروں کا حال جانچ رہا تھا۔ دیکھا کہ بعض امرا ادبار کی خاک اپنے فرق روزگار پر ڈال کر کامران کی طرف روانہ ہوگئے اور بعض جانے کے لئے آمادہ ہیں اور معاملہ دگرگوں ہو گیا۔ یہ حال دیکھ کر قہر و غضب اور غلبہ غیرت سے اپنے ہاتھ میں سنان جانستان لے کر مخالف فوج پر حملہ کیا یکا یک ایک تیر شاہی گھوڑے کے لگا اور دشمن کا لشکر غالب ہوا اور ہمایوں کا لشکر مغلوب ہو کر بھاگ نکلا۔ شعر

(۱) جب تو دیکھے کہ تمام لشکر نے پیٹھ دکھادی تو اپنی عزیز جان برباد نہ کر
جب تو دیکھے کہ یار یار نہیں تو میدان سے بھاگ جانے کو غنیمت جان

مجبور ہو کر گھوڑا دوڑاتا ہوا ضحاک کی طرف روانہ ہوا اور ضعف کی وجہ سے جو حملہ کرنے کی وجہ سے لاحق ہوا تھا اپنے بزرگ جسم سے زرہ اتار کر ایک خدمتگار کی سپرد کر دی اس نے بیوقوفی سے وہ زرہ راستہ میں ڈال دی اور چل دیا۔ جب کھمرد کے نزدیک پہنچا تو نزول اجلال فرمایا۔ ایک شخص نے اس طرف سے آواز دی کہ اے قافلہ والو تمہیں بادشاہ کی بھی کچھ خبر ہے؟ ہمایوں نے خود فرمایا کہ تو کیا کہتا ہے اور تمہیں بادشاہ کی کیا خبر معلوم ہے؟ کہا کہ بادشاہ میدان جنگ سے زخمی ہو کر نکلا ہے پھر کسی نے اسکو نہیں دیکھا ہمایوں نے اپنا چہرہ اسکو دکھایا اور بادشاہ کا منہ دیکھ کر اسکو تسلی ہوگئی۔ کامران میرزا کے لوگوں نے ہمایوں کی زرہ کو جو راستہ میں ان کو ملی تھی میرزا کے سامنے پہنچایا۔ اس نے ہمایوں کو اس دنیا سے کوچ کیا ہوا تصور کر کے خوشیاں منائیں۔ اور وہاں سے کابل کا رخ کر کے قلعہ مسخر کر لیا اور شاہزادہ محمد اکبر کو قید کر لیا۔ تین مہینے بعد ہمایوں پھر لشکر کا بندوبست کر کے کابل پر چڑھا اور کامران میرزا یہ خبر سنتے ہی اپنے آدمیوں کو قلعہ میں چھوڑ کر اور شاہزادہ محمد اکبر کو مقید اپنے ساتھ لے کر جنگ کے ارادہ سے باہر آیا۔

صفحہ ۲۷ ہمایوں نے مہربانی سے ایک فرمان مشتمل بر نصائح ارجمند جو اس گوش ہوش کا گوشوارہ ہو سکتی تھیں صادر فرمایا۔ میرزا نے جواب میں لکھا کہ اس طرح کہ قندھار تمہارے قبضہ میں ہے کابل میرے قبضہ میں ہے اس شرط پر صلح ہو سکتی ہے۔ ہمایوں نے پھر لکھا کہ اگر راستی اور درستی کا سیدھا ارادہ ہے تو اپنی بیٹی کو شاہزادہ محمد اکبر کے نکاح میں دیدو۔ تاکہ کابل ان کو عنایت ہو جائے اور ہم ہندوستان کی تسخیر کیلئے کمر ہمت باندھیں۔ میرزا چاہتا تھا کہ یہ شرط قبول کرلے مگر منافق امرا نے نہ کرنے دیا اور نتیجہ لڑائی پر پہنچا اور چار بکاران کے قریب سخت لڑائی ہوئی اور میرزا کامران تاب نہ لاکر بھاگ کھڑا ہوا اور افغانستان کی طرف چلا گیا۔ اور میرزا عسکری پھر قید ہو گیا۔ شعر

شاہ لشکر شکن کی فتح سے فوج کے جسم میں نئی روح آگئی۔

شاہزادہ محمد اکبر جو کامران میرزا کی قید میں تھا ہمایوں کی خدمت سے مشرف ہوا اور ہزاروں خوشیوں کا باعث ہوا اور مفرور ہوگیا کہ اسکے بعد شاہزادہ رکاب اعلیٰ سے جدا نہ ہوا اور وہاں سے کابل کو روانہ ہوا اور میرزا عسکری کو زنجیر بستہ میرزا سلیمان کے پاس بدخشاں میں بھیج دیا کہ بلخ کے راستہ سے مکہ معظمہ کو روانہ کردے۔ میرزا عسکری نہایت شرمندہ ہوکر کعبتہ اللہ کو روانہ ہوگیا اور ۹۶۵ ہجری میں مکہ اور شام کے درمیان اسکی زندگی کے دن موت کی شام میں پہنچ گئے (یعنی مرگیا) کامران میرزا بھاگنے کے بعد تجرد کے طریقہ سے قلندروار سیر کے گاؤں سے جو شاہی کی طرف جو اسوقت جلال آباد کے نام سے موسوم ہے بھاگ گیا اور خلیلی اور مہمندی پٹھانکو فی اعانت سے دو تین مرتبہ جمعیت اکٹھی کرکے بادشاہی فوج پر جو اسکے پیچھے متعین ہوئی تھی جنگ کرکے شکست کھا گیا۔ ہمایوں نے شورش فرو کرنے کے لئے کابل سے کوچ کیا۔ جب گندمک کے قریب پہنچا کامران میرزا نے صبح کے وقت افغانوں کے لشکر کی امداد سے شبخون مارا اور ناکام واپس گیا لیکن میرزا ہندال اس شبخون میں ایک افغان کے ہاتھ سے نادانستہ مارا گیا اور ہمایوں کو بہت صدمہ ہوا اور اپنے باپ بابر بادشاہ کے مزار کے قریب کابل کے راستہ میں دفن کیا۔ المختصر ہمایوں موضع بہسود میں جو ملک ننگرہار کے اضلاع میں سے ہے جاڑوں کا موسم گزرنے تک ٹھہر رہا۔ جب موسم ختم ہوا اور جاڑے کی شدت میں کمی ہوئی تو پٹھانوں پر جن کی پناہ میں کامران میرزا گیا تھا حملہ کیا۔ طلوع کے ساتھ ایک گھڑی رات گئے تک لڑائی ہوئی اکثر افغان وحشت آباد عدم میں پہنچ گئے کامران میرزا وہاں سے نکل کر بھاگ گیا۔ میرزا کے فتنہ سے جمع خاطر ہوکر کابل کو لوٹا۔ کامران میرزا نے تنگ آکر ہندوستان کا رخ کیا اور سلیم شاہ پسر شیر شاہ کے پاس جو باپ کے مرنے کے بعد ہندوستان کا تخت نشین ہوا تھا۔ اور اسوقت پنجاب میں گکھڑوں کی مہم میں مشغول تھا قصبہ بن میں پہنچا۔ صفحہ ۲۸ سلیم شاہ نے اپنے بیٹے آواز خان اور مولانا عبداللہ سلطان پوری اور دوسرے امرا کو استقبال کے لئے بھیج کر اپنے پاس بلایا۔

جموں کی مہم سے فرصت پانے کے بعد میرزا کو ہمراہ لے کر دہلی کا ارادہ کیا اور چاہتا تھا کہ اس کو قید کرلے۔ میرزا اس بات سے مطلع ہو کر منزل ماچھی واڑہ میں موقع پا کر یوسف آفتابچی کو اپنے کپڑوں میں سلا کر بھاگ گیا اور راجہ بگھاٹ کے پاس جو سرہند سے بیس کوس پر واقع ہے پناہ لے کر وہاں سے راجہ کھلور کے پاس جو پہاڑی رجاؤں میں اپنی کثرت فوج اور ملک کی وجہ سے ممتاز تھا چلا گیا۔ جب وہ بھی مر گیا تو حیران ہو کر نگرکوٹ پہنچا اور وہاں سے جموں آیا وہاں نہ ٹھہر سکا۔ بڑی مشقت کے ساتھ سلطان ادہم کے پاس جو اس وقت بادشاہوں کا مطیع نہ تھا اور بطور خود حکومت کرتا تھا پہنچا۔ سلطان ادہم نے میرزا کو روک کر ایک عرضداشت ہمایوں کے آنے کی استدعا کرتے ہوئے بھیجی وہ شاہزادہ اکبر کے ہمراہ بنگشات کے راستہ سے بڑھ کر دریائے سندھ سے گزرا۔ سلطان نے دولت خواہی کے مراسم ادا کر کے کامران میرزا کو ہمراہ لے کر مقام پرہالہ میں ہمایوں کی خدمت میں لے آیا۔ چونکہ میرزا بڑے بھاری قصوروں کا مصدر ہوا تھا۔ اور ہمایوں اسکی بے اعتدالی اور متواتر نفاق سے تنگ اور حیران اور فوج والے بھی عاجز آ گئے تھے اور بابر بادشاہ نے مرتے وقت ہمایوں کو وصیت کی تھی کہ بھائی تیرے ساتھ کتنی ہی بدی کریں تو انکے مارنے کا ارادہ نہ کرنا۔ باپ کا حکم ماننے کی وجہ سے میرزا کی جان نہ لینے کا ارادہ کر کے اس کی آنکھ میں سلائی پھیر دی اور نور بصر سے معطل کر کے مکہ معظمہ کو چلتا کر دیا۔ میرزا نے اس مقدس جگہ اور پاک مقام میں پہنچ کر تین حج کرنے کے بعد ۹۶۴ھ ہجری میں انہی اطراف میں اپنی زندگی کی امانت خالق کائنات کو سپرد کر دی اور ہمایوں میرزا کو مکہ کی طرف رخصت کرنے کے بعد کابل میں پہنچ کر عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔ اور مبارک سلطنت کے بازو جو حوادث سے غبار آلود ہو گئے تھے سرچشمہ افضال الٰہی سے دھل گئے۔ اب ذرا سا حال شیر شاہ کا تحریر میں لانا اور بادشاہوں کی تاریخ پڑھنے والوں کے لئے تحفہ چھوڑ جانا ضروری سمجھ کر لکھا جاتا ہے:۔

ذکر شیر شاہ نامش فرید خان سور از اولوس افاغنہ

جس وقت کہ سلطان بہلول لودی فرمانروائے ہندوستان تھا۔ اس کا دادا ابراہیم خان گھوڑوں کی تجارت کرتا تھا۔ ولایت روہ سے نکل کر موضع نملہ ضلع نارنول میں آکر وطن بنایا۔ سلطان سکندر بن بہلول لودی کے عہد میں جمال خان حاکم جونپور کے پاس نوکر ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا حسن خان جو فرید خان کا باپ ہے جمال کی خدمت میں اپنی دانائی اور تجربہ کاری ظاہر کر کے ترقی کر گیا۔ صفحہ ۲۹ اور پرگنہ سہسرام اور ٹانڈہ اضلاع رہتاس میں سے اسکی جاگیر میں اور پانسو سوار اس کے ہمراہ مقرر ہو گئے۔ حسن خان ایک کنیز پہ مائل تھا اور اسکی اولاد کو بہت چاہتا تھا اور فرید خان اور اسکے بھائی کو نظر سے گرا دیا تھا۔

فرید خان فرط غیرت سے شروع جوانی میں باپ کی صحبت ترک کر کے جونپور چلا گیا اور جمال خان کے ساتھ رہنے لگا اور علم عربی میں رغبت کر کے صرف و نحو پڑھی۔ باپ نے ہر چند بلایا سہسرام کو نہ لوٹا۔ اسکی بے توجہی کو اپنے بارے میں اور کنیز اور اسکی اولاد کے غلبہ کو جمال خان سے ظاہر کیا یہاں تک کہ اسکا باپ متفکر ہو کر جونپور گیا اور قیل و قال کے بعد اور عزیزوں اور بھائیوں کی نصیحت کے بعد فرید خان کو اپنی جاگیر کا مدار المہام بنا کر سہسرام کو رخصت کیا۔ فرید خان جو اپنی رائے کی درستی اور انوار عقل سے بہرہ ور تھا وہاں کے امور کا عمدہ نظم و نسق کر کے باغیوں کی تخریب اور سرکشیوں کے قلع و قمع میں کوشش کرنے لگا اور رعایا کو خوش اور آباد کر دیا۔ اور ایسی عمدہ کوششیں کیں کہ بہت تھوڑی مدت میں جاگیر آباد اور محصول زیادہ ہو گیا اور سرکش لوگ اس کے خوف سے کانپ کر مالگذاری اور رعیت گیری کے لئے راضی ہو گئے۔ جبکہ حسن خان خونپور واپس آیا اس کنیز نے کہ جو اسکی معشوقہ تھی پھسلا کر ایسا کر دیا کہ پھر جاگیر فرید خان کے ہاتھ سے نکل کر اس کنیز کے بڑے بیٹے کے ہاتھ میں چلی گئی اور فرید خان آزردہ ہو کر پھر جونپور چلا گیا۔ جب حسن خان مر گیا تو ریاست باوجود کنیز زادوں کے فرید خان کو پہنچی مگر اسکے سوتیلے بھائی نفاق کر کے قابو میں کرنا چاہتے تھے۔ اس زمانہ میں بھی فرید خان سے بہادریاں ظہور میں آئیں اور آشنا و بیگانہ کا وردِ تحسین ہوا۔ یہاں تک کہ ظہیر الدین محمدؐ بابر اور تنگ آرائی سلطنت ہندوستان ہوا اور سلطان ابراہیم لودی لڑائی میں مارا گیا۔ فرید خان حاکم بہار کے پاس جو امرائے لودی میں سے اس زمانہ میں سلطنت کا نام اپنے ساتھ باندھ کر سلطان محمدؐ خان خطاب رکھتا تھا نوکر ہو گیا اور خدمات پسندیدہ کا مصدر ہوا۔ ایک مرتبہ سلطان محمدؐ کے حضور میں شکار گاہ میں جرأت و دلاوری سے ایک شیر کو شمشیر سے مارا اور اس نے فرید خان کو شیر خان خطاب دے کر آگے بڑھایا۔ روز بروز اس کا مرتبہ بلند کیا۔ کچھ مدت بعد اپنے بیٹے کی نیابت (سکرٹری شپ) کے لئے مقرر کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد بعض اسباب سے شیر خان اس سے بدظن ہو کر سلطان جنید برلاس کے پاس جو بابر کے بڑے امرا میں سے تھا اور بادشاہ کی بہن اسکے نکاح میں آئی تھی مانکپور جا کر نوکر ہو گیا۔ اتفاقاً جنید برلاس مانکپور سے بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ اور شیر خان اسکے ہمراہ تھا۔ بادشاہ کے وضع و اطوار دیکھ کر اپنے یاروں سے کہا کہ مغلوں کو ہندوستان سے نکال دینا آسان ہے کیونکہ مغل خود معاملات کو نہیں سمجھتا اور عیش و عشرت میں مشغول رہتا ہے۔ اور سلطنت کے امور وزراپر چھوڑ دیئے ہیں۔ **صفحہ ۳۰** افغانوں میں عیب یہی ہے کہ باہم اتفاق نہیں ہے اگر مجھے قوم کا اتفاق حاصل ہو جائے تو آسانی سے مغل کو باہر نکال دوں۔ اسکے دوست اس بات سے اسکی غیبت میں ہنسی اڑاتے تھے۔ اس زمانے میں بابر بادشاہ بالا زمین کے کھانے اور انعام کا لحاظ رکھکر باری باری سے ہر امیر کو اسکے دوستوں کے ساتھ شاہی دسترخوان پر بلاتا تھا۔ ایک دن جب سلطان

جنید برلاس کی نوبت آئی بادشاہ کے دسترخوان پر حکم کے مطابق حاضر ہوا۔ اس مجلس میں شیر خان بھی حاضر تھا۔ شیر خان کے سامنے سویّوں کی رکابی رکھی گئی۔ چونکہ اس نے کبھی نہیں دیکھی تھیں اپنے آپ کو اسکے کھانے میں عاجز پا کے چھری نکال کر کاٹنی شروع کیں اور چمچہ سے کھانی شروع کیں۔ جب بادشاہ کی نظر اسپر پڑی تو اس بات سے تعجب کر کے غور سے اسکی طرف دیکھا اور پوچھا کہ کس کے ہمراہیوں میں سے ہے؟ سلطان جنید نے عرض کیا کہ فدوی کے ہمراہ ہے۔ بادشاہ نے کہا اس افغان کی آنکھوں سے فتنہ ٹپکتا ہے بہتر ہے کہ اسکو مقید رکھیں۔ جنید برلاس نے عرض کیا کہ پٹھانوں کے آنے کا راستہ آپ کے آستانہ پر مسدود ہو جائے گا۔ اسوجہ سے یہ بات تاخیر میں پڑ گئی اور شیر خان دانشمندی سے بادشاہ کے حکم صادر کرنے کو معلوم کر کے اس سے پہلے کہ قید ہو نکل بھاگا۔ اور پھر حاکم بہار کی خدمت میں پہنچ کر صاحب اختیار ہو گیا۔ جب وہ مر گیا تو اس کا بیٹا اسکی جگہ بیٹھا۔ چونکہ ایک نالائق لڑکا اور سرداری کی لیاقت کے زیور سے عاری تھا۔ اور شیر خان اسکے باپ کی زندگی ہی میں اسکا مدارالمہام تھا اسکے باپ کے مرنے کے بعد نہایت آزادی سے اطراف و جوانب کے تسخیر کرنے کی ہمت کی۔ اور اسی اثنا میں تاج خان افغان جو قلعہ چنار گڑھ پر قابض تھا مر گیا۔ سوائے بیوی کے اسکے کوئی وارث نہ تھا۔ افغانوں میں سے پانچ بھائی اسکے گھر کے کارپرداز تھے ان میں سے ایک شیر خان کا دوست اور آشنا تھا۔ شیر خان نے قلعہ لینے کے بارے میں اسکی رائے پوچھی اس نے لکھا کہ اسی جلدی میں جب کہ ہمارے اختیار کی بات ہے اگر پہنچ جاؤ تو ممکن ہے شیر خان وہاں دوڑ کر پہنچا اور قلعہ مذکور کو قبضہ میں لے لیا اور اوپر لکھی ہوئی عورت کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ اور اسی اثنا میں ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ نے ملک بقا کا راستہ لیا۔ اور نصیرالدین محمد ہمایوں بادشاہ سریر آرائے سلطنت ہوا۔ سلطان محمود بن سلطان سکندر لودی پٹنہ میں پہنچ کر مسند آرائے حکومت ہو گیا۔ شیر خان نے اسکی پیروی اختیار کی اور ساتھ جونپور جا کر اس نواح کو امرائے پادشاہی سے چھڑا لیا۔ کچھ عرصہ بعد پادشاہی لشکر نے جونپور کو افغانوں سے واپس لے لیا۔ جب سلطان محمود سنہ ۹۴۵ ہجری میں مر گیا۔ شیر خان نے بلا شرکت غیرے پٹنہ اور بنگالہ پر قبضہ کر کے قوت و طاقت بہم پہنچائی اور ہمایوں کے ملک پر حملہ کرنا شروع کیا۔ جب ہمایوں اسکے دفع کرنے کے لئے آگے بڑھا تو شیر شاہ نے صلح کر کے اپنے بیٹے کو فوج کے ساتھ خدمت میں چھوڑ دیا کہ حاضر رہے۔ **صفحہ ۱۲** جب ہمایوں گجرات کی تسخیر کے لئے گیا تو شیر شاہ کا بیٹا وہاں سے بھاگ کر باپ کے پاس آیا اور ہمایوں کو گجرات کی مہم میں دیر ہو گئی۔ شیر خان موقع پا کر بغاوت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا جب گجرات سے لوٹا اول بادشاہی فوج شیر خان کے سر پر متعین ہوئی اور اسکے پیچھے ہمایوں بھی آ پہنچا۔ اس وقت شیر شاہ قلعہ رہتاس کے نواح میں قلعہ مذکور کی تسخیر کی تدبیر میں سرگرم تھا اور اسکے اطراف میں تاخت و تاراج

میں مصروف تھا اور راجہ چنتامن حاکم قلعہ رہتاس کو ایک برہمن کی وساطت سے پیغام بھیجا کہ چونکہ مغل میرے تعاقب میں ہے۔ اگر مروت و جوانمردی کی رو سے میرے اہل و عیال کو قلعہ میں جگہ دیدے تو تمام عمر میری گردن پر احسان عظیم رہیگا۔ اور برہمن کو روپیہ انعام میں دیکر اور باتیں بنا کر ایسا فریفتہ بنا لیا کہ اس نے راجہ سے منت سماجت کر کے آخر میں اپنے مرنے سے ڈرایا۔ راجہ مذہب کا پاس کرنے کے لئے مجبور ہو گیا اور باوجودیکہ راضی نہ تھا قبول کر لیا کہ اسکے اہل و عیال قلعہ میں آجائیں۔ اسوقت شیر خان نے کئی سو ڈولیاں ترتیب دیکر ہر ڈولی کے ساتھ دو افغان بہادروں کو حفظ ناموس کے لئے ہمراہ بھیجا۔ راجہ نے جس کا ستارۂ دولت قریب غروب تھا بیوقوفی سے فرمایا کہ روک ٹوک نہ کریں۔ جب ڈولیاں قلعہ میں آگئیں راجہ نے خود چند آدمیوں کے ساتھ مہمان نوازی اور دلداری کے لئے دروازہ پر جو جگہ کہ مقرر ہوئی تھی آکر شیر شاہی حرم سرا کو مبارکباد کہلا کر بھیجی۔ قومی جنگ افغانوں نے ایکدم شمشیریں بلند کر کے راجہ کو معہ ہمراہیوں کے تیغ بیدریغ کے نیچے لے لیا اور قلعہ میں ایک عجیب شور مچ گیا۔ شیر خان بھی مسلح فوج کے ساتھ دروازہ پر پہنچ گیا۔ افغانوں نے اسکے سامنے دروازہ کھول دیا اور اندر لے لیا۔ راجہ کی رعایا تمام قتل و غارت ہوئی۔ ایسا مضبوط قلعہ نہایت آسانی اور سہولت سے ہاتھ آگیا۔ شیر خان نے یہ قلعہ قبضہ میں کر کے اپنے اہل و عیال کو وہاں چھوڑا۔

اسی اثناء میں قلعہ چنار گڑھ کے اولیائے دولت ہمایونی کے ہاتھ میں چلے جانے کی خبر شیر خان کو پہنچی۔ اگرچہ ملول ہوا مگر کہا کہ الحمدللہ خداوند تعالےٰ نے مجھکو یہ قلعہ رہتاس رفعت اساس اس سے بہتر بخش دیا۔
جب ہمایوں آگے بڑھا شیر شاہ بھی بنگالہ کا ارادہ کر کے آگے آگے جارہا تھا۔ آخر تاب مقاومت نہ لا کر کوہستان جھاڑکنڈ میں چلا گیا اور کوہستان مذکور سے باہر آنے کا حال اور ہمایوں پر غالب آنا ہمایوں کے احوال کی شرح میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔ شیر شاہ نے ہمایوں پر دوسری فتح پالینے کے بعد لاہور تک تعاقب کیا وہاں سے اپنے غلام خواص خان کو جو اس کا مقدمۃ الجیش اور قوت بازو تھا لشکر گراں کے ساتھ بادشاہ کے تعاقب میں بھیجا۔ وہ ملتان اور اوچ تک تعاقب کر کے لوٹ گیا۔ شیر شاہ خود بھی اسکے پیچھے کھکروں کے تعلقہ تک جا کر لوٹ گیا۔ اور کوہ بال کے متصل بھی ایک قلعہ کی بنیاد رکھکر رہتاس نام رکھا اور دس ہزار سوار لشکر پادشاہی کے سدراہ کے لئے اور کھکروں کی سرکوبی کے لئے وہاں چھوڑے۔ صفحہ ۳۲ اور سلام شاہ نے اس قلعہ کو اختتام کو پہنچایا۔ الغرض شیر شاہ اس ملک نظم و نسق کرنے کے بعد آگرہ پہنچا۔
اور ۹۴۷ ہجری میں اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر کے شیر شاہ لقب پایا۔ اسکے بعد راجہ پورن مل پر جس نے طاقت بہم پہنچا کر سرکشی اختیار کی تھی اور دو ہزار ہندو اور مسلمان عورتیں رنڈیوں اور ناچنے والیوں کے زمرہ میں داخل کر کے اپنی حرم سرا میں رکھتا تھا چڑھائی کر کے حمیت اسلام اور آئین سلطنت کے اقتضا سے

اسکو سزا دینے کے لئے ہمت باندھی اور قلعہ کا محاصرہ کیا۔ پورن مل کو عاجز کر دیا۔ راجہ نے صلح کی درخواست کی اور وعدہ لینے کے بعد باہر آیا۔ علمائے افغانی نے جو بیابان کے بھوت ہوتے ہیں بے ایمانی کا فتوے اس طرح پر دیا کہ ہرچند عہد و پیمان عمل میں آئے ہیں مگر چونکہ یہ کافر زنان مسلمہ اپنے گھر میں رکھتا ہے اسکے ساتھ جنگ کرنا برابر جہاد کی ہے۔ بے چارہ شیر شاہ ان بدعہدوں کے اشارہ سے ثواب کی غرض سے جنگ کے لئے کھڑا ہوا۔ اسکے ہمراہیوں نے جان سے ہاتھ دھو کر سخت لڑائی لڑی اور اپنے بیوی بچوں کو ہندوستان کی اصطلاح میں جوہر کر کے خود بھی ان کے پیچھے دوڑ گئے اور بلند نامی یادگار چھوڑ گئے۔ شیر شاہ اس واقعہ کے بعد آگرہ میں پہنچ کر بیمار ہو گیا اور سخت بیماری اٹھائی صحت ہونے پر رائے مالدیو حاکم اجمیر و جودھپور و میرٹھ پر جس کے جھنڈے کے سایہ میں پچاس ہزار سوار تھے حملہ کیا اور مکرر لڑائیاں لڑیں۔ جب دیکھا کہ جنگ سے کام نہیں نکلتا ایک تدبیر سوچ کر چند خطوط راجپوتوں کے جواب میں جو مالدیو کے لشکر کے سردار تھے مشتمل بر اطاعت بادشاہی اور رائے مالدیو سے انحراف اور انکی اس بارے میں تعریف اور عنایتوں کے وعدے اور رائے مذکور کے قید کرنے کے فرمان گھڑ کر لکھے اور عمداً ان خطوط کو اس طرح بھیجا کہ مالدیو کے ہاتھ پڑ گئے اور اس مکاری سے رائے مالدیو کا دل اسکے اعیان دولت سے برگشتہ کر کے اسکے لشکر میں بڑا خلل ڈالدیا۔ اور متواتر لڑائیاں کر کے فتح پائی اور اجمیر کو مسخر کر کے دہلی کو لوٹا۔ چونکہ حاجی بیگم ہمایوں بادشاہ کی حرم خاص بھوجپور مہیہ کی جنگ میں شیر شاہ کے ہاتھ آئی تھی شیر شاہ نے اپنی نیک ذاتی سے اس عفیفہ کو اعزاز و احترام کے ساتھ محفوظ و مصون رکھا۔ جب ہمایوں بادشاہ کے عراق و خراسان سے کابل کو لوٹنے کی خبر سنی تو اس عفت قباب کو بڑے احترام کے ساتھ ہمایوں کے پاس بھیج دیا۔ نیک ذاتی و صفات حمیدہ اور عقل و تدبیر ملک گیری و جہانداری میں بے مثل تھا۔ خصوصاً قوم افاغنہ میں نظیر نہ رکھتا تھا۔ اور رفاہ رعایا و آسودگی خلائق میں بڑی کوشش کرتا تھا۔ محکمہ عدالت میں خویش و بیگانہ کو ایک نظر سے دیکھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن شاہزادہ عادل خان جو سب سے بڑا تھا ہاتھی پر سوار آگرہ کی گلیوں میں سے گذر رہا تھا۔ ایک بنئے کی بیوی اپنے گھر میں جسکی دیواریں نیچی تھیں ننگی نہا رہی تھی **صفحہ ۳۲** جب شاہزادہ کی نظر اسپر پڑی تو پان کا بیڑا اسکی طرف پھینکا اور دیکھ کر اس کوچہ سے گذر گیا۔ چونکہ وہ عورت صاحب عصمت اور عفیفہ تھی اس حرکت سے کہ بیگانہ نے اسکو دیکھا چاہتی تھی کہ خود کشی کر لے۔ اس کا شوہر واقف ہو کر مانع ہوا اور اسکو مرنے سے روکا اور وہ پان کا بیڑا لیکر فریادیوں کے گروہ میں آ گیا اور حقیقت حال شیر شاہ کے کان میں پہنچائی۔ اس بادشاہ معدلت پناہ نے بنئے کے واقعہ پر واقف ہو کر بیٹے کے حال پر افسوس کیا اور انصاف کی رو سے حکم دیا کہ اس بنئے کو ہاتھی پر سوار کر کے زن عادل خان کو اسکے سامنے حاضر کریں تاکہ فریادی بھی یہی پان کا بیڑا جو

اسکے ہاتھ میں سے اسکی طرف پھینکے۔ وزرا اور امرا نے ہر چند اس قصور کی معافی کے لئے درخواست کی قبول نہ کیا اور کہا کہ میرے نزدیک عدالت میں بیٹا اور رعیت برابر ہیں۔ آخرکار بنیا راضی ہو گیا اور عرض کیا کہ میں نے اپنا حق پالیا اور فریاد سے باز آیا۔ اپنی سلطنت کے زمانے میں اکثر عمدہ ایجادیں جہانبانی کی مہمات میں کیں اور بعض قوانین سلطان علاؤالدین خلجی کے جن کو تاریخ فیروزشاہی بتاتی ہے پسند کرکے اپنے کاموں کا مدار ان ضوابط پر رکھا گھوڑے کے داغ کا قاعدہ جو اس سے پہلے سلطان علاءالدین نے مقرر کیا تھا مگر رواج نہ پایا تھا رائج کیا۔ وہ ہزار پانسو کوس تک بنگالہ سے رہتاس پنجاب تک دو دو کوس کے فاصلہ پر سرائیں آباد کیں۔ ہر سرائے میں دو گھوڑے اور ایک نقارہ رکھ کر ڈاک چوکی نام رکھا۔ تین دن میں بنگالہ کی خبر رہتاس مذکور میں پہنچ جاتی تھی اور یہ بھی مقرر کیا کہ جب اسکے لئے دسترخوان بچھائیں نقارہ بجائیں اور دارالسلطنت کے نقارہ کی آواز سنتے ہی چونکہ سرائیں نزدیک تھیں ہر سرائے سے نقارہ کا شور بلند ہو کر بادشاہ کے مقام سے حکومت کے راستوں کی انتہا تک جہاں کہیں سرا تھی آن واحد میں نقارہ کی آواز عملۂ پادشاہی کو پہنچ کر اطلاع مل جاتی تھی اور اسی وقت سرکار شاہی سے مسلمان مسافروں کو کھانا اور ہندوؤں کو آٹا اور گھی وغیرہ مایحتاج مل جاتا اور تمام آنے جانے والوں اور مسافروں کا حلق اس سخی بادشاہ کے نعمتوں کے دسترخوان سے بھر جاتا اور مفلس مسافر اسکے فیض سے آسودہ ہوتے تھے۔ اسکے عہد سلطنت میں اسقدر امن تھی کہ اگر مالدار مسافر جنگلوں میں منزل کرتے تھے تو پاسبانی کی حاجت نہ ہوتی تھی۔ **شعر**

(۱) اگر کوئی شخص مہر انور کی طرح مشرق سے مغرب تک سونے کی تھالی لے جائے
(۲) تو کوئی ننگا بھی تقویٰ اور پرہیز سے اسکے طشت زر کو نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔

کہتے ہیں کہ جب آئینہ دیکھتا افسوس کرتا کہ میں شام کے وقت اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ جب موت سر پر آئی تو شیرشاہ کے دل میں تسخیر کالنجر کا ارادہ رسوخ پا گیا قلعہ کا محاصرہ کر رہا تھا اور بلند جگہوں پر جہاں قلعہ کے مورچے ہو سکتے تھے مٹی کوڑے کے ڈھیر سے بنائے تھے اور باروت کے گولوں میں آگ دیکر قلعہ کے اندر پھینکنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک گولا قلعہ کی دیوار سے ٹکرا کر لوٹا اور دوسرے گولوں میں گر کر آگ لگ گئی۔ اکثر فوجی ناپید ہو گئے اور چونکہ شیرشاہ بھی نزدیک تھا اسی آگ میں جل گیا مگر جب تک سانس باقی تھا قلعہ کی تسخیر کے لئے تاکید کرتا رہا اور اسی دن شام کے وقت قلعہ مفتوح ہو گیا اور شیرشاہ کی روح بھی حصار بدن سے باہر چلی گئی۔ اسکی تاریخ وفات اس قطعہ سے نکلتی ہے۔ **ابیات**

(۱) وہ شیرشاہ جس کے دبدبہ سے شیر و بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔
(۲) جب اس جہان دار بقا کو گیا تو اسکی تاریخ "ز آتش مرد" ہوئی۔

اسکی حکومت بیس سال اور کچھ دن۔ اس میں سے پندرہ سال امارت اور ملازمت پادشاہاں میں اور پانچ سلطنت ہندوستان میں۔

ذکر اسلام شاہ پسر شیر شاہ جو سلیم شاہ کے نام سے مشہور ہے

اسلام شاہ پسر شیر شاہ جو سلیم شاہ مشہور ہے اس کا نام سلطنت سے قبل جلال خان تھا۔ جب شیر شاہ کا واقعہ ناگزیر پیش آیا تو ارکان دولت اور اعیان حضرت نے مشورہ کیا کہ شاہزادہ عادل خان بڑا بیٹا قلعہ رنتھنبور میں فاصلہ پر ہے اور پادشاہ کا وجود سپاہ و رعیت کی پاسبانی کے لئے ضروری ہے ورنہ فتنہ اٹھ کر اس سلطنت میں گڑبڑ ڈال دیگا مجبوراً اسکے چھوٹے بیٹے جلال خان کو جو پٹنہ کے بعض مضافات میں تھا بلایا۔ وہ بڑی تیزی سے قلعہ کالنجر میں پہنچا سنہ ۹۵۲ ہجری میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا اپنا اسلام شاہ خطاب دیکر بڑے بھائی کو لکھا کہ فتنہ و آشوب کو دبانے اور محافظت سپاہ کے لئے میں نے یہ جرأت کی ہے اور حقیقت میں سوائے اطاعت کوئی اور امر پیش نظر نہیں ہے۔ شاہزادہ عادل خان نے جواب میں لکھا کہ اگر یہ بات سچائی کی روشنی رکھتی ہے تو خواص خان وغیرہ چار بڑے امیروں کو بھیج دو تاکہ یہاں پہنچ کر میری دلجمعی کر دیں۔ اسلام شاہ نے امرائے مذکور کو بھیج دیا کہ شاہزادہ کو تسلی دے کر لے آئیں۔ جب کہ کالنجر سے آگرہ پہنچا شاہزادہ عادل خان بھی رنتھنبور سے آگیا اور طرفین کی ملاقات قرار پائی۔ اسلام شاہ کا ارادہ دگرگوں ہو گیا اور دل میں ایک بہانہ سوچ کر مقرر کیا کہ دو تین آدمیوں سے زیادہ شاہزادہ کے ہمراہ قلعہ میں نہ آئیں چونکہ صفحہ ۳۵
خدا کی مرضی نہ تھی کہ یہ خیال اتنے جلد ظہور میں آئے شاہزادہ کے آتے وقت ایک جماعت کثیر قلعہ میں چلی گئی۔ اسلام شاہ نے ضرور وعدہ وفا کر کے کہا کہ اسوقت تک افغانوں کو تفرقہ سے روک کر اب تم کو سپرد کرتا ہوں۔ بڑے بھائی نے اس بات سے انکار کیا اور اسلام شاہ کا ہاتھ پکڑ کے تخت پر بٹھا دیا اور پہلے خود مبارکباد کا سلام کیا اسکے بعد دوسروں نے سلام اور مبارکباد پیش کی اور شاہزادہ عادل خان اسی وقت رخصت ہو کر بیانہ چلا گیا۔ اسلام شاہ نے باوجود اس اطاعت کے جو بڑے بھائی سے وقوع میں آئی تھی مطمئن خاطر نہ ہوا۔ اور بعض امرا کی بے اتفاقی سے خوفزدہ اور متفکر تھا اسوجہ سے ایک سونے کی زنجیر غازی خان محلی کے ہاتھ بھیجی کہ شاہزادہ کو قید کر کے لے آئے۔ شاہزادہ یہ بات معلوم کر کے خواص خان کے پاس میوات میں چلا گیا اور اسلام شاہ کی وعدہ شکنی سے اسکو مطلع کیا۔ خواص کو اس بات سے غصہ آگیا اور اس کا دوست بنکر بڑے لشکر کے ساتھ آگرہ سے روانہ ہوا۔ قطب خان اور دوسرے امرا نے جو عہد میں ساتھی تھے اسلام شاہ سے رنجیدہ ہو کر شاہزادہ عادل خان کو سلطنت کی ترغیب دی۔ اسلام شاہ نے

اس شورش کے تدارک میں مشغول ہوکر قطب خان وغیرہ کو اپنا متفق کر لیا۔ شاہزادہ عادل خان نے خواص خان اور دوسرے امرا کے ساتھ نواح آگرہ میں جنگ کی صفیں آراستہ کیں۔ خدا کی مرضی سے شاہزادہ عادل خان کو شکست ہوئی اور وہ کسی طرف کو نکل گیا۔ پھر اسکے بعد کسی کو اسکا حال معلوم نہ ہوا۔ خواص خان اور عیسیٰ خان شکست کھاکر کوہ کماؤں میں چلے گئے۔ اکثر اوقات پہاڑ سے نکل کر دامن کوہ سے جو بادشاہی علاقہ میں تھا لوٹتے رہتے تھے۔ کچھ دنوں قطب خان بھاری لشکر کے ساتھ ان کے اوپر مقرر ہوا۔ چونکہ قطب خان بھی شاہزادہ عادل خان کے آنے کی ترغیب میں شامل تھا اسوجہ سے ہمیشہ اسلام شاہ سے ڈرتا رہتا تھا۔ وہاں سے لاہور کی راہ لے کر اعظم ہمایوں کے پاس چلا گیا۔ اور اسنے قطب خان کو حکم اعلیٰ کے مطابق قید کر کے حضور میں بھیج دیا۔ اور اسلام شاہ نے اسکو اور چار آدمیوں کے ساتھ قلعہ گوالیار میں قید کر دیا۔ اگرچہ رعیت پروری اور عدالت گستری کرتا تھا۔ اور بعض اور صفات حمیدہ میں بھی باپ کے مانند تھا لیکن امرا سپاہی پیشہ کو نہایت تنگ اور آزردہ رکھتا تھا۔ اسکی ستم ظریفیوں میں سے ایک یہ تھی کہ جس کسی سے آزردہ ہوتا تھا اسکا راشن موقوف کرتا اور جاگیر تبدیل کر کے حکم دیدیتا کہ اپنی فوج کے ساتھ حاضر ہو کر بدستور پادشاہی خدمت کرتا رہے اور ذرا سے توقف اور سستی میں مورد عتاب بے حساب ہوتا اور مع اولاد کے سزا پاتا۔ نظم

سفحہ ۳ (۱) سپاہ کو آسودگی میں خوش رکھ تاکہ مشکل کے وقت کام آئے۔

(۲) جس فوج کا سامان درست نہ ہوگا تو وہ لڑائی کے دن مرنے پر کب آمادہ ہوگی۔

(۳) وہ اپنے سر کی قیمت کھاتی ہے۔ یہ انصاف کی بات نہیں ہے کہ وہ تکلیف اٹھائے۔

(۴) جب فوجی سے خزانہ بچاکر رکھتے ہیں تو وہ بھی تلوار پر ہاتھ ڈالنے سے جی چراتا ہے۔

(۵) یہ بہتر ہے کہ تو لشکر کی جان و دل کے ساتھ پرورش کرے کیونکہ بادشاہ لشکر سے حکومت کرتا ہے

ایسے امور واقع ہونے سے بعض امرا منحرف ہوگئے اور اعظم ہمایوں عرف ہیبت خان نے بھی بلندی کا علم بلند کیا اور خواص اور عیسیٰ خان کماؤں کی طرف سے انبالہ میں سرہند کے متصل پہنچا اور مشورہ کیا کہ شاہزادہ عادل خان کو لاکر سلطنت پر بٹھانا چاہئے۔ اعظم ہمایوں نے جو خود سلطنت کا ارادہ رکھتا تھا قبول نہ کیا اور خواص خان رنجیدہ ہو کر بغیر جنگ کئے اٹھ کر چلا گیا اور عیسیٰ خان اسلام شاہ کے پاس چلا گیا۔ اعظم ہمایوں اور دوسرے نیازی انبالہ کے قریب صفیں آراستہ کر کے اسلام شاہ سے آمادۂ جنگ ہوئے اور معمولی لڑائی میں شکست کھاکر آوارۂ دشت ادبار ہوئے۔ اعظم ہمایوں کے بڑے بھائی سعید خان نے چاہا کہ ان لوگوں میں مل کر جبکہ فتح کا جارکہانہ بجانے آئے تھے اسلام شاہ کو مار ڈالے۔ فیلبان اس بات سے واقف ہو گیا اور کچھ پیش نہ چلی۔ الغرض نیازیوں نے بھاگ کر دھنکوٹ میں رہ کے قریب قیام کیا اور اسلام شاہ بہتاس تک تعاقب کر کے لوٹ گیا اور گوالیار پہنچا۔ ایک دن شجاعت خان

کو ایک شخص نے اچانک زخمی کر دیا اور اس واقعہ کے حادثہ کو اسلام شاہ کے اشارہ سے تصور کر کے اس سے متوہم ہو گیا۔ اور حضور سے بھاگ کر مالوہ چلا گیا۔ عیسیٰ خان بیس ہزار سوار کے ساتھ اسکے تعاقب کے لئے متعین ہوا۔ اور پے در پے جنگ کر کے شجاعت خان کو عاجز کر دیا۔ مجبوراً اطاعت قبول کر کے شجاعت خان دربار میں آیا۔ کچھ دن بعد مورد عنایت ہو کر پھر حکومت مالوہ سے سرفراز ہو گیا۔ جب ظاہر ہو گیا کہ اعظم ہمایوں نے دھنکوٹ میں قیام اختیار کیا ہے۔ اور اس نواحی میں مصروف فتنہ و فساد ہے۔ اس شورش کو دبانے کے لئے خواجہ اویس کو جو امرائے والاشان میں سے بہتر تھا بیس ہزار سوار کے ساتھ مقرر کیا۔ خواجہ جنگ میں شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اعظم ہمایوں نے فتح کے سرہند تک خواجہ اویس کا تعاقب کیا اور اسکے فوجیوں نے پنجاب کے دیہات اور قصبات پر ظلم کا ہاتھ دراز کر کے مال اور مویشی اور وہاں کے باشندوں کو لوٹا۔ بڑی شورش اور عجیب حالت وہاں کے لوگوں کی ہوئی۔ اس وجہ سے اسلام شاہ بھاری لشکر اور زبردست توپخانہ کے ساتھ دہلی سے نکل کر نیازیاں کے دفع کرنے کے لئے چلا۔ اعظم ہمایوں جو اس جماعت کا سردار تھا تاب نہ لا کر دھنکوٹ میں قلعہ بند ہو گیا۔ اور اسلام شاہی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کر کے اسباب قلعہ گیری مہیا کیا اور مخالفین کو شکست ہوئی۔ اعظم ہمایوں بھاگ کر صفحہ ۲۷ کوہستان کہکران میں چلا گیا اور سلطان ادہم گہکر کے پاس پناہ لی۔ اور اسکے اہل و عیال اور ماں پادشاہی آدمیوں کے ہاتھ میں قید ہوئے۔ اسکے بعد اسلام شاہ نے کہکروں پر چڑھائی کی۔ سلطان ادہم آمادہ جنگ ہو کر بار بار لڑا۔ آخر کار سلطان ادہم نے عاجز ہو کر معافی مانگی۔ اور اعظم ہمایوں کو اپنے پاس سے نکال دیا وہ خوار ہو کر کشمیر کی طرف بھاگ گیا۔ اسلام شاہ کچھ دور تعاقب کر کے لوٹ آیا۔ اس سفر میں ایک درہ سے گذرنے کا اتفاق ہوا۔ ایک شخص نے گھات میں سے اسلام شاہ پر کمند پھینکی لیکن کارگر نہ ہوئی۔ بادشاہ چستی و چالاکی کر کے اس پر غالب آیا اور اپنے ہاتھ سے اسکو قتل کیا۔ الغرض اسلام شاہ اس طرح سے خاطر جمع ہو کر پہاڑ کے دامن کے راستہ سے دہلی کو روانہ ہوا۔ جب جموں کے قریب قصبہ بن میں پہنچا خبر ملی کہ کامران میرزا ہمایوں بادشاہ کا چھوٹا بھائی کابل میں بھائی سے شکست کھا کر کمک کی استدعا کے لئے آیا ہے اور خیمہ شاہی کے نزدیک پہنچ گیا ہے اسلام شاہ نے اپنے بیٹے آواز خان کو مع مولانا عبداللہ سلطان پوری کے استقبال کے لئے بھیجا۔ وہ جا کر میرزا کو لے آئے جب میرزا حضور میں پہنچا کھڑا ہو گیا۔ اسلام شاہ نے غرور سے اسکی حقارت منظور نظر رکھ کر عمداً تغافل کیا۔ اشارہ کے بموجب میر توزک نے باآواز بلند کہا قبلۂ عالم کابل کا مقدم زادہ سلام کرتا ہے اور یہ لفظ تین مرتبہ دہرائے جو میرزا کی بے آبروئی کا باعث ہوئے۔ آخر کار اسلام شاہ نے نیم قد اٹھ کر میرزا سے ملا اور یہ حرکت اور زیادہ میرزا کی خفت کا باعث ہوئی جب وہاں سے کوچ کیا تو میرزا کو نظر بند ہمراہ لے گیا۔ وہ قابو پا کر بھاگ گیا اور کوہ سوالک کے راستہ سے ناقابل برداشت مشقتیں اٹھاتا سلطان ادہم کہکر کے پاس پہنچا سلطان نے اسکو قید کر کے ہمایوں بادشاہ

کے پاس بھیج دیا۔ الغرض جب اسلام شاہ دہلی پہنچا تو شہرت پھیل گئی کہ ہمایوں بادشاہ کامران مرزا کو گرفتار کرنے دریائے سندھ سے پار ہو گیا ہے۔ یہ خبر سن کر اسلام شاہ دہلی سے لاہور آیا۔ توپخانہ کے بیل چرنے کے لئے دور دور گئے ہوئے تھے اسوجہ سے عجلت کے باعث توپخانہ کھینچنے کے لئے آدمی مقرر ہوئے۔ ہر بڑی توپ کو دو ہزار آدمی کھینچتے تھے۔ لاہور پہنچنے کے بعد خبر ملی کہ بادشاہ کامران میرزا کو گرفتار کرنے کے بعد دریائے سندھ سے پھر کابل کو لوٹ گیا۔ اسلام شاہ اس ملک سے لوٹ کر جاتا تھا کہ لاہور ایک بڑا شہر ہے تھوڑی سی دیر میں بادشاہی ٹھاٹھ اور لشکر اور فوج کا سامان جلدی مہیا ہو سکتا ہے اور کابل سے مغل کے آنے کا راستہ بھی یہی ہے چاہئے کہ شہر کو ویران کر کے مانکوٹ کو جو عین راستہ میں واقع ہے اور اسی کا مضبوط کیا ہوا قلعہ ہے دار السلطنت بنائے اور وہ ایک قلعہ ہے جس میں چار مضبوط قلعے ہیں پہاڑ کی بلندی پر اور پہاڑ ایک دوسرے کے نزدیک ہیں اور ان آسمان جیسے بلند قلعوں کی ہیئت مجموعی دیکھنے والوں کی نظر میں ایک قلعہ سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی۔ ان قلعوں تک لشکر کا پہنچنا مشکل ہے۔ اور پہنچنے کی صورت میں بھی وہاں کے باشندوں پر قابو پانا بہت مشکل ہے۔ شیریں پانی بکثرت موجود اور رسد جس قدر چاہیں میسر لیکن اس کا یہ ارادہ پیرایہ ظہور میں نہ آیا۔ جب گوالیار پہنچا وہاں قیام کرنے کا اتفاق ہوا۔ شیر شاہی تاریخ کا مصنف جو خود افغانی ہے لکھتا ہے کہ اسلام شاہ کے زمانے میں ایک فقیر ظاہر ہوا کہ جو نہ مقید تھا اور لاابالیانہ زندگی بسر کرتا تھا اور ممنوعات سے بھی زیادہ پرہیز نہ کرتا تھا۔ گانے والوں کے راگ اور لذت جوانی کے منہمکوں کی صحبت سے رغبت رکھتا تھا۔ اسلام شاہ جو شرع کی ظاہری باتوں کا زیادہ پاس کرتا تھا ایک مرتبہ اسکو ایسی مجلسوں سے پرہیز کرنے کے لئے پیغام بھیجا۔ اس نے نہ سنا۔ اپنے پاس زبردستی بلا کر اسکو ڈانٹا اور کہا کہ اگر پھر ایسے کام کرے گا تو سزا پائے گا اور میں تجھ کو جلا ڈالوں گا۔ فقیر نے بڑی بے پرواہی سے جواب دیا۔ کہ اول اپنے آپ کو جلنے سے بچا پھر مجھ کو جلانا اور چلا گیا۔ اتفاقاً اسی روز یا دوسرے دن اسلام شاہ کی مقعد کے قریب ایک دانہ نکلا اس میں اسقدر گرمی تھی کہ اسلام شاہ تڑپتا تھا اور کہتا تھا کہ میں جل گیا۔ اسی حال میں دو تین روز بعد ہستی کا اسباب دنیا سے باندھ دیا (مر گیا) کہتے ہیں قوانین سلطنت اور قواعد عدالت کے مضبوط کرنے میں باپ کی مانند کوشش صرف کرتا تھا۔ اسکے زمانہ میں قوی ضعیفوں پر ظلم نہیں کر سکتے تھے۔ پنجاب سے لے کر بنگالہ تک ان سراؤں میں جو شیر شاہ نے بنائی تھیں ایک ایک سرائے اور بنا کر باپ کے طریقہ پر مسافروں کے لئے اپنی سرکار سے کھانا مقرر کر دیا۔ پرگنوں کے قانونگو دفتروں کی نگہداشت کے لئے کمی اور بیشی کی اور رعایا کے حال کا بیان تدبیر آبادی میں اور زراعات کی افزونی اور پیداوار کی جمعبندی اور ہر جگہ کے نیک و بد کا حال اسی کی اختراع ہے۔ ملک گیری اور جہانداری اور مراسم سلطنت و انضباط اور انتظام مہام تھوڑے سے زمانے میں جس طرح کہ ان باپ بیٹے سے ظہور

ہیں آئے ہندوستان کے گذشتہ سلاطین میں سے کسی کے نہیں پائے جاتے۔ اسکی سلطنت کی مدت آٹھ سال دس مہینے آٹھ دن ہ

ذکر فیروز شاہ بن اسلام بن شیر شاہ

اسلام شاہ کے مرنے کے بعد ارکان دولت اور اعیان سلطنت نے فیروز خان کو جو دس برس کا تھا تخت پر بٹھایا اسلام شاہ اپنی زندگی میں اپنی بیوی بی بی بائی سے کہا کرتا تھا کہ تیرے اس بیٹے کی موت تیرے بھائی مبارز خان کے ہاتھ ہے۔ اگر اپنے بیٹے کی سلامتی چاہتی ہے تو اس بھائی سے ہاتھ دھو لے اور مجھے اجازت دے کہ میں اسکو درمیان سے ہٹا دوں صفحہ ۹۵ اس نے جواب دیا کہ میرا بھائی تیری سلطنت میں مزے سے عیش کر رہا ہے اسکو بادشاہت سے سروکار نہیں۔ میرا ایک بھائی ہے اگر وہ ہی نہ رہا تو تیری سلطنت میں مجھے کیا زندگی کا لطف رہے گا۔ آخر جو کچھ اسلام شاہ نے اپنی دوربین نظر سے دیکھا تھا بیوی نے بھی اسکو دیکھ لیا۔ اور فیروز خان کے تخت پر بیٹھنے کے تین دن بعد مبارز خان سلطنت کی طمع میں اپنے بھانجے کے قتل کے ارادہ سے حرم سرا میں جس طرح ہمیشہ جایا کرتا تھا آیا۔ بی بی بائی نے اسکی پیشانی پر شرارت کے آثار دیکھ کر ہر چند عاجزی و الحاح اور گریہ و زاری کی کہ میرے بیٹے کے قتل سے ہاتھ اٹھا اور میرے احسانوں کے حقوق (کہ مکرر تجھ کو اسلام شاہ کے ہاتھ سے بچا کر تیری جان بخشی کرائی) مت بھول اور میرے بچے کو بخش دے تاکہ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر جہاں تو کہے چلی جاؤں مگر اس بے حیا سنگین دل نے ایک نہ مانی اور فیروز شاہ کو بدترین طریقہ سے مار ڈالا اور دُنیا اور آخرت کی بدی اپنے لئے جمع کی۔ اس طفل مظلوم کی سلطنت کا زمانہ تین دن۔

ذکر سلطان محمد عادل شاہ معروف بہ مبارز خان

اسلام شاہ کا سالا

سلطان محمد عادل شاہ عرف مبارز خان عدلی بن نظام خان برادر شیر شاہ نے سنہ ۹۶۰ھ ہجری میں تخت سلطنت پر بیٹھ کر اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور سلطان محمد عادل خطاب رکھا لیکن افغانوں میں عدلی کے لفظ کے ساتھ شہرت پائی۔ خزانوں کے دروازے کھول دیئے۔ سلطان تغلق کی مانند سخاوت کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ شمشیر خان خواص خان کے چھوٹے بھائی کو جو شیر شاہ کا غلام زادہ تھا اپنا وزیر اعظم اور مدار المہام ممالک بنایا۔ اور ہیموں بقال ساکن ریواڑی نے اسکے ہاں ترقی کی۔ یہ ہیموں ابتدا میں گلیوں میں نہایت ابتر حالت میں

نمک بیچا پھرتا تھا اسکے بعد اسلام شاہ کے لشکر میں دکان کرنے لگا۔ کچھ دنوں بعد مکر و حیلہ سے اسلام شاہ کی سرکار کا مودی ہو گیا۔ جب اسکی قسمت نے یاوری کی اعتبار پاکر معتمدوں میں سے ہو گیا اور اکثر امور ملکی و مالی میں دخل پاکر جبکہ سلطان محمدؐ عادل پادشاہ ہوا ہیموں اسکا معتمد علیہ ہو گیا اور رفتہ رفتہ تمام مہمات ملکی و مالی اس کے سپرد ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد بسنت رائے کا خطاب پایا۔ اسکے بعد بکرماجیت خطاب ملا۔ سلطنت کا کام سنبھالا اور اگرچہ سلطنت کا نام عدلی پر تھا لیکن جہانبانی کے کام ہیموں سے تعلق رکھتے تھے۔ سلطنت کا نظم و نسق اور حکام کی معزولی اور تقرر اور جاگیروں کا عطا کرنا اور فوج کا انتظام اسکے اختیار میں تھا۔ شیر شاہ کا فیل خانہ اور خزانہ اسکے قبضہ میں تھا۔ کہتے ہیں کہ بدقیافہ اور کریہ منظر اور کوتاہ قد اور دراز اندیشہ تھا۔ گھوڑے کی سواری نہیں جانتا تھا اور کمر میں تلوار نہیں باندھتا تھا۔ ہمیشہ ہاتھی پر سوار ہوتا تھا لیکن شجاعت اور دلاوری اس درجہ رکھتا تھا کہ سلطان محمدؐ عادلی کی طرف سے اس افغان کے ساتھ جو سلطنت کا مدعی تھا بائیس (صفحہ ۲۲) لڑائیاں لڑکر مظفر و منصور ہوا تھا اور عقل و دانش سے اسکو ایسا حصہ ملا تھا کہ تدبیر فرمانروائی اور کشورکشائی جیسی اس سے ظہور میں آئی کسی افغان رئیس نے نہیں کی۔ تمام افغانوں کو اس طرح مطیع و فرمانبردار کیا تھا۔ کہ کسی کو سرتابی کی مجال اور اسکی اطاعت کے فرمان سے سر باہر نکالنا میسر نہ تھا۔ الغرض کچھ دن کے بعد افغان سلطان محمدؐ عادلی سے پھر گئے ہر ایک نے ایک طرف بغاوت اختیار کی اور فتنہ عظیم اٹھا۔ شاہ محمدؐ فرملی اور اسکا بیٹا سکندر خان نے سلطان محمدؐ عادل کے سامنے ناہموار گفتگو کرکے بہت سے لوگوں کو مار ڈالا اور خود بھی مارے گئے۔ تاج خان برادر سلطان کلانی نے سلطان کے دیوان خانہ میں اطاعت سے عدول کیا اور گوالیار سے دریائے گنگا کے کنارے چلا گیا اور جمعیت فراہم کرکے مخالفت کا جھنڈا بلند کیا۔ ہیموں نے بڑے لشکر کے ساتھ جاکر اسکو شکست دی۔ ابراہیم خان سور نے جسکی بہن عدلی کے نکاح میں تھی اور شیر شاہ کے چچازاد بھائیوں میں سے تھا مخالفت کرکے دہلی کے نواح کے اکثر پرگنوں پر قابض ہو گیا اور بہت سے امرا کو اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ عادلی تاب نہ لاکر قلعہ چنارگڑھ کی طرف چلا گیا۔ احمدؐ خان سور جو کہ شیر شاہ کا داماد اور بھتیجا اور عدلی کی دوسری بہن اسکے گھر میں تھی اپنا سکندر لقب کرکے ابراہیم خان پر چڑھ دوڑا۔ ابراہیم خان کا لشکر ستر ہزار سوار تھے اور سکندر خان دس ہزار سوار رکھتا تھا خدا کی مدد سے سکندر خان غالب ہو کر آگرہ اور دہلی پر قابض ہو گیا اور سندھ سے دریائے گنگا تک اسکے قبضہ میں آگیا۔ وہ چاہتا تھا کہ مشرق کی طرف جاکر مدعیان حکومت درمیان سے اٹھا دے لیکن بادشاہ کے کابل سے ہندوستان کی طرف بڑھنے کی شہرت سن کر آگرہ میں ٹھہر گیا۔ ہیموں نے عدلی کی طرف سے ایک بڑے لشکر اور پانسو مشہور ہاتھی اور بے شمار توپ خانہ کے ساتھ ابراہیم خان سے جنگ کی اور فتحیاب ہوا۔ اسکی طرف سے اطمینان کرنے کے بعد چنارگڑھ کی طرف جاکر سلطان محمدؐ عدلی کا جو

اسکا ولی نعمت تھا رفیق ہوگیا اور اسکے پاس سے محمد خان سور حاکم بنگالہ پر جس نے مخالفت کا جھنڈا بلند کیا تھا اور جونپور و کالپی و آگرہ کا ارادہ رکھتا تھا چڑھائی کی اور موضع چھپر گھٹہ میں کالپی سے بارہ کوس کے فاصلہ پر زبردست جنگ کر کے مخالف کو شکست دی اور محمد خان میدان جنگ میں مارا گیا۔ اور ہیموں کا کام ترقی پاگیا۔ لیکن آگرہ وغیرہ پر سکندر کے تسلط کی وجہ سے ان اطراف کا ارادہ مناسب نہ سمجھ کر بہار اور بنگالہ کی جانب چلا گیا۔ ہیموں اور عدلی کا بقیہ حال اکبر بادشاہ کے سوانح ایام کے ضمن میں لکھا جائیگا۔ اب ہمایوں بادشاہ کے تسخیر ہندوستان کے لئے آنے کا اور اسکے سکندر پر مظفر و منصور ہونے کا اور ہندوستان سے افغانی حکومت کے کٹ جانے کا ذکر زیادہ مناسب ہے۔ مدت حکومت عدلی قریب دو سال اور ابتدائے شیر شاہ سے عدلی تک سولہ سال۔

ذکر آمدن ہمایوں شاہ بہ تسخیر ہندوستان و ظفر یافتن بر افاغنہ

صفحہ ۱۴۷ جب ہمایوں نے کابل میں سنا کہ ہندوستان میں ہر گوشہ میں افغانوں میں سے کوئی نہ کوئی حکومت کا علم بلند کر کے آزادی کا دم بھر رہا ہے اور طوائف الملوکی ہو گئی ہے تو اس مملکت کی تسخیر کے لئے کوچ کرنا عین مصلحت دیکھ کر ۹۶۲ھ ہجری میں منعم خان کو کابل کی حفاظت اور حکومت پر چھوڑ کر ہندوستان کا کوچ کیا اور جس زمانہ میں آنا چاہتا تھا حضرت حافظ شیراز کا دیوان جو بے شبہ لسان الغیب اور سروش بے عیب ہے منگا کر فال دیکھی اور یہ شعر خوشخبری دینے والا نکلا۔ **شعر** مبارک پرندے اور اس کے سایہ میں دولت تلاش کرو کیونکہ چیل کوؤں کے شہپر ہمت نہیں لگائے گئے (زیب النساء بیگم والی فال کی طرح یہ بھی نہایت برمحل ہے۔ دولت اور ہمایوں کے لفظ نے جان ڈالدی ہے) شاہزادہ محمد اکبر کو ہمراہ لے کر تین ہزار سواروں کے ساتھ کھوپہ کے راستہ سے کوچ بکوچ قطع مسافت کرتا ہوا لاہور پہنچا۔ وہاں کے افغانی ہمایوں کے لشکر کے دبدبہ کی شہرت سن کر پراگندہ ہو گئے اور لاہور بغیر لڑے ہوئے اولیائے دولت ہمایوں کے قبضہ میں آگیا۔ لاہور پہنچنے کے بعد زبردست فوج بیرم خان خانخاناں کی سرداری میں جالندھر وغیرہ کی طرف متعین کی۔ دو مرتبہ ان اطراف میں جنگ ہوئی اور خانخاناں دریائے ستلج کو عبور کر کے ماچھی واڑہ کے نواح میں شبخون کے طریقہ پر افغانوں پر جا ٹوٹا۔ اور زبردست جنگ کر کے تائید الٰہی سے افغانوں کو شکست دی۔ ہاتھی گھوڑے اور دوسرے اسباب فتحمند بہادروں کے ہاتھ آئے خانخاناں فتح کے بعد سرہند پہنچا۔ اسوقت سلطان سکندر لشکر منصور کے غلبہ اور اپنے نوکروں کے شکست کھانے کی خبر سن کر آگرہ سے کوچ کر کے اسی ہزار سوار اور ہاتھی اور بھاری توپخانہ کے ساتھ سرہند کے قریب آیا اور اپنے لشکر کے گرد خندق کھود کر آمادہ

جنگ ہوا۔ خانخانان نے شہر کو مضبوط کر کے حتی المقدور مدافعت میں کوشش کرتا رہا۔ اور عرائض مشتمل بر روئیداد ہمایوں کو لکھ کر اسکے آنے کی استدعا کی۔ ہمایوں نے باوجود عارضہ قولنج کے لاہور سے کوچ کر کے منزلیں طے کرتا ہوا سہرند میں نزول اجلال فرمایا۔ اور جنگ کی صفیں آراستہ کر کے غنیم کے مقابلہ میں جو اسکے لشکر سے چوگنا تھا ٹھہر کر ہر روز توپ و تفنگ کی لڑائی ہوتی رہی۔ چالیس روز کے بعد حملہ کا عزم مصمم کر کے مخالف کی فوج پر جا لوٹا۔ تائید ونصرت ایزدی سے اولیائے دولت ہمایونی کو فتح و ظفر نصیب ہوکر افغانیوں کو شکست ہوئی۔ اور سکندر اس میدان جنگ سے نکل کر کوہ سوالک کی طرف بھاگ گیا۔ اور قلعہ مانکوٹ میں قیام کیا۔ ہمایوں نے شاہ ابوالمعالی کو بھاری لشکر کے ساتھ سہرند سے لاہور کی جانب مقرر کر کے فرمایا۔ **صفحہ ۴۲** کہ اگر سکندر کوہ سوالک سے نکل کر آئے تو اسکی مدافعت کرے اور نیز ولایت کے کاموں کو چلائے اور خود فتح وفیروزی کے ساتھ سہرند سے روانہ ہوکر دہلی میں نزول اجلال فرمایا اور از سر نو اکثر ہندوستان کے شہر اسکے قبضہ تصرف میں آگئے اور جو امرا اس مہم میں عمدہ حملوں کا مصدر ہوئے تھے ان کو عمدہ جاگیریں مرحمت ہوئیں۔ ہمایوں کے نام کا سکہ وخطبہ جاری ہوا۔ آب رفتہ بجو آمد (یعنی کھوئی ہوئی سلطنت مل گئی) بخت خفتہ بیدار ہوا۔ مشکلیں حل ہوگئیں اور زخموں کا علاج ہوگیا۔ اس سال کا باقی حصہ عیش وعشرت سے دہلی میں گذرا۔ اس اثنا میں خبر ملی کہ سلطان سکندر کوہستان سے نکل کر پنجاب کے پرگنوں پر ہاتھ مار رہا ہے اور پرگنہ حجاری اور پٹیالہ مالگذاری وصول کرنی شروع کی ہے شاہ ابوالمعالی اس وجہ سے کہ ہمراہی فوج کے ساتھ اچھا سلوک نہ رکھتا تھا دشمن کی مدافعت نہ کر سکا۔ ہمایوں نے یہ بات معلوم کر کے اس شورش کو رفع کرنے کیلئے شاہزادہ کامگار فرخندہ اختر محمد اکبر کو بیرم خان خانخانان کے ساتھ روانہ فرمایا اور رخصت کے وقت شاہزادہ پر طرح طرح کی پدرانہ عنائتیں کر کے یہ قطعہ پڑھا۔ **شعر**

(۱) تجھ سا چراغ میرے خاندان ہیں اے میری چشم جان کیوں نہ روشن ہو۔

(۲) ہر کام میں خدا تیرا مددگار رہے اور تو عمر اور ملک سے برخوردار ہو۔

شاہزادہ جوان بخت نے دربار سے رخصت کی منزلیں طے کرتا قصبہ کلانور میں نزول اجلال فرمایا۔ سکندر مرکب منصور کے کوچ کرنے کی شہرت سن کر تصرف سے ہاتھ اٹھا کر قلعہ مانکوٹ میں جو اس کا جائے پناہ تھا قلعہ بند ہوگیا۔

ذکر رحلت ہمایوں پادشاہ

چونکہ بقا اس خالق کی خصوصیت ہے اور مخلوقات کو چند دن کے لئے دنیا میں ان کاموں کے لئے جو کرنے

چاہئیں اپنے وجود کا حصہ دے کر دار آخرت میں بلایا ہے۔ ہمایوں کی زندگی کا زمانہ ختم ہو گیا۔ علم نجوم اور ستارہ شناسی کا شوق تھا۔ ایک دن جب کہ زہرہ کے شام کو نکلنے کا خیال تھا۔ شام کے وقت وہ ستارہ دیکھنے کے ارادہ سے کتاب خانہ کی چھت کے اوپر گیا اور یک لخط کھڑا ہو کر اترنے لگا۔ موذن نے اذان دینی شروع کی۔ اس نے اذان کی تعظیم میں دوسری سیڑھی پر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ زینہ کی سیڑھیوں پر زیادہ صفائی کی وجہ سے پھسلان تھی۔ عصا کا سرا پھسل گیا اور ہمایوں سر کے بل زمین پر لڑھکتا ہوا آیا۔ صفحہ ۳۶۴ اعضا اور جوڑ چور چور ہو گئے اور دائیں کنپٹی میں زبردست چوٹ لگنے کا نتیجہ بے ہوشی ہوا۔ ہر چند طبیبوں اور حکیموں نے علاج کیا کوئی فائدہ مترتب نہ ہوا۔ آخر داعی حق کو لبیک کہہ کر عالم باقی کو چلا گیا اور اسکی نعش معز الدین کیقباد کی کیلو کھری میں دفن کی گئی۔ اور اس پر ایک بلند عمارت بنائی گئی۔ اسوقت زبان حال سے عبرت کی داستان پڑھتی ہے۔ شعرائے عصر نے اگرچہ اس کی تاریخ وفات میں بہت سے شعر کہہ کر داد سخنوری دی ہے لیکن قطعہ عمارہ واقع ہوا ہے۔ اشعار

(۱) ہمایوں بادشاہ وہ عادل بادشاہ جس کا فیض خاص عام لوگوں پر تھا۔
(۲) جب اسکی سلطنت کی بنیاد کو بلندی نصیب ہوئی تو اسکی عمر کی بنیاد ختم ہو گئی۔
(۳) وہ خورشید جہاں تاب کی طرح بلندی سے شام کے وقت نیچے گر پڑا۔
(۴) لوگوں کی نظروں میں دنیا تیرہ و تار ہو گئی اور خاص و عام کے کاموں میں خلل پڑ گیا۔
(۵) قضا نے اسکی تاریخ لکھی۔ "ہمایوں بادشاہ از بام افتاد"

اسکی سلطنت کی مدت اول مرتبہ دس سال اور دوسری مرتبہ دس مہینے

ذکر ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بن ہمایوں بادشاہ

اگرچہ اس بادشاہ قوی اقبال کے احوال عجائب اشتمال محرران سوانح ایام مثل خواجہ عطا قزوینی کے تاریخ اکبر شاہی میں اور خواجہ نظام الدین احمد طبقات ناصری میں اور شیخ عبد القادر بدایونی اور شیخ الہ داد اور شیخ فرید بخاری و مرتضیٰ خان اور شیخ ابوالفضل بن مبارک اور محمد شریف خان معتمد اقبال نامہ جہانگیری میں مفصل لکھ کر یادگار چھوڑ گئے ہیں۔ خصوصاً مجموعہ فضائل صورت و معنی شیخ ابوالفضل بن مبارک یمنی الاصل ہندی النژاد نے داد انشا دے کر ایک کتاب جو تین دفتروں پر مشتمل ہے۔ تیسرے سخن میں اس بادشاہ والا نژاد کے واقعات نہایت شرح و بسط کے ساتھ اور سلسلۂ تیموریہ کے بزرگوں کا حال اکبر کے باپ سے لے کر حضرت ابوالبشر علیہ السلام تک مناسب اختصار کے ساتھ لکھی ہے۔ جس کا نام اکبر نامہ رکھا ہے۔ اور تیسرے دفتر کا نام آئین اکبری رکھا ہے اور دفتر

ل کے نصف میں اکبر کے بزرگوں کا حال اور آخر نصف اکبر کے تخت پر بیٹھنے اور سترہ سال کے واقعات پر
ب کہ اپنے نوکروں سے لڑائیاں لڑکر ان کو واجبی گوشمالی دی ہے شامل ہے اور دوسرا دفتر تسخیر ولایت مالوہ
گجرات و پٹنہ و بنگالہ و اوڑیسہ و کشمیر و بھکر و ٹھٹھہ و قندھار صفحہ ۴۴ و برہان پور و خاندیس اور دیگر
مالک اور ان صوبوں کے حکام کا استیصال اور اطاعت گزاری اور واقعات اٹھارہویں سال کی ابتدا سے لے کر
یالیسویں سال جلوس تک یعنی اکبر کے پچپن سالہ احوال کو بتاتا ہے اور تیسرا دفتر جس کا نام آئین اکبری ہے
بادشاہ کے قواعد و ضوابط اور عقاید کے خصوصیات اور ہندوستان کے شہروں اور صوبوں کے حالات مع
ید حدود اراضی اور جمع بندی اور ملازموں اور سرکار سے انعام پانے والوں گروہوں کے نام اور اس عہد کے
فقیروں اور عابدوں کے نام اور تفصیل مزار و بتخانہ و معابد و بلاد ہندوستان اور گانے بجانے والوں اور
پیشہ وروں اور ہنرمندوں اور ہندوستان کے اوضاع و اطوار کی تعریف اور ہندوستانیوں کے آئین و
مذاہب اور عقائد اور ہندوؤں کے علوم و کتب کی باریکیوں پر مشتمل ہے۔ حقیقتاً یہ کتاب بہت سے فوائد کی
حامل ہے۔ بشرط تصحیح و توضیح مطالب۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے اکبر کے حالات کے ذکر کی ضرورت
نہیں ہے۔ لیکن ذکر سلاطین سلف کے سلسلہ کے انتظام کی وجہ سے ایک سطر واقعات عظمیٰ کے خلاصہ میں سے
قید تحریر میں لاکر منتظران وقائع و تواریخ کے لئے بطریق تحفہ تیار کی جاتی ہے۔

مختصر یہ کہ جب ہمایوں بادشاہ نے اپنی زندگانی کے گھوڑے کو اس دُنیا کے میدان میں دوڑایا تو شاہزادہ
محمد اکبر سکندر کے استیصال کے لئے جو قلعہ مانکوٹ سے نکل کر لاہور کی طرف آگ بھڑکا رہا تھا بھاری لشکر کے
ساتھ پنجاب کے نواح میں قصبہ کلانور میں تھا۔ جب اس ناگزیر واقعہ کی خبر اسکو ملی مراسم تعزیت بجالانے کے بعد
جمعہ کے دن دوپہر کو تیسری ربیع الثانی ۹۶۳ھ ہجری میں تخت سلطنت کو اپنے قدموں کی شان سے بلند مرتبہ
بخشا۔ ان دنوں اکبر بادشاہ کی عمر تیرہ سال آٹھ مہینے اور آٹھ دن تھی۔ بیرم خان خانخانان مدار المہام اور وکیل السلطنت
ہوا حل و عقد مہمات اور قبض و بسط معاملات اسکے قبضہ اقتدار اور کف اختیار میں چلے گئے اور لوازم جشن جلوس
انجام دینے کے بعد سکندر کے قلع و قمع کے لئے کلانور سے کوچ کر کے منزل بمنزل قلعہ مانکوٹ کے نیچے پہنچا۔
برسات شروع ہو جانے کی وجہ سے کیونکہ قلعہ گیری کی تدبیریں آسانی سے عمل میں نہیں آسکتی تھیں۔ فوج کا حال سست
کر کے اس مہم کا بند و بست چند روز کے لئے ملتوی کر دیا۔ اور وہاں سے لوٹ کر حدود جالندھر
میں منزل کی۔

ہیموں بقال کا اکبر سے جنگ کرنے کے لئے آنا اور گرفتار ہو کر قتل ہونا

جب ہیموں جو کہ سلطان محمدؐ عدلی کا سپہ سالار اور مدار المہام تھا ابراہیم خان سور اور سلطان محمدؐ حاکم بنگالہ اور دوسرے افغانیوں کے ساتھ جن میں سے ہر ایک پادشاہی کا دعویٰ اور بعض شہروں پر قبضہ رکھتا تھا جنگ کر کے فتحیاب ہوا اور تھوڑی سی مدت میں کارنامے دکھا کر غرور کا جھنڈا بلند کرنے لگا۔ ہمایوں کے مرنے کی خبر سُنکر اکبر اور اسکے ماتحتوں سے سلطنت کا چھین لینا آسان سمجھ کر عدلی کو پٹنہ میں چھوڑا اور آگرہ اور دہلی کا ارادہ کیا۔ صفحہ ۴۵ جب آگرہ پہنچا تو سکندر خان اور قیا خان گنگ اور دوسرے امرائے پادشاہی سے ایک ہلکی سی لڑائی لڑ کر آگرہ پر قابض ہو گیا اور وہاں سے بڑی دلیری اور دلاوری سے دہلی پہنچ کر تردی بیگ خان کو مع دیگر امرائے پادشاہی کے ذرا سی جنگ میں اپنے سامنے سے ہٹا کر بھگا دیا اور پچاس ہزار سوار اور ڈیڑھ ہزار ہاتھی اور اکیاون بڑی توپیں اور پانسو قلعہ شکن اور دوسرے زبردست توپخانہ کے ساتھ دہلی میں ثبات استقلال کا قدم جمایا۔ یہ خبر جالندھر میں اکبر کو ملی۔ چونکہ دانش بزرگانہ باوجود خورد سالی کے خدا سے عنایت ہوئی تھی یہ خبر سنتے ہی سکندر کی مہم کو ملتوی کر کے ہیموں بقال کے استیصال کے ارادہ سے کوچ کیا۔ امرائے پادشاہی اطراف و جوانب سے بلائے ہوئے حاضر ہوئے۔ تردی بیگ خان جو ہیموں سے شکست کھا گیا تھا سرہند کے میدان میں پہنچا۔ بیرم خان خانخانان جو رقابت کی وجہ سے اسکا وجود نہیں چاہتا تھا اس موقعہ پر اس کو بیوقوف جان کر اپنے مکان میں لے گیا اور بقال سے بھاگنے کی تقصیر اس پر ثابت کر کے قتل کر دیا۔ اور اکبر سے عرض کیا کہ امرا کی شکست اور ہیموں کی فتح تردی بیگ کے تغافل سے واقع ہوئی اور اس کا مار ڈالنا دوسروں کی عبرت کے لئے مصلحت سلطنت تھا۔ اکبر ہوشیاری اور اقتضائے وقت سے چشم پوشی کر کے منہ پر نہ لایا۔ وہاں سے آگے بڑھ کر بعض فتحمند لشکر کو سکندر خان ازبک کی سرداری میں ہراول کے طریقہ پر حکم ملا کہ چند کوس آگے جائے۔ ہیموں جو امرا کی شکست اور آگرہ و دہلی کی تسخیر سے زیادہ دلیر ہو گیا تھا اکبر کے کوچ کی خبر سنکر دہلی سے روانہ ہوا اور توپخانہ کو فرط غرور سے اپنے آپ سے پہلے حوالی پانی پت میں بھیج دیا تاکہ ان اطراف میں مناسب موقع پر نصب کر کے آمادۂ جنگ ہو۔ اکبر کی فوج نے جو ہراول کے طور پر مقرر کی گئی تھی جرات کر کے توپخانہ ہیموں کی فوج کے ہاتھ سے چھین لیا اور اپنے قبضہ میں کیا۔ یہ امر بقال کی دلشکنی اور لشکر اقبال کی دلاوری کا باعث ہوا۔ اسی اثنا میں ہیموں دل مضبوط کر کے پانی پت میں پہنچا۔ اور ہنگامۂ کارزار گرم کیا۔ ہراول فوج نے اقبال پادشاہی سے مضبوط ہو کر قدم جمائے اور بہادران

قوی دل نے شیران زنجیر گسل کی طرح داد مردانگی دی۔
ہیموں کی فوج سے غلبہ کے آثار ظاہر ہو کر فوج پادشاہی کو شکست ہوئی اور اکثر نے راہ فرار اختیار کی۔ ہیموں ہاتھی کے ہودے سے سر نکال کر اپنی فوج کے صدر میں ہو کر بھگوڑوں کا تعاقب کرنے لگا۔ چونکہ مشیت الٰہی ہندوستان میں اکبر اور اسکی اولاد کے غلبہ کے لئے تھی اتفاقاً ایک تیر مغل دلاور کی کمان سے جو کہ قدم جمائے ہوئے تھا نکل کر ہیموں کی آنکھ کے حلقہ میں گھس گیا اور اسکی کھوپڑی سے نکل گیا۔ **صفحہ ۴۶** اس نے تکلیف کی زیادتی سے تکیہ پر سر رکھ دیا۔ ہمراہیوں نے ہودے کو خالی دیکھ کر نہایت پریشانی سے بھاگنا شروع کیا اور فتح کے بعد اسکے لشکر کو شکست ہوگئی۔ پادشاہی لشکر جو مغلوب ہوا تھا نہایت پریشان حال تھا اس عطیہ غیبی کو دیکھ کر باگ موڑ کر اسباب اور اسلحہ اور ہاتھی غنیم کے لشکر کے لوٹنے لگا۔ یکایک شاہ قلی خان اس ہاتھی کے قریب جس پر ہیموں چھپا ہوا پڑا تھا پہنچ کر چاہتا تھا کہ فیلبان کو مار کر ہاتھی کو نقرئی ساز کے ساتھ قبضہ میں کرلے۔ فیلبان نے جان کے خوف سے پناہ مانگ کر ہیموں کو ہاتھی کے ہودے میں بتایا۔ شاہ قلی نے اس خوشخبری سے خوش ہو کر فیلبان پر مہربانی کی۔ اس ہاتھی کو معہ دوسرے ہاتھیوں کے پکڑ کر روانہ حضور کر دیا۔ رایات خاص اکبری سوادِ کرونده سے کوچ کر کے ابھی ہراول سے نہ چلے تھے کہ فتح و ظفر کی خوشخبری پہنچی اور کچھ دیر بعد شاہ قلی خان ہیموں کے ہاتھ گردن پر باندھ کر لایا۔ ہیموں ان متواتر فتوحات کی وجہ سے جو افغانی سرداروں اور فوجوں پر پائی تھیں نہایت شوخی اور دلیری رکھتا تھا اور اس نے غرور سے کہا تھا کہ جب میں افغانوں کے ایسے لاانتہا لشکر پر فتحیاب ہوا ہوں تو یہ کمسن بادشاہ اس قلت لشکر کے ساتھ کب مقابلہ کر سکتا ہے۔ اور اسکی نخوت اسکے زوال و ادبار کا باعث ہوئی۔ اسکے حضور میں آنے کے بعد ہر چند اس سے پوچھا جواب نہ دیا بعض امرا نے التماس کیا کہ بادشاہ اپنے ہاتھ سے ان کے عقیدہ میں جہاد اور اسکے نتیجہ ثواب کے ارادہ سے تلوار ماریں۔ اکبر نے جواب دیا کہ قیدی کے خون سے تلوار آلودہ کرنا آئین بہادری نہیں ہے۔ بیرم خان نے بادشاہ کی مرضی کا پاس کر کے عرض کیا۔ **شعر** ہر شخص کے خون سے تیغ شاہی کو آلودہ کرنے کی کیا ضرورت ہے تو بیٹھا رہ اور آنکھ یا ابرو سے اشارہ کر۔ یہ کہا اور پیش دستی کر کے شمشیر خون آشام سے اسکا تن سر سے اڑا دیا۔ اسکا سر کابل اور تن دہلی بھیج کر پھانسی پر لٹکایا گیا۔ ہیموں کے قتل کے بعد جلدی سے روانہ ہو کر دارالسلطنت دہلی میں نزول اجلال فرمایا اور جشن شادمانی ترتیب دے کر تخت حکومت پر از سر نو بیٹھ کر امور سلطنت کی پراگندگیوں کے فراہم کرنے میں بندوبست اختیار کیا۔ دارالعلم ہندوستان نے بادشاہی عدل کی روشنی سے نئی رونق پائی۔ جملہ امرائے عمدہ جو ان لڑائیوں اور محاربات شاہانہ کا ... ہوئے تھے عمدہ خطابات اور مناسب جاگیروں سے سرفراز کئے گئے اور اطراف ممالک کا انتظام کرنے کے لئے رخصت کئے گئے۔ مولانا ناصر الملک عرف بیرم خان

صوبہ میوات کے بندوبست کے لئے مقرر ہوئے۔ ہیموں کے باپ کی جو اسّی سال کا بڈھا تھا اسکے گھر قصبہ ریواڑی سے نکال کر دین اسلام کی رہنمائی کی۔ اس نے جواب دیا کہ بیش قیمت اسّی سال تو اس مذہب میں بسر کر کے اپنے طریقہ پر پیدا کرنے والے کی پرستش کرتا رہا ہوں۔ صفحہ ۴۷ اب ایک منٹ سے زیادہ زندگی نہیں کس طرح اپنا دین ترک کر کے دوسرا دین اختیار کروں۔

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن ... آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے

مولانا ناصر الملک نے اس کا جواب زبان شمشیر سے دیا اور اس بیچارہ کو ختم کر دیا۔ (واہ مولانا کیا جہاد فرمایا ہے۔ مترجم)

دربیان فتح مانکوٹ و اخراج سلطان سکندر و انقطاع سر رشتہ افغانان

جب اکبر کے کان میں خبر پہنچی کہ سلطان سکندر نے کوہستان سے نکل کر پنجاب میں شورش شروع کر دی ہے اور بعض پرگنوں سے مالگزاری وصول کر کے اس ملک میں فتنہ برپا کر رہا ہے اسکا قلع وقمع ضروری جان کر دارالسلطنت دہلی سے پنجاب کی طرف کوچ کیا۔ منزلیں طے کرنے کے بعد قصبہ دھمیری میں جو اسوقت منور پور کے نام سے مشہور ہے نزول اجلال فرمایا۔ راجہ رام چند زمیندار نگرکوٹ اور دوسرے راجہ اور رایان کوہستان نے حضور میں پہنچ کر خدمت باندھی۔ اسوقت اکبر نے خواجہ حافظ شیرازی رحمتہ اللہ تعالے کے دیوان سے فال نکالی۔ شعر

سکندر کو بھی آب حیات نہیں بخشتے ہیں کیونکہ یہ کام زور و زر سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

اس بشارت سے خوش ہو کر آگے بڑھا اور قلعہ مانکوٹ کے نیچے جس میں سلطان سکندر قلعہ بند تھا اتر کر محاصرہ کر لیا۔ بندوقوں کی لڑائی ہوئی۔ سلطان سکندر ہیموں کے مارے جانے اور لشکر اقبال کے فتح مند ہونے سے آزردہ اور شکستہ خاطر تھا اس عرصہ میں سنا کہ عدلی نواح چنار گڈھ میں مقیم ہے۔ خضر خان اور سلطان محمد خان نے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا ہے۔ اور اپنا خطاب سلطان محمد بہادر مقرر کر کے اپنے باپ کے انتقام کے لئے جو ہیموں کی لڑائی میں مارا گیا تھا عدلی سے جنگ کر کے غالب ہوا۔ اور عدلی میدان جنگ میں مارا گیا۔ سکندر اس قسم کی خبریں معلوم کر کے افغانوں کو اقبال سے برنہ سمجھ کر بے دست و پا ہو گیا۔ اور جرات کی باگ چھوڑ کر زبان عجز و انکسار کھولی اور استدعا کی کہ درگاہ والا جاہ کا کوئی غلام میرا ہاتھ پکڑ کر حضور میں پہنچا دے۔ اسکی حسب درخواست میر شمس الدین محمد انکہ خان اور مولانا ناصر الملک اسکے اطمینان خاطر کے لئے اور اسکو حضور میں لانے کے لئے بھیجے گئے۔ سکندر بھیجے ہوؤں سے بڑے اعزاز کے ساتھ ملا اور التماس کیا

کہ میں بہت بڑے قصوروں کا مرتکب ہوں۔ میرا منہ نہیں پڑتا کہ حضور میں جاکر معافی مانگوں۔ فی الحال اپنے بیٹے کو فلک رتبہ آستانہ پر بھیجتا ہوں۔ کچھ عرصہ بعد میں خود بھی جناب والا میں پہنچ کر ناصیہ سائے عبودیت ہوں گا۔ اسکی خواہش حضور میں منظور ہو گئی اور حکم ہوا کہ سکندر پٹنہ کی طرف جاکر اس صوبہ کو افغانوں سے نکال کر قابض ہو جائے۔ اس کا بیٹا حضور والا میں پہنچ کر خدمت بجا لائے۔ سلطان سکندر نے اپنے بیٹے کو دربار میں بھیج دیا اور پٹنہ کی طرف چلا گیا۔ صفحہ ۴۸ اور دو سال بعد انہی حدود میں مسافر ملک بقا ہو گیا اور جلوس کے دوسرے سال کے شروع میں ہی فتح قلعہ مانکوٹ اور اخراج سکندر اور فتنہ کا بجھانا اور پنجاب کا جانا پیش آیا۔

دربیان بے اعتدالیہائے بیرام خان و انجام عمر و اقبال او

چونکہ اکبر بادشاہ کم سنی کی وجہ سے امور حکمرانی میں کم مشغول رہتا تھا مہمات مالی و ملکی کا انتظام ہمایوں بادشاہ کے زمانے سے بیرام خان خانخانان کے سپرد تھا۔ خانخانان کا دبدبہ اور اقتدار نوکری اور درجہ وکالت اور امیر الامرائی سے گزر گیا تھا اور اسکا دست تصرف تمام کارخانہ جات اور تمام معاملات پر ایسا قوی ہو گیا تھا کہ اس سے زیادہ تصور میں نہیں آسکتا۔ دولت و اقتدار کی مستی نے یہ زور کیا کہ بیرام خان جیسے شخص کو مغلوب اور مسلوب العقل کر دیا اور بعض نالائق امور اس سے ظہور میں آئے۔ ان سب میں سے ایک یہ ہے کہ بری عادت کی وجہ سے بڑے بڑے عہدے اور سیر حاصل و آباد جاگیریں اپنے دوستوں کے لئے لے کر بادشاہی نوکروں کے ساتھ ناپسندیدہ سلوک کرتا تھا۔ اکبر کو بچہ تصور کر کے مخالفوں پر غلبہ اور فتح اور نظم امور سلطنت اپنے زور عقل اور بازو کے زور سے جانتا تھا۔ اسکی زبردست گستاخی اور بیباکی میں سے یہ ہے کہ تردی بیگ خان کو جو امرائے کبار میں سے تھا اکبر کے حکم کے بغیر قتل کر دیا۔ (کیوں نہ قتل کرتا آگرہ اور دہلی ہیموں بقال کے حوالہ کر کے بھاگ آیا اور یہ بیرام خان ہی تھا کہ دوبارہ ہندوستان کی سلطنت دلوادی ورنہ سب امرا کی رائے یہ تھی کہ افغانستان کو بھاگ چلو۔ مترجم) اور مصاحب بیگ کو جو ملازمان والا میں سے تھا اکبر کی اطلاع کے بغیر مار ڈالا۔ اور مولانا ناصر الملک کو جو اسکے متعلقین میں سے تھا اور خدمات پسندیدہ کی وجہ سے مورد عنایات اکبر ہو کر مقبول بارگاہ تھا۔ عہدہ سے معزول کر کے کعبۃ اللہ کو روانہ کر دیا۔ اور ایسے ہی اکثر مخلصان اکبری کے ساتھ سختی سے پیش آتا تھا۔ ایک دن سرکار والا کے فیلخانہ سے ایک ہاتھی بے اختیار بیرام خان کے ہاتھی پر دوڑا اور فیلبان نے اسکو مار ڈالا۔ خان نے مراعات ادب کو ملحوظ نہ رکھ کر بادشاہی فیلبان کو مار ڈالا۔ اور نیز ایک دن بیرام خان کشتی میں بیٹھا ہوا دریائے جمنا کی سیر کر رہا تھا۔ سرکار والا کا ایک ہاتھی مستی کے جوش و خروش میں دریا میں آگیا اور

بتھیائی کرنے لگا۔ جب کشتی نزدیک پہنچی تو کشتی کی طرف دوڑا۔ اگرچہ فیلبان نے اسکو زور سے روکے رکھا۔ لیکن بیرام خان کو اس حرکت سے اکبر کی طرف سے وہم پیدا ہوگیا اور آزردہ خاطر ہوا۔ اکبر نے یہ بات سن کر فیلبان کو باندھ کر خانخاناں کے پاس بھیج دیا اور بہت سی عنایتوں کا اظہار کیا۔ چونکہ اسکے ادبار کا زمانہ قریب آگیا تھا۔ اس نے ادب اور آدمیت کا لحاظ نہ کر کے بیگناہ فیلبان کو ناحق مار ڈالا۔ اور اس قسم کی بے ادبیوں کا اکثر بار مصدر ہوچکا تھا۔ ایسے امور غیر مستحسن کے واقع ہونے سے اکبر کا مزاج برآشفتہ ہوگیا اور خاطرداری چھوڑ کر مدافعت کی تدبیریں سوچنے لگا۔ **صفحہ ۴۹** تھوڑے عرصہ بعد کچھ امرا کے ساتھ شکار کے بہانہ سے آگرہ سے دہلی آیا اور شہاب الدین احمد خان صوبہ دار دہلی سے یہ راز سربستہ بیان کیا اور ان امرا کو جو اطراف میں تھے احکامات تابعداری بھیجے گئے جن میں درج تھا کہ خاطر اقدس بیرام خان سے متغیر ہوگئی ہے۔ اور امور سلطنت کا چلانا اپنی ہمت کے ذمہ لے لیا ہے۔ جو شخص اطاعت کا ارادہ رکھتا ہے دربار میں حاضر ہو اور میر شمس الدین محمد خان اتکہ کو سہرند سے بلا کر علم و نقارہ اور تمن طوغ اور بیرم خان کا منصب اسکو مرحمت ہوگیا۔ اکثر امرا اطراف سے آکر حاضر ہوئے اور جو امیر بیرام خان کے پاس تھے وہ بھی اس سے جدا ہو کر حضور میں پہنچے۔ بیرام خان نے یہ بات سن کر بہت عجز و نیاز اور بے شمار معافیاں لکھکر بھیجیں اکبر نے جواب دیا کہ اس کا آنا حضور میں مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مکہ معظمہ کو روانہ ہو جائے اور جب لوٹے گا اسوقت مورد عنایات ہوگا۔ بیرام خان نے جب سفر حجاز کی رخصت پائی تو آگرہ سے نکل کر میوات میں پہنچنے کے بعد سلطان سکندر افغان کے بیٹے اور غازی سور کو رخصت کیا۔ اکبر نے یہ خبر سنکر ایک فرمان جس میں عمدہ نصیحتیں تھیں صادر فرمایا۔ بیرام خان فتنہ پردازوں کے بہکانے اور حب جاہ کی توقع اور اس نخوت اقتدار کی وجہ سے جو اسے حاصل تھا بیکانیر چلا گیا اور کچھ عرصہ وہاں کے زمیندار رائے کلیان مل کے پاس آرام کر کے پنجاب کی طرف رخ کیا اور معاملات سے پردہ اٹھا کر کھلم کھلا بغاوت کر کے بھنڈہ تھارہ کے راستہ سے پنجاب میں آیا۔ اکبر نے میر شمس الدین محمد خان اتکہ کو دوسرے امرا کے ہمراہ اسکی مدافعت کے لئے مقرر کیا اور خود بھی اسکے پیچھے دہلی سے کوچ کیا۔ اتکہ خان نہایت تیزی اور پھرتی سے پہنچا اور دریائے ستلج اور بیاہ کے درمیان حوالی موضع گوماچور پرگنہ داروک کے ضلع میں لشکروں کا مقابلہ ہو کر سخت لڑائی ہوئی۔ بیرام خان غالب آیا اور لشکر پادشاہی پر حملہ کیا۔ چونکہ زمین میں میں گھاس اور مٹی کیچڑ بہت تھی بیرام خان کا لشکر کیچڑ میں دھس گیا اور اتکہ خان کے فوجیوں نے مخالفین کا یہ حال دیکھ کر اکثر کو تیروں سے چھید دیا اور بہتوں کو علف تیغ بیدریغ بنایا اور کچھ کو گرفتار کر لیا۔ بیرام خان یہ دیکھ کر تاب نہ لایا اور بھاگ کھڑا ہوا اور راجہ گنیش زمیندار داداپور کے پناہ میں جو کوہ سوالک میں واقع ہے جاکر تلوارہ میں قیام کیا۔ اس قسم کی خبر سہرند کی منزل میں اکبر کو پہنچی۔ پادشاہ یہ خوشخبری سن کر لاہور

تشریف لے گئے۔ چند روز بعد وہاں سے واپس ہوئے اور حوالی تلوارہ میں نزول اجلال فرمایا۔ پہاڑیوں نے جمع ہو کر بہت سی لڑائیاں لڑیں۔ اور بھاگ گئے۔ **صفحہ ۵۰** بیرام خان نے جب ادبار کی صورت آئینہ احوال میں دیکھی تو اپنی تقصیروں کا عذر اور بہت سی ندامتیں بادشاہ کے حضور میں لکھکر بھیجیں اور استدعا کی کہ ایک معتمد شخص دربار سے آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر آستان والا پہ حاضر کردے۔ اوّل مولانا عبداللہ سلطان مشہور بہ مخدوم الملک اسکے بعد منعم خان متعین کئے گئے۔ بھیجے ہوؤں نے بیرام خان کی طرح طرح سے دلدہی اور تشفی کر کے گردن میں رومال ڈال کر حاضر کیا۔ وہ حضور میں پہنچ کر بہت رویا اور اکبر نے مہربانی سے اسکی گردن سے رومال نکال کر موافق پرانے دستور کے بیٹھنے کا حکم دیا اور اُٹھتے وقت سفر حجاز کی رخصت دی۔ یہ مہم تمام کر کے رایات عالی دہلی کی طرف اور بیرام خان مکہ معظمہ کو روانہ ہو گیا اور یہ واقعہ جلوس کے چھٹے سال میں پیش آیا۔

الغرض بیرام خان منزلیں طے کرتا شہر پٹن مضافات احمد آباد گجرات میں پہنچا۔ ایک دن تکان دور کرنے کے لئے قیام کیا۔ مبارک خان نامی افغان لوحانی جس کا باپ جنگ ماچھی واڑہ میں جو ہمایوں بادشاہ کی رفاقت میں بیرام خان اور افغانوں میں ہوئی تھی مارا گیا تھا وہاں کے حاکم موسیٰ خان کے پاس مقیم تھا۔ اپنے باپ کے خون کا انتقام لینے کے لئے اس نے بیرام کے قتل کا ارادہ کیا۔ اتفاقاً ایک دن بیرام خان ایک بڑے تالاب کی سیر کے لئے جس کے درمیان میں ایک محل بنا ہوا تھا کشتی میں بیٹھا جا رہا تھا۔ واپسی کے وقت جب کشتی سے اُترا تو مبارک خان مذکور نے چالیس افغانوں کے ساتھ پہنچ کر ایسا ظاہر کیا کہ گویا ملاقات کے لئے جاتا ہے۔ جونہی کہ قریب پہنچا بیرام خان کی پیٹھ میں جمدھر ماری جو سینہ کے پار گئی اور دوسرے نے تلوار مار کے کام تمام کر دیا۔ فقرا کی ایک جماعت اسکے قالب خونی کو اُٹھا کر جس نے شہادت کا درجہ پایا تھا لائے اور شیخ نظام الدین کے مقبرہ کے قریب سپرد خاک کیا۔ اسکے بعد اسکی ہڈیاں مشہد مقدس پہنچیں۔ ایک شاعر نے یہ رباعی اسکی تاریخ شہادت میں کہی ہے۔ **رباعی**

(۱) جب بیرام نے طواف کعبہ کے لئے احرام باندھا تو وہ ابھی کعبہ پہنچا بھی نہ تھا کہ اس کا کام تمام ہو گیا۔

(۲) میں نے عقل سے اسکی تاریخ وفات پوچھی تو کہا کہ "شہید شد محمد بیرام"

میرزا عبدالرحیم بیرام خان کا بیٹا جو تین برس کا تھا حضور اقدس میں پہنچ کر مورد الطاف ہوا۔ اکبر نے اسکے سر پہ نوازش کا ہاتھ پھیر کر میرزا خان خطاب دیا۔ جب سن و شعور و تمیز کو پہنچا تو مصدر خدمات پسندیدہ ہو کر فرزند برخوردار خان خانان سپہ سالار کے خطاب اور منصب پنج ہزاری سے جس سے بڑا اس زمانہ میں کوئی منصب اور خطاب نہ تھا معزز اور سرفراز فرمایا۔ چنانچہ صوبہ گجرات اور ٹھٹھہ اور دکن کو فتح کیا۔

صفحہ ۵۱ راجہ ٹوڈرمل کے مرنے کے بعد امور وزارت اعلیٰ کا نظم و نسق اسکے متعلق ہوگیا اور وہ خانخانان جو موزونی و لطافت طبع اور ہمت عالی اور شجاعت فطری اور وجوہات نمایاں کی وجہ سے ہندوستان میں مشہور ہے وہ یہی خانخاناں ہے الغرض جب بیرام خان درمیان سے اُٹھ گیا اکبر بذات خود مہام سلطنت و جہانداری کے انتظام اور مخالفوں اور دشمنوں کے قلع و قمع کے لئے متوجہ ہوا۔

دربیان تسخیر ولایت مالوہ

جب باز بہادر ولد شجاعت خان مشہور بہ شجاع خان افغان جو امرائے شیر شاہی میں سے تھا صوبہ مالوہ میں خود مختارانہ حکومت کرتا تھا شراب جوانی اور لذائذ نفسانی کے نشہ سے عورتوں کی صحبت اور مجالست میں بسر کرتا تھا اور بہت سی صاحب جمال عورتیں اور ناز و انداز والے معشوق فراہم کر کے نفسانی خواہشوں میں اپنا وقت گزارتا تھا۔ ان میں سے روپ متی نام ایک معشوقہ تھی۔ جس کے نغمۂ جمال سے دنیا مالا مال تھی۔ **نظم**

(۱) اسکے ہنسنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ثریا سے نور برس رہا ہے۔ اسکے خندۂ پرشور سے نمک ٹپکتا تھا۔

(۲) اسکے گلزار رُخ میں مشک کا داغ تھا (یعنی خال) گویا کہ زاغ نے باغ میں آشیانہ بنایا تھا۔

(۳) اسکی نرگس (آنکھ) نے ناز کا سرمہ لگایا تھا اور مژگان سے جگروں پر تیر مارنے والی تھی۔

(۴) اسکے دونوں لعل (لب) تبسم سے شکر ریزی کرتے تھے اور اسکا دہن بولتے وقت شکر آمیز تھا۔

(۵) آسمان کے نیچے کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جو اسے دیکھے اور شیدا نہ ہو جائے۔

باز بہادر اسکی محبت میں نقد دل و جان فدا کر کے اس دام عشق میں گرفتار تھا۔ بے نظیر راگنیوں میں جو وہ ہندی زبان میں بناتا تھا اپنا اور روپ متی کا نام ایک جگہ لاتا تھا اور رات دن نغمہ و سرود کے سننے میں اوقات عزیز کو ضائع کرتا تھا اور صبح و شام شراب مدام میں گزار کر دن رات میں تمیز نہیں کرتا تھا اور اوقات زندگی کو نالائق باتوں میں صرف کرتا تھا۔ **شعر**

وہ شخص اپنی دولت کی بنیاد خراب کرتا ہے جو شام کو پیتا ہے اور صبح کو سوتا ہے۔

جب اسکی بدمستیاں اور صوبہ کی پراگندگی اکبر کے کان میں پہنچی۔ فتحمند لشکر ادہم خان کی سرداری میں اس بدانجام کے استیصال اور صوبہ مالوہ کی تسخیر کے لئے متعین کیا۔ **صفحہ ۵۲** ادہم خان منزلیں طے کرتا ہوا حوالی شہر سارنگ پور میں جو اسکا پایۂ تخت تھا پہنچا۔ باز بہادر جو غفلت اور بدمستی میں بسر کرتا تھا اسوقت مطلع ہوا جب کہ فتحیاب لشکر نے اسکے شہر کا محاصرہ کر دیا۔ مجبوراً صفیں آراستہ کر کے آمادۂ جنگ ہوا۔ اور تھوڑی سی چقلپش میں بھاگ گیا۔ ادہم خان اسکی شکست کے بعد شہر میں آیا اور خزائن و دفائن فراہم کرنے میں مشغول ہو

گیا خصوصاً گانے ناچنے والیوں کے بہم پہنچانے میں زیادہ مصروف ہوا۔ نقد و جنس اور اکثر عورتوں پر قبضہ کرنے کے بعد آدمیوں کو روپ متی کی تلاش کے لئے مقرر کیا۔ چونکہ باز بہادر نے شکست کے وقت اپنے آدمیوں کو اپنی محبوبہ عورتوں کے قتل کے لئے ہندوستان کی رسم کے موافق کہ اپنی عورتوں کو حوادث مسلم کے آخر میں تیغ بیدریغ کے گھاٹ اتار دیتے ہیں اور اسکو جوہر کہتے ہیں بھیج دیا تھا اور ان بیرحم دلویزادوں نے اکثر پری پیکروں کو کاٹ کر چند بیگناہوں کا خون خاک پر گرایا تھا اور روپ متی کے قتل کی باری آگئی تھی اور ان کو اسقدر فرصت نہ ملی کہ روپمتی کا کام تمام کریں، اسکو بھی ادہم خان کے پاس لے آئے۔ اس پختہ کار نے التماس کیا کہ میرے کاری زخم لگے ہیں۔ فی الحال مجھ کو کسی کے گھر میں محفوظ رکھیں اچھی ہونے کے بعد خدمت میں حاضر ہو سکتی ہوں۔ ادہم خان نے اسکو شیخ عمر نام درویش کے گھر میں جو اس ملک میں تقوے میں مشہور تھا چھوڑ دیا۔ روپ متی نے درویش کی عورتوں میں رہ کر اپنا علاج کیا۔ یہاں تک کہ اچھی ہوگئی لیکن باز بہادر کے فراق کا زخم جو دل میں لگا تھا اچھا نہیں ہوتا تھا۔ مصرع "ہجر کا زخم طبیبوں سے نہ اچھا ہوگا"

ادہم خان بڑے شوق سے ہمیشہ اسکی خیر پوچھا کرتا تھا۔ جب روپ متی نے صحت پائی غسل کیا اور کوئی عذر کی جگہ نہ رہی۔ مشک اور عنبر اور کافور دوسری خوشبوئیں رنگیں تاکہ اپنے آپ کو آراستہ اور معطر کرکے خدمت میں جلد پہنچے۔ ادہم خان نے جو اسکا فریفتہ تھا فی الفور مطلوبہ خوشبوؤں کے ساتھ کافور بھی چونکہ مانگا تھا بھیج دیا اس نے باز بہادر کے عشق کے تحقیق ادا کرنے کے لئے ایک ہتھیلی بھر کافور کھا لیا اور چادر تان کر ایسی سوئی کہ پھر نہ اٹھی۔ اشعار

(۱) عورت آتش عشق میں زیادہ جلتی ہے۔ گھاس پھوس جلدی جل جاتے ہیں۔

(۲) وہ اچھا ہے جس نے عشق میں جان دیدی۔ یہ عشق ہی ہے کہ جس کے لئے جان دیجاتی ہے۔

ہندوستانی عورت کی وفاداری مسلّم ہے۔ ایرانی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

درو فاداری بہ عالم ہیچ ہندو زن مباش　　کز برائے مردہ سوزد زندہ جان خویش را

ذکر احوال سلاطین مالوہ

صفحہ ۵۳ تاریخ کے امیدواروں پر پوشیدہ نہ رہے۔ کہ بلاد مالوہ ایک ملک ہے۔ وسیع اور فراخ اور آباد صوبہ۔ اور ہمیشہ حکام ذیشان اس ملک میں رہے ہیں اور راجہ ہائے کبار و رایان نامدار مثل راجہ بکرماجیت اور راجہ بھوج وغیرہ کے جنکی حکایات عجیبہ اور اوصاف حمیدہ لوگوں کی زبانوں پر جاری ہیں۔ اس صوبہ کی حکومت پر اپنا عمدہ نام و نشان چھوڑ گئے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں اس ملک میں اسلام پھیلا

سلاطین دہلی میں سے سلطان غیاث الدین بلبن نے اس پر غلبہ پایا۔ سوقت سے سلاطین دہلی کے قبضہ میں رہا ہے۔ جب سلطان محمد شاہ بن فیروز شاہ نے ایک جماعت کو جس نے اسکے ایام ادبار میں رفاقت اور ہمراہی کی تھی تخت حکومت پر بیٹھنے کے بعد رعایت کر کے چار شخصوں کو چار صوبے دیئے اور وہ چار شخص سلطنت پر بیٹھے۔ اعظم ہمایوں ظفر خان گجرات۔ اور خضر خان ملتان اور دیپال پور میں اور خواجہ سرور خواجہ جہاں جس نے سلطان الشرق کا خطاب پایا تھا جونپور میں اور دلاور خان مالوہ میں۔ ۷۹۶ھ ہجری کے ابتدا سے دلاور خان حکومت میں قیام رکھتا تھا۔ جب سلطان محمد شاہ نے رحلت کی تو ہندوستان میں گڑبڑ پھیلی ہوئی تھی ہر طرف کسی نہ کسی امیر نے حکومت کا جھنڈا بلند کر رکھا تھا۔ دلاور خان بھی والی دہلی سے منحرف ہو کر سلاطین کے طریقہ پر ملک داری کر رہا تھا اسکی حکومت کا زمانہ پچیس سال۔ سلطان ہوشنگ بن دلاور خان تیرہ سال۔ سلطان محمود بن سلطان ہوشنگ ایک سال اور چند ماہ۔ سلطان محمد خلجی امیر الامراء سلطان ہوشنگ شاہ تھا اور اسکی بہن سلطان محمود کے عقد نکاح میں تھی سلطان کو ساقی کے ذریعہ زہر دلوا کر مسند حکومت پر بیٹھ گیا۔ اور تمام ولایت لونڈی اور مارواڑ بزور شمشیر لے لی۔ اسکی حکومت کا زمانہ تینتیس سال۔ سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی تینتیس سال۔ سلطان ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین چار سال چار مہینے اور تین دن۔ سلطان محمود بن سلطان ناصر الدین بائیس سال اور دو مہینے۔ سلطان بہادر شاہ والی گجرات نے سلطان محمود کو میدان جنگ میں مار کر صوبہ مالوہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اسکی حکومت کا زمانہ چھ سال۔ ملو قادر شاہ اس ملک کے سلاطین کے امراء کبار میں سے تھا۔ سلطان بہادر شاہ کے مرنے کے بعد چونکہ صوبہ مالوہ کا کوئی حاکم نہ تھا غالب آ کر اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ جس زمانے میں نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے مالوہ کی جانب کوچ کیا شیر شاہ نے ان دنوں میں جبکہ اسکے خروج کا آغاز تھا ملو قادر شاہ کو لکھا کہ آگرہ کی طرف گڑبڑ کر دے اور فرمان پر مہر لگائی۔ **صفحہ ۵۴** اس نے بھی اسکا جواب لکھ کر اسپر مہر لگا دی۔ شیر شاہ اس وجہ سے غصہ ہو گیا اور سلطنت پر غلبہ پانے کے بعد اس سے جھگڑا کرنے کے لئے کھڑا ہوا۔ قادر شاہ نے مقابلہ کی تاب نہ لا کر ملاقات کی۔ مالوہ کے عوض لکھنوتی اس کے لئے مقرر ہوئی۔ ایک دن اپنے مکان سے سوار ہو کر ملاقات کے لئے جا رہا تھا قادر شاہ ڈرا کہ مبادا شیر شاہ میرے ساتھ ویسا سلوک کرے اس ڈر سے بھاگ کر نکل گیا۔ اسکی حکومت کا زمانہ چھ سال اور پانچ مہینے۔ شجاعت خان عرف شجاول خان افغان نائب شیر شاہ بارہ سال اور ایک مہینہ۔ باز بہادر عرف بازید خان بن شجاعت خان دو سال دو مہینے اور تین دن۔ ۹۶۲ھ ہجری کے ابتدا سے لے کر ۹۶۷ھ ہجری تک ایک سو اکھتر سال حکومت صوبہ مالوہ سلاطین دہلی کی ماتحتی سے باہر رہی۔ لیکن اس مدت میں اکثر اشخاص اکثر وقت اصالتاً اور کچھ لوگ بعض وقت وکالتاً اس صوبہ میں حکومت کرتے رہے ہیں۔

جب ادہم خان کامیاب اور فتحمند ہوا اور کثیر خزانہ ایسی وسیع ولایت کے ساتھ ہاتھ آیا تو مغرور ہو کر اطاعت بادشاہی سے سر پھیر لیا اور جو کچھ نقد و جنس اور فیل خانہ و توپخانہ اور باز بہادر کی عورتیں ہاتھ آئیں اور سب پر قابض ہو کر ان میں سے

کوئی چیز دربار میں نہ بھیجی اور حق نعمت پروردگی طاق نسیان میں رکھکر یعنی وانحراف کا راہ پیما ہوا تو مجبوراً پادشاہ خود آگے بڑھا۔ قلعہ کارکردن کے نزدیک جو اسوقت تک فتح نہیں ہوا تھا پہنچ کر چشم زدن میں اس قلعہ کو فتح کر کے آگے روانہ ہوا۔ ادہم خان جو لشکر والا کے کوچ سے بے خبر تھا قلعہ مذکور کی تسخیر کے ارادہ سے شہر سارنگ پور سے نکلا۔ ناگہاں رایات اکبری کا ہراول نظر آیا اور عجلت میں تنہا آگے جا کر گھوڑے سے اتر پڑا اور پائے بوسی سے مشرف ہوا اکبر نے سارنگ پور میں نزول اجلال فرمایا۔ رات ادہم خان کے مکان میں گزاری۔ اس نے لوازم پیشکش و نیاز ادا کئے۔ چند دن وہاں ٹھہرا رہا۔ اس صوبہ کے نظم و نسق سے دل جمعی کر کے ادہم خان کو بدستور سابق بحال رکھ کر دارالخلافت آگرہ کو لوٹا۔ چند روز بعد عبداللہ خان اس صوبہ کی حکومت پر متعین ہو گیا اور ادہم خان حضور میں پہنچا۔ چونکہ مست بادہ دولت جوانی و ملہوستی سے نادانی تھا۔ ایک دن دیوان عام میں شمس الدین محمد خان اتکہ سے جھگڑا کر کے اس کو قتل کر دیا۔ **صفحہ ۵۵** اور بادشاہ کو قتل کرنے کے لئے حرم سرا کی طرف چلا۔ بادشاہ آرام میں تھا شور و غوغا سے بیدار ہو کر باہر آیا راستہ میں ادہم خان روبرو ہوا ننگی خون آلود تلوار ہاتھ میں تھی۔ اکبر عقل سے سمجھ گیا اور اسے ڈانٹ کر کہا اے کھلاڑی لڑکے تو نے ہمارے اتکہ کو کیوں مار ڈالا؟ اور اس زور سے سر پر مکا رسید کیا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ حاضرین نے حکم کے مطابق اس بیباک کو باندھ کر قلعہ کے کنگرہ سے نیچے گرا دیا۔ اس نے فوراً قالب خالی کر دیا۔ (مر گیا)

دربیان تسخیر ولایت گکھران

یہ صوبہ درمیان دریائے سندھ و بہٹ واقع ہے۔ وہاں کے حاکم اسی جماعت میں سے بطور خود آزاد رہ کر کبھی فرمانروایان دہلی کے مطیع نہیں ہوئے۔ بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ وہ صوبہ قدیم سے کشمیر میں داخل تھا۔ سلطان محمود غزنوی نے مسخر کر کے اپنے ایک امیر کو جو کیکام کی نسل سے تھا سپرد کر دیا اسوقت سے اسکی نسل گکھروں کے نام سے مشہور اور اس ملک پر قابض رہ کر آزاد حکومت کرتی رہی ہے۔ شیر شاہ اور اسلام شاہ نے مدت تک اس صوبہ کی تسخیر کے لئے کوشش کی اور ایک قلعہ رہتاس نام سرحد پر بنایا تاکہ گکھروں کی جماعت عاجز ہو کر مطیع ہو جائے مگر مطلق پیش نہ گئی اور صلح ہوئی۔ سلطان سارنگ وہاں کا حاکم مع اپنے بیٹے کمال خان کی ملاقات کے ارادہ سے اسلام شاہ کے پاس آیا اس نے دونوں کو گرفتار کر کے قلعہ گوالیار میں بھیج دیا۔ سلطان آدم برادر سلطان سارنگ مسند حکومت پر بیٹھ کر متواتر بہادرانہ لڑائیاں لڑا اور شجاعت کے زور سے اپنے صوبہ کی حفاظت کی اور اسلام شاہ بغیر مقصد حاصل کئے لوٹ گیا۔ ایک مرتبہ اسلام شاہ نے حکم دیا کہ گوالیار کے قید خانہ کو خالی کر کے اور باروت سے بھر کر آگ لگا دیں۔ اطاعت گزاروں نے حسب الحکم عمل کیا۔ سلطان سارنگ تمام قیدیوں کے ساتھ باروت کی آگ میں اڑ کر عالم نیستی کو چلا گیا۔

اور خدا کی حفاظت سے کمال خان سلطان سارنگ کا بیٹا قید خانہ کے گوشہ میں ایسی بلائے بے پناہ سے سلامت رہ گیا۔ سلطنت افغاناں کے رشتہ کے قطع ہو جانے کے بعد کمال خان قلعہ گوالیار سے رہا ہو کر ملازمان درگاہ اکبری میں شامل ہو گیا۔ ہیموں کی لڑائی اور دوسری لڑائیوں میں کارہائے نمایاں کرکے مورد الطاف پادشاہی ہوا۔ جب بادشاہ کو اپنے حال کی طرف متوجہ پایا تو اپنے موروثی صوبہ کی استدعا کی۔ فرمان والا سلطان آدم کے نام صادر ہو گیا کہ چونکہ اس نے کامران میرزا کو گرفتار کرکے دربار ہمایوں بادشاہ جنت آرام گاہ کے حضور میں بھیج کر عمدہ خدمات انجام دی تھیں۔ اور اس خاندان کی اطاعت کا دم بھرتا ہے۔ اسوجہ سے فضل و کرم سے نصف صوبہ اسکو دیدیا جائے چاہیئے کہ نصف صوبہ کمال خان کے منصب میں جو اس ملک کا وارث بھی ہے اور خدمات شائستہ بجالایا ہے چھوڑ دے۔ سلطان آدم نے بد قسمتی سے حکم سے سرتابی کرکے فرمان عالیشان کے بموجب عمل نہ کیا لہٰذا امیر محمدؐ خان برادر کلاں اتکہ خان اور دوسرے امرا کو پنجاب میں مقرر کرکے سلطان آدم کے استیصال اور کمال خان کی اعانت کے لئے مامور کیا سلطان آدم نے جرات کا قدم اپنے اندازہ سے باہر نکال کر قصبہ ہیلاں تک دریائے بھٹ کے ادھر تک پہنچ گیا اور بادشاہی لشکر سے جنگ کرکے شکست کھائی۔ امیر محمدؐ خان اسکے تعاقب میں گیا اور تمام اس صوبہ کو اپنے قبضہ میں لاکر داخل ممالک محروسہ کر لیا۔ اکبر نے عنایت کرکے وہ تمام ملک کمال خان کو مرحمت کر دیا اور سلطان آدم نکالا گیا۔

دربیان رسیدن زخم تیر باکبر پادشاہ

ایک دن بادشاہ شاہ نظام الدین معروف باولیا کے روضہ کی زیارت کو تشریف لے گئے تھے لوٹتے وقت جب چوک میں پہنچے تو ایک شخص نے جسکے سر پر خون سوار تھا گھات میں سے ایک تیر اسکی طرف پھینکا اور سیدھے شانہ پر لگ کر ایک بالشت کے قریب زخم ہو گیا۔ حاضرین میں سے فوراً اٹھا اس بیباک کو گرفتار کرکے حاضر کیا لوگ تفتیش کرنے لگے۔ حکم ہوا کہ تفتیش نہ کریں ایسا نہ ہو کہ بے گناہ لوگوں کو مصیبت میں پھنسا دے۔ دنیا کو اسکے ناپاک وجود سے جلد پاک کر دیں۔ بموجب فرمان اسیوقت اسکو قتل کر دیا اور اکبر باوجود ایسے گہرے زخم کے اسی متانت سے گھوڑے پر سوار دولت خانہ آکر علاج میں مشغول ہوا اور سات دن میں زخم بھر گیا۔ اسکے بعد معلوم ہوا کہ وہ شخص قتلو نام شرف الدین حسین میرزا کا غلام تھا۔ اس نے اکبر کے تیر اسلئے مارا تھا کہ میرزائے مذکور نے اس کو عداوت سے بادشاہ کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔



دربیان کشتہ شدن شاہ ابوالمعالی

وہ ہمایوں بادشاہ کے زمانہ میں جمال ظاہری کے وسیلہ سے مقربان درگاہ ہوگیا تھا اور اپنے آپکو بادشاہ کے فرزندوں میں شمار کرتا تھا اگرچہ حسن وصورت رکھتا تھا مگر بدخو اور بداخلاق تھا۔ صفحہ ۵۵ شعر

افسوس ہے کہ اچھی صورت والا اچھی عادت والا نہ ہو۔ اس پھول کا رنگ کس کام کا جس میں خوشبو نہ ہو۔

جس وقت کہ خطۂ کلانور میں تخت حکومت نے اکبر بادشاہ کے وجود سے زیب و زینت پائی تمام امرا مجمع جشن میں حاضر ہوئے ابوالمعالی نے بعض دوراز کار باتیں کہہ کر دربار میں آنے سے بہانے کئے بیرام خان خانان نے بہر صورت اسکو دلاسا دیکر بلایا اور اسی جلسہ میں بموجب حکم قید کر کے لاہور بھیج دیا گیا۔ قلعہ لاہور کے کوتوال کی غفلت سے لاہور سے بھاگ کر بعد مدت کے پھر گرفتار ہوگیا اور قلعہ بیانہ میں قید کیا گیا۔ جس زمانہ میں بیرام خان منحرف ہوکر اس نواح میں پہنچا اسکو دوسرے قیدیوں کے ساتھ چھوڑ دیا۔ اسنے مکہ جاکر چند سال بعد پھر فساد برپا کیا۔ جب کچھ کامیابی نہ ہوئی تو کابل میں جاکر محمد حکیم میرزا کی والدہ ماہ جوجک بیگم کو مکرو حیلہ سے اپنی طرف کر لیا اور اسکی لڑکی کو جو میرزا کی بہن تھی اپنے عقد نکاح میں لاکر کابل کا مدارالمہام بنگیا۔ اور لوگوں کو اپنی طرف گرویدہ کر کے موقع پاکر بیگم کو قتل کر دیا اور خود مختاری کا دم بھر کر زمانہ گذرنے پر بیگم کے امراکو نہانخانۂ عدم میں بھیج دیا۔ میرزا سلیمان حاکم بدخشاں نے حقیقت حال سے مطلع ہوکر محمد حکیم میرزا کی استدعا کے موافق کابل پر چڑھائی کی۔ اس طرف سے شاہ ابوالمعالی فوج آراستہ کر کے آمادہ جنگ ہوکر روانہ ہوا اور دریاے غوربند کے کنارے دونوں لشکر سامنے مل کر آمادۂ کارزار ہوئے۔ محمد حکیم میرزا جو اس سے نہایت آزردہ تھا عین لڑائی میں میرزا سلیمان سے آگے بڑھ کر پہنچا۔ شاہ ابوالمعالی یہ حال دیکھ کر حیران ہوا اور بھاگا اور اسی طرح تعاقب کرتے ہوئے موضع چاریکاراں میں اس کو گرفتار کر لیا۔ میرزا سلیمان نے فتح کے بعد کابل پہنچ کر کابل کے بعض محالوں کو اپنے امرا کی جاگیر میں دے کر اپنی بیٹی کو محمد حکیم میرزا کے نکاح میں دیدیا۔ اور بدخشاں کو لوٹ گیا۔ شاہ ابوالمعالی کو زنجیر سے باندھ کر میرزا کے پاس بھیج دیا چونکہ اس نے حق نعمت کو فراموش کر کے امور ناشائستہ کا مرتکب ہوا تھا میرزا نے اپنی والدہ کے قصاص میں اسکو پھانسی دیدی۔ شعر

ہم نے اپنی عمر میں نہیں سنا کہ بُرے آدمی نے کبھی نیکی دیکھی ہو۔

دربیان تسخیر ولایت گرکہ آن را گوندوالا گویند

اس سے قبل مسلمان بادشاہوں میں سے کسی کا قبضہ اسپر نہیں ہوا تھا اور مسلمان بادشاہوں کے گھوڑوں کے سُم

اس ملک میں نہیں پہنچے تھے۔ اس زمانہ میں جب وہاں کا حاکم راجہ دلیپ مرگیا تو اسکا بیٹا بیر نرائن پانچ برس کا قائمقام
ہوا۔ **صفحہ ۵۸** اسکی ماں رانی درگاوتی اپنے بیٹے کی کم سنی کی وجہ سے اس صوبہ میں حکومت کرتی تھی۔ وہ عورت
شجاعت اور فراست سے مردانہ وار کارہائے نمایاں کرتی اور شکارگاہ میں شیر کو خاک ہلاک پر گرادیتی اور دربار عام کرکے
حکومت کے کام مردان عالی فطرت کی طرح انجام دیتی اور لوازم مملکت اور مراسم سرداری میں تدابیر صائب بجالاتی۔ جب
اس ملک کی حقیقت اکبر کے کان میں پہنچی۔ آصف خان اور اسکے بھائی وزیر خان جو شیخ زین الدین خوافی کی اولاد
میں سے تھے جس پر امیر تیمور بڑا اعتقاد رکھتا تھا۔ اس ملک کی تسخیر کے لئے مقرر ہوئے۔ انہوں نے وہاں
پہنچ کر صفوف جنگ آراستہ کیں۔ رانی درگاوتی مسلح ہوکر ہاتھی پر سوار میدان میں آئی اور مردانہ وار جنگ کرکے
اپنے ہاتھ سے تیر اور بندوق چلائے اور بہت سے مارے اور بڑے کارہائے نمایاں کئے۔ بالآخر آصف خان غالب
آکر کامیاب ہوا اور رانی کی فوج اکثر قتل اور زخمی ہوئی اور بقیۃ السیف بیاباں مرد ہزیمت ہوئے۔ جب رانی نے اپنا
یہ حال دیکھا تو ایک برہمن سے جو ہاتھی پر بجائے فیلبان بیٹھا تھا کہا کہ خنجر آبدار سے میرا کام تمام کردے۔ اس نے
جواب دیا کہ مجھ سے تو اپنی مخدومہ پر یہ جرات نہیں ہوسکتی۔ اس عورت نے جو ہمت مردانہ رکھتی تھی جوابدیا کہ نیکنامی
سے مرنا بدنامی کے جینے سے بہتر ہے۔ یہ کہہ کر اپنے ہاتھ سے خنجر بران سے اپنا کام تمام کیا اور وہ صوبہ آصفخان
اور وزیر خان کی شمشیر ہمت سے فتح ہوا۔ ڈیڑھ سو صندوق سونے کی اشرفیاں علاوہ چاندی اور چاندی سونے کے
آلات اور طرح طرح کے بت اور تصویریں اور سونیکی چیزیں اور دوسری طرح طرح کی چیزیں شمار و قیاس کی حد سے
باہر اور ہزارہا نامی ہاتھی قبضہ میں آئے۔ آصف خان نے سب اپنے قبضہ میں کرکے اکبر کے دربار میں کچھ تھوڑا سا بھیجا۔ آخرکار
چار و ناچار درگاہ والا میں پہنچ کر مہم چیتور اور دوسری مہموں میں خدمات شائستہ کیں۔ اور وہ صوبہ اولیائے دولت
کے قبضہ میں آگیا اور ایسے وسیع ملک پر فتح پانے سے اور اس قدر دولت ہاتھ آنے سے مغرور ہوکر باغی ہوگیا۔

دربیان تعمیر قلعہ اکبرآباد

دسویں سال جلوس والا میں مطابق ۹۷۳ھ ہجری کے بنیاد رکھی گئی۔ ہر روز چار ہزار استاد سنگتراش
اور معمار اور لوہار اور بڑھئی اور مزدور کام میں مشغول ہوکر تیس گز چوڑا اٹھاتے تھے۔ اور اسکی بنیاد پانی سے گذرگئی
اور بلندی میں ساٹھ گز تک پہنچی کنگرہ تک تراشے ہوئے پتھروں سے بنیاد رکھی ہے۔ **صفحہ ۵۹** اسی طرح زبردست عمارتوں
اور زبردست سنگتراشوں لوہاروں اور بڑھئیوں نے عمارات دلکشا اور منازل فرح افزا دولت خانہ والا میں ترتیب کے
ساتھ آراستہ کیں۔ نقاشان جادو کار اور مصوران سحر طراز نے پھولوں وغیرہ کی تصویروں میں ید بیضا کا کام کیا ہے گویا
نگارخانہ چین اور گلزار بہشت آئین بنادیا ہے اور آٹھ سال کے عرصہ میں ایک مضبوط قلعہ اور زبردست شہر کی بنیاد پڑ کے

اکبرآباد کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ شہر ممالک محروسہ ہند کے وسط میں واقع ہے۔ اور وہاں کی آب و ہوا اچھی اور دریا کی سیر دلکش ہے۔

دربیان قتل علی خان و بہادر خان

جس زمانے میں غفران پناہ ہمایوں بادشاہ نے عراق سے معاودت کی تو عراق کے لشکروں میں جو شاہ طہماسپ نے کمک اور امداد کے متعین کئے تھے حیدر سلطان مع اپنے دونوں بیٹوں علی قلی خان اور بہادر خان کے بھی تھا۔ حیدر سلطان قندھار کی فتح کے بعد کامران میرزا سے ہمایوں کے شکست کھانے کے وقت اثنائے راہ میں مر گیا۔ علی قلی اور بہادر اس کے بیٹے ہمایوں کی رکاب میں رہ کر خدمات پسندیدہ کے مصدر ہوئے اور خانی کا خطاب پایا۔ ہمایوں کے مرنے کے بعد جب تخت سلطنت اکبر کے جلوس سے رفعت پذیر ہوا۔ اور ہیموں بقال اور دوسرے مخالف جڑ سے اکھاڑ دیئے گئے تو علی قلی خان کو خان زمان کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور سنبھل کی سرکار اسکی جاگیر میں مقرر ہوئی۔ اس نے اپنی بہادری سے بزور شمشیر سنبھل سے اودھ تک قبضہ کر لیا۔ اسکے بھائی بہادر خان نے بھی خدمات شائستہ کیں۔ اور وکیل السلطنت اور مدارالمہام ہو گیا۔ خان زمان نے غرور شجاعت اور سفلہ طبعوں کی مصاحبت کی وجہ سے بادشاہی کی اطاعت سے انحراف کیا۔ اور بغاوت و نافرمانی کے آثار اس سے ظاہر ہو کر بعض امور جو بادشاہ کی مرضی کے خلاف تھے ظہور میں آتے تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ شاہم بیگ نام ایک شتربان کا لڑکا جو حسین تھا اور ہمایوں بادشاہ کے سلاحداروں کی لڑی میں منسلک تھا۔ خان زمان نے اس سے دل لگا کر ہمایوں کے مرنے کے بعد اور نرمی اور خاطر سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور بہت شیفتگی ظاہر کر کے یہاں تک نوبت پہنچی کہ اسکو سلام کر کے پادشاہم (میرا بادشاہ) کہتا تھا۔ جب اسکی اکبر کو خبر پہنچی ایک فرمان مشتمل بر نصائح اسکو لکھ کر تحکم دیا کہ اس شتربان کے لڑکے کو درگاہ والا میں بھیج دے۔ وہ مست غرور متنبہ نہ ہوا اور بدمستیوں کے آثار ظاہر کئے اور بادشاہ کا مزاج اس سے بہت منحرف ہو گیا۔ بڑے مبالغہ کے بعد اس شتربان کے لڑکے کو اپنے پاس سے نکال دیا۔ **قصہ مختصر** چونکہ خان زمان کے حرم میں آرام جان نامی ایک رنڈی تھی اور شاہم بیگ کی استدعا سے اس نکاحی عورت کو اسے بخش دیا تھا وہ مدت تک شاہم بیگ کی ران کے نیچے رہی اس نے بھی اس عورت کو عبدالرحمن نامی ایک شخص کو جو اسکے دوستوں میں تھا اور اس رنڈی پر طبیعت رکھتا تھا بخش دی۔ اس زمانے میں جبکہ شاہم بیگ بظاہر خان زمان سے جدا ہو گیا اور عبدالرحمن مذکور کے پاس پرگنہ سرہرپور میں جو اسکی جاگیر میں تھا رہتا تھا۔ ایک دن نشہ کی حالت میں عبدالرحمن مذکور سے اس نے رنڈی طلب کی اس نے بہانہ کیا۔ شاہم بیگ جبر و ظلم سے پیش آیا اور عبدالرحمن کو قید کر دیا اور رنڈی کو اسکے گھر سے نکال کر قبضہ میں کیا۔ نوبت ... جنگ ... تک پہنچ کر عبدالرحمن ... کہ اثنائے جنگ کی ... شاہم بیگ کو قتل کر دیا۔ یہ خبر خان زمان کو

پہنچی اور آشفتگی خاطر کا باعث ہوئی۔ چونکہ شجاعت کے زور سے افغانیوں پر غالب آکر صوبہ اودھ تک قبضہ میں کر لیا تھا۔ اور مبارز خان سلطان محمد عدلی کے بیٹے کو جسکو افغانیوں نے شیر شاہ کا خطاب دیا تھا اور فساد کے لئے سر اٹھایا تھا شکست دیکر کامیاب ہو گیا تھا زیادہ مغرور ہو گیا۔ شاہم بیگ کا قتل بادشاہ کے اشارہ سے سمجھ کر بغاوت کر کے کھلم کھلا اطاعت سے سر پھیر لیا اور اس کا بھائی بہادر خان بھی جا کر اس سے مل گیا۔ اور یہ دونوں بھائی شورش کا مصدر ہو کر باعث اختلال ممالک محروسہ ہوئے۔ بادشاہ چند مرتبہ بذات خود ان پر چڑھ کر گیا اور جنگ کی لیکن بڑے بڑے امرا کے وسیلہ سے انکی خطائیں معاف ہوئیں۔ چونکہ عنایت کی قدر نہ جان کر باوجود عفو جرائم کے متواتر حرکات ناشائستہ کا باعث ہوئے تو مجبوراً اکبر نے ان بدانجاموں کے استیصال کے لئے مصمم ارادہ کر کے اکبر آباد سے کوچ کیا اور چند دن رات راستہ طے کر کے حوالی پرگنہ سکردر میں ناگہاں مخالفوں پر جا چڑھا اور سخت جنگ ہوئی۔ وہ دونوں بھائی جان سے ہاتھ دھو کر خوب لڑے۔ اسوقت میں اگرچہ کل پانسو سوار اور چند ہاتھی اکبر کے جھنڈے تلے تھے لیکن تائید الٰہی کا ہزاروں لشکر ساتھ تھا۔ اتفاقاً عین لڑائی میں بہادر خان کا گھوڑا چراغ پا ہو گیا اور زین سے زمین پر گر پڑا۔ فتحیاب لشکر کے بہادروں نے اسکو گرفتار کر لیا اور گردن پر اسکے ہاتھ باندھ کر حضور میں لائے۔ اکبر نے پوچھا کہ اے بہادر ہم نے تیرے ساتھ کیا برائی کی تھی کہ اس تمام فتنہ و فساد کا باعث ہوا۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ بڑی کوشش کے بعد اسکی زبان پر آیا۔ الحمد للہ علیٰ کل حال (ہر حال میں خدا کا شکر ہے) اس اثنا میں شہباز خان نے حکم والا کے بموجب اسکو بار سر سے سبکدوش کر دیا کچھ دیر بعد ہمراہیوں میں سے ایک شخص خان زمان کو پکڑ لایا۔ اس نے بیان کیا کہ بادشاہ سلامت کے ایک دانت والے ہاتھی نے خان زمان کو مار ڈالا اور وہ میدان میں پڑا ہوا ہے۔ صفحہ ۱۱ حکم ہوا کہ جو کوئی نمک حراموں کے سر لائیگا مغل کے سر کی ایک اشرفی اور ہندوستانی کے سر کا ایک روپیہ کے حساب سے انعام پائیگا۔ (البتہ سر ہندوستانی ہیچ قیمتے ندارد۔ مترجم) لوگ مخالف کے لشکروں کے سر کاٹ کر لاتے تھے اور اشرفی اور روپیہ پاتے تھے۔ یہاں تک کہ خان زمان کا سر لایا گیا۔ اکبر نے گھوڑے کی پیٹھ سے اتر کر جبین نیاز کو بے نیاز کے شکر کے سجدہ میں زمین پر رکھ دیا۔ اور ان دونوں نمکحراموں کے سر کو اکبر آباد بھیج دیا۔ جلوس کے تیسرے سال کی ابتدا سے لے کر گیارہویں سال تک ان دونوں بھائیوں کی وجہ سے ممالک محروسہ میں گڑبڑ تھی۔ بارہویں سال کے شروع میں ان کا فتنہ و فساد دب گیا۔ **نظم**

(۱) آقا کی نمک حرامی آدمی کے سر اور گردن کو توڑ دیتی ہے۔

(۲) اگر تو ولی نعمت سے سرتابی کرے گا تو اگر آسمان جیسا بلند مرتبہ بھی ہوگا تو اوندھا ہو جائے گا۔

ذکر در بیان شورش میرزایان و تادیب و تخریب آنہا و تسخیر ولائت گجرات

ابراہیم حسین میرزا و محمد حسین میرزا و مسعود حسین میرزا و عاقل حسین میرزا سلطان میرزا کے بیٹے جس کا سلسلۂ نسب صاحبقران امیر تیمور گورگان تک پہنچتا ہے اپنی بدطینتی اور سفلہ خوئی کی وجہ سے شورش کا باعث ہوتے تھے اور خانزمان اور بہادر خان کے ساتھ متحد ہوکر ممالک محروسہ میں خلل ڈالتے رہتے تھے۔ اور محمد سلطان ان کا باپ جو بہت بڈھا تھا پرگنہ اعظم پور سرکار سنبھل میں اپنی جاگیر میں رہتا تھا۔ اس عرصہ میں کہ خان زمان اور بہادر خان اپنے اعمال کی سزا کو پہنچ گئے تو میرزاؤں نے فتنہ و فساد کو اپنے ذمہ لے کر فتنہ پردازی حد پر پہنچا دی۔ جب رایات عالیات نے پنجاب کی طرف کوچ کیا سنبھل سے نکل کر تاخت و تاراج کے لئے ہاتھ بڑھائے اور بعض جاگیرداروں کو مار کر ان کا مال و متاع مع جاگیر کے قبضہ میں کر لیا اور دہلی پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور مخلوق کے آزار و نقصان اور شورش عظیم کا باعث ہوئے۔ اکبر یہ واقع سنکر پنجاب سے دہلی کی طرف لوٹا۔ میرزا شاہی لشکر کے کوچ کی خبر سنکر دہلی کے محاصرہ سے ہاتھ اٹھا کر مالوہ کی طرف چلے گئے اور اس صوبہ کو محمد قلی برلاس سے جو کہ امرائے پادشاہی میں سے تھا لیکر ہنڈیا تک اپنے قبضہ میں لے آئے۔ دہلی میں رایات اقبال کے نزول کے بعد فتحمند فوجیں بہ انجام میرزاؤں کے استیصال کے لئے مقرر ہوئیں۔ اسوقت سلطان محمود گجراتی فوت ہو گیا تھا اور چنگیز خان سلطان محمود کا غلام اس صوبہ میں حکومت کر رہا تھا۔ میرزا بادشاہی لشکر کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور صوبہ مالوہ میں اپنا قیام اپنی طاقت و قدرت سے باہر دیکھ کر چنگیز خان کے پاس پناہ گزین ہوئے۔ **صفحہ ۶۲** چونکہ اعتماد خان گجراتی جو امرائے سلطان محمود میں سے تھا احمد آباد کے لئے چنگیز خان سے جنگ کر رہا تھا۔ چنگیز خان نے میرزاؤں کے پہنچنے کو غنیمت جانکر بھڑوچ انکی جاگیر مقرر کر دی وہ چونکہ عمدہ عادت نہیں رکھتے تھے وہاں بھی نہ کھپ سکے اور چنگیز خان سے جنگ کر کے خاندیس کی طرف چلے گئے اور وہاں سے پھر مالوہ آئے۔ اسکے بعد جب جہاز خان حبشی نے چنگیز خان کو مار ڈالا اور گجرات کے صوبہ میں گڑبڑ مچ گئی تو میرزاؤں نے مالوہ سے گجرات کی طرف جا کر قلعہ چاپانیر اور سورت کو بغیر جنگ کے لے لیا۔ اسکے بعد قلعہ بھڑوچ پر قابض ہو کر قوت اور طاقت حاصل کر لی۔ جب یہ خبر اکبر کو پہنچی تو ولایت گجرات کی تسخیر اور میرزاؤں کی تادیب کے لئے اپنے دل میں مصمم ارادہ کر کے دولت و اقبال کے ساتھ اس طرف متوجہ ہوا۔ حوالی گجرات میں پہنچنے کے بعد سلطان مظفر عرف نتھو اس صوبہ کے حاکم کو جو سلطان بہادر کی اولاد میں سے ایک چھوٹا بچہ تھا اور اپنے امرا کی مفسدانہ میرزاؤں کی خلل اندازی کی وجہ سے پریشان پھر رہا تھا اسکو قید کر کے لائے اکبر نے اسکو مقید رکھا مگر وہ کچھ دنوں بعد موقع پاکر بھاگ نکلا۔ اعتماد خان خواجہ سرا جو اس صوبہ کا مدارالمہام تھا اور دوسرے ملازم اس ملک کے خدمت میں آئے اور گجرات بغیر جنگ کے فتح ہو گیا۔ احمد آباد نے جو ایک بڑا شہر ہے اکبر کے ورود کی شان سے

نئی رونق پائی۔ میرزا عزیز کوکلتاش ولد خان اعظم شمس الدین محمد آتکہ کو خان اعظم کے خطاب سے جو اس کا موروثی تھا سرفراز فرما کر گجرات کی صوبہ داری پر مقرر کیا اور وہاں کا انتظام کرنے کے بعد بندر کمبایت میں جو احمد آباد سے تیس کوس ہے تشریف لے جا کر دریائے شور کی سیر کی۔ اور وہاں سے لوٹ کر میرزاؤں کے استیصال کے لئے آگے بڑھے اور قصبہ سرنال میں بہ نفس نفیس میرزاؤں سے جنگ کی۔ وہ فتنہ کیش سطوت شاہی کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے اور ہر ایک ادہر ادہر چل دیا۔ اکبر نے فتح کے بعد سورت کی طرف کوچ کیا۔ اسوقت راجہ علی خان محمد حاکم خاندیس کا بھائی خدمت میں آکر مصدر خدمات و مورد عنایات ہوا۔ ایک دن حوالی سورت میں راجپوتوں کی بہادری کا ذکر ہو رہا تھا کہ یہ گروہ اپنی جان کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں سمجھتا ہے۔ چنانچہ بعض راجپوت ایسے نیزہ کو جس کے دونوں طرف بوری ہو ایک شخص کے ہاتھ میں دیتے ہیں کہ مضبوط پکڑے رہے اور دو شخص اس جماعت میں سے جو ہم پلہ ہوتے ہیں دونوں طرف سے آکر نیزہ کی بوریوں کو اپنے سینہ پر رکھ کر زور کر کے ایک دوسرے پر دوڑتے ہیں اور بوریاں ایک دوسرے کی پیٹھ میں سے پار ہو جاتی ہیں۔ اس طرح ایک دوسرے سے الجھ کر امتحان کرتے ہیں۔ اکبر نے یہ بات سنتے ہی فی الفور اپنی تلوار کو اٹھا کر قبضہ دیوار پر رکھکر تلوار کی نوک اپنے سینہ پر رکھ لی اور کہا کہ ہم چونکہ اپنا جواب نہیں رکھتے ہیں کہ راجپوتوں کے طریقہ پر عمل کریں اسلئے اسی تلوار کی نوک پر زور کر کے دیوار پر حملہ کرتے ہیں حاضرین پر عجیب حالت طاری ہو گئی اور کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ **صفحہ ۶۳** راجہ مان سنگھ نے اخلاص کی وجہ سے تیزی سے ایسا ہاتھ تلوار پر مارا کہ اکبر کے ہاتھ سے زمین پر گر پڑی۔ کسی قدر بادشاہ کے انگوٹھے اور سیدھی انگلی میں زخم آیا اکبر نے غصہ سے راجہ مان سنگھ کو زمین پر پچھاڑ دیا اور سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ مظفر سلطان نے گستاخانہ زخمی ہاتھ کو موڑ کر راجہ کو چھڑایا اور اس کشاکش میں زخم بڑھ گیا۔ لیکن تھوڑی سی مدت میں جراحوں کے علاج سے بھر گیا۔ قلعہ سورت کی فتح اور اس نواح کے امور کے سرانجام کرنے سے خاطر جمع ہو کر احمد آباد میں نزول اجلال فرمایا۔ اس شہر کی آب و ہوا اکبر کے مزاج کے موافق نہ آئی۔ فرمایا کہ مجھے حیرت ہے کہ اس شہر کے بانی نے زمین کی کونسی لطافت اور خوبی کو ملحوظ رکھ کر ایسی سرزمین بے فیض میں جہاں ہر چیز بری ہے ایسے زبردست شہر کی بنیاد ڈالی اور اسکے بعد دوسروں کو کیا فائدہ نظر آیا کہ اپنی عمر اس خاکدان میں گذاری۔ اسکی آب و ہوا تمام مزاجوں کو ناموافق۔ اس کا پانی ہر ذائقہ کے لئے ناگوار۔ اسکی زمین تمام ریگستان اور بے آب۔ گرد و غبار اس درجہ ہے کہ تیز ہوا میں قریب کے لوگ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ شہر کے قریب کا دریا سوائے بارش کے دنوں کے ہر وقت خشک رہتا ہے۔ کنوئیں اکثر شور و تلخ۔ شہر کے اطراف کے تالاب دھوبیوں کے صابون سے بچا چھ (لسی) کی طرح سے معلوم ہوتے ہیں مالدار لوگ اپنے تہ خانوں میں حوض بنا کر تمام عمارت کو چونہ اور مسالہ سے صاف بنا کر اسلئے چھپاتے ہیں تاکہ بارش کا پاک و صاف پانی تمام جگہوں سے اس حوض میں

پہنچے اور تمام سال اسی حوض سے پانی پیتے رہتے ہیں۔ ایسی پانی کی مضرت کہ جسکو ہوا نہ لگے اور ابخرات نکلنے کا رستہ نہ رکھتا ہو ظاہر ہے۔ شہر کے گرد بجائے سبزہ دریا عین کے تھوہر کا جنگل ہے۔ جو ہوا کہ اس تھوہر کے جنگل سے چل کر انسان کے بدن پر لگتی ہے اور اسکو سونگھتا ہے اسکا فائدہ ظاہر ہے کہ کیا ہوگا؟ گویا دوزخ کا ایک قطعہ ہے جو زمین پر آگیا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ باوجود اس حال کے وہ زمین کثرت حسن سے ایک جنت ہے حور آشیان اور اس شہر کے باشندے تمام دولتمند فرخندہ اطوار خوش معاش اور افلاس و تنگدستی کے خیال سے دور۔

الغرض جب اکبر احمد آباد میں ٹھہرا ہوا تھا ابراہیم حسین میرزا اور مسعود حسین میرزا نے موقع پا کر اکبر آباد کی طرف کوچ کیا اور دہلی آگرہ وہاں سے سنبھل گئے۔ بادشاہ نے یہ خبر سنتے ہی احمد آباد سے اکبر آباد کی طرف کوچ کیا۔ ابراہیم حسین میرزا مسعود حسین میرزا لشکر والا کے کوچ کی شہرت سے سنبھل سے روانہ ہوکر دیپالپور کے راستہ پنجاب میں آئے۔ حاکم پنجاب جو نگرکوٹ کی مہم میں تھا اور وہاں کا کام اختتام کو پہنچ چکا تھا مجبوراً وہاں کے راجہ سے صلح کر کے میرزاؤں کے استیصال کے لئے روانہ ہوا۔ صفحہ ٦٤ اور ٹھٹھہ کے حوالی میں ضلع ملتان میں جنگ کی اور معمولی لڑائی میں مسعود حسین میرزا گرفتار ہوگیا اور ابراہیم حسین میرزا بھاگ کر ملتان کی طرف ایک بلوچ کے گھر میں چھپ گیا۔ بلوچوں نے اسکو پکڑ کے سعید خان حاکم ملتان کے سپرد کر دیا۔ اور وہ اس زخم کی وجہ سے جو جنگ ٹھٹھہ میں لگا تھا مر گیا اور مسعود حسین میرزا کو خان جہان نے حضور میں بھیج دیا اکبر نے اسکی جان بخشی کر کے قید کر دیا کچھ عرصہ بعد زندان مرگ میں گرفتار ہو گیا اور محمد حسین میرزا جو قصبہ سرنال کی جنگ میں بھاگ کر دولت آباد دکن کی طرف چلا گیا تھا اس طرف سے پھر گجرات میں پہنچ کر شورش پھیلائی اور اختیار الملک گجراتی کے ساتھ جو اس ملک کے امرا میں سے تھا مل کر قلعہ احمد آباد کا محاصرہ کیا۔ خان اعظم کوکلتاش تاب مقاومت نہ لاکر قلعہ بند ہوگیا۔ جب یہ خبر اکبر کو پہنچی تو ملکی مصلحتوں کو مدنظر رکھ کر ایلغار کر کے پہنچنا ضرور اور لازم سمجھا اور تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہوا اور چند جان نثاروں کو ہمراہ لے کر فتحپور کے راستہ سے ایلغار کر کے روانہ ہوا۔

نظم

(۱) وہ پہاڑ کی مانند ہوا کی پیٹھ پر روانہ ہوا۔ تعجب ہے کہ ہوا میں پہاڑ قایم ہوگیا

(۲) بہادر اونٹوں پر پیٹیوں میں ترکش لگائے اور شتر شترمرغ کی طرح پر لگائے تھے۔

یہ تمام مسافت بعید نو دن کے عرصہ میں طے کر کے خبر پہنچنے سے پہلے ناگہان احمد آباد کے اطراف میں پہنچا۔ دشمن جو احمد آباد کا محاصرہ کر رہا تھا لشکر والا کے پہنچنے سے مطلق آگاہ نہ تھا یکایک رعد کی طرح گرجنے والے بادشاہی نقارہ کے شور نے محمد حسین میرزا کے پردۂ گوش اور مغز ہوش کو مع ہمراہیوں پھاڑ ڈالا اور پریشانی میں محاصرہ قلعہ احمد آباد سے ہاتھ اٹھا کر آمادۂ جنگ ہوگیا اور آتش کارزار بھڑک اٹھی۔ بادشاہ فرط غیرت و شجاعت اور وفور دلاوری و ہمت سے بہ نفس نفیس خود معرکوں اور جنگوں میں آکر وہ کام جو بادشاہوں کو بغیر ضرورت و لاعلاج

کرنے نہ چاہئیں اس طرح انجام دیئے اور اس طرح دشمن سے بھڑا کہ دیکھنے والوں کی حیرت اور دشمنوں کی
عبرت کا باعث ہوئے۔ ایک قوی جنگ دشمن نے عین لڑائی میں قریب پہنچ کر سواری خاصہ کے گھوڑے پر
ایسی تلوار ماری کہ گھوڑا چراغ پا ہو گیا۔ اکبر نے ہوشیاری و جرأت سے گھوڑے کو تھام کر اس بیباک
کے ایسا نیزہ مارا کہ اسکے بدن اور ہتھیاروں سے پار ہو گیا۔ اسکے پیچھے سے ایک دوسرے نے پہنچ کر ایک
نیزہ اکبر کو دیا۔ حاضرین نے اسکا کام تمام کیا۔ دشمن بیس ہزار سوار تھے اور عساکر منصورہ آٹھ ہزار۔ دشمن کا
لشکر زیادہ تیز ہوتا جاتا تھا۔ قضارا مخالف کی جانب سے ایک بان فتحمند لشکر کی طرف آیا اور تھوہر کی
جھاڑی سے ٹکرا کر اپنے لشکر کی طرف لوٹ گیا اور میرزا کے بہت سے لشکریوں کے خرمن کو جلا ڈالا۔
صفحہ ۶۵ اور ایک ہاتھی نے اس طرف سے بادشاہی فوج پر حملہ کیا اور وہ اس بان کے صدمہ سے
بھڑک کر لوٹ گیا اور اپنے ہی لشکر کا انتظام خراب کر دیا۔ خدا کی مدد سے یہ دونوں باتیں مخالفین کی شکست
اور اولیائے دولت بادشاہی کی فتح و نصرت کا باعث ہوا اور محمد حسینؒ میرزا میدان جنگ سے زخمی ہو کر نکلا اور بھاگ
گیا اور فتحمند فوج کے ایک جنگجو کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ وہ اسکے ہاتھ گردن پر باندھ کر حضور میں لایا۔ زخم کے
درد کی زیادتی اور حملہ کی کثرت اور خجالت کی وجہ سے بولنے کی قوت نہ تھی اور پیاس کے غلبہ سے نزدیک تھا
کہ قالب خالی کر جائے اکبر نے ترحم کر کے آب خاصہ مرحمت فرمایا۔ اور چاہتا تھا کہ اسکو قلعہ میں مقید رکھے۔
راجہ بھگونت داس کی مدد سے بھاگ گیا۔ اور نیز اختیار الملک جو منشاء فساد تھا فرار ہونے کے بعد گھوڑے
سے گر کر قید ہو گیا۔ اس کا سر جدا کر کے لائے اور عاقل حسین میرزا اور دشمن کے اور فوجی منتشر ہو گئے اور اکبر
فتح و فیروزی کے ساتھ احمد آباد میں داخل ہوا اور از سر نو اس صوبہ کی گڑبڑیوں کو دور کر کے گیارہ دن کے بعد
لوٹا۔ چالیس دن کا عرصہ جانے اور آنے اور مہمات کا نظم و نسق کرنے اور دار السلطنت فتحپور پہنچنے میں صرف
ہوا چند سال بعد گلرخ بیگم کامران میرزا کی بیٹی جو ابراہیم میرزا کے عقد نکاح میں تھی اور میرزاؤں کے تفرقہ میں اپنے
بیٹے مظفر حسین میرزا کو ہمراہ لے کر دکن کی طرف چلی گئی گجرات میں آکر شورش کا باعث ہوئی۔ راجہ ٹوڈر مل جو صوبہ
گجرات کی جمعبندی کرنے کے لئے گیا تھا جنگ کر کے کامیاب ہوا اور دشمن شکست کھا کر کمبایت کے راستہ
سے نکل گیا۔ دشمن کے اکثر مرد اور وہ عورتیں جو مردوں کے لباس میں تھیں لڑائی لڑتی تھیں اور گرفتار ہو
جاتی تھیں۔ مظفر حسین میرزا دکن کی طرف جا رہا تھا۔ راجہ علی خان نے اسکو قید کر کے اکبر کے دربار میں بھیج
دیا۔ ایک عرصہ تک قید میں رہا۔ تین برس بعد قید سے نکل کر اپنی لڑکی کا اس سے عقد کر دیا۔ گیارہویں سال
جلوس سے لے کر تئیسویں سال تک میرزاؤں سے لڑائی ہوتی رہی مظفر حسین میرزا کے گرفتار ہونے
کے بعد فساد بالکل رفع ہو گیا۔ چند سال بعد حبیب خان اعظم اعتماد خان گجراتی کا بھڑکایا ہوا اس صوبہ کی حکومت

پر سرفراز ہوا سلطان مظفر عرف نتھو سلطان بہادر کی اولاد میں سے جو سابق میں اکبر کی قید سے نکل کر بھاگ گیا تھا
قابو پاکر باغی ہوگیا۔ اور ایک جماعت فراہم کرلی۔ اور فتنہ ساز اوباشوں کو فتنہ پردازی کی دست آویز بنایا اور
اعتماد خان سے جنگ کرکے غالب ہوا اور شہر احمد آباد کو لوٹ کر اس صوبہ پر قبضہ پایا اور اپنے نام کا سکہ و خطبہ
جاری کیا۔ جب یہ خبر اکبر کے کان میں پہنچی تو میرزا خان ولد بیرم خان خانخاناں کو اس صوبہ کی حکومت پر مقرر کیا
اس سے قبل کہ میرزا خان ان حدود میں پہنچے۔ صفحہ ۹۶ سلطان مظفر غلبہ پاکر اس تمام ملک پر قابض ہو
گیا۔ قطب محمد خان جو بھروچ میں عاجز ہوکر عہد کرکے سلطان سے ملا۔ سلطان نے بدعہدی کرکے قطب الدین محمد
خان اور اسکے بھانجے جلال الدین مسعود کو ملک نیستی کا مسافر بنادیا۔ اور خزانہ و اسباب امارت اور بہت سے ہاتھی
قبضہ میں کرکے زیادہ مغرور ہوگیا۔ میرزا خان نے اس پر چڑھائی کرکے فتح پائی اور سلطان شکست کھا کر
بھاگ گیا۔ کمبایت میں پہنچ کر پھر لشکر فراہم کیا اور میرزا خان اسکے پیچھے کنبایت پہنچا اور سخت جنگ کرکے
فتح پائی سلطان مظفر دکن کی طرف بھاگ گیا۔ اس فتح کے صلہ میں میرزا خان اپنے باپ کے خطاب خانخاناں
اور پنج ہزاری منصب سے جس سے بڑا اس زمانہ میں کوئی عہدہ نہ تھا سرفراز ہوا۔ اور آٹھ سال بعد سلطان مظفر
نے جام کی امداد و اعانت سے جو اس صوبہ کا ایک بڑا زمیندار تھا اور دولت خان زمیندار سورت کی اور راجہ کھنکار کی
معاونت سے تیس ہزار سوار فراہم کرکے پھر احمد آباد کی طرف آکر شورش پھیلادی۔ اسوقت خان اعظم کوکلتاش
خانخاناں کے بگڑ جانے کی وجہ سے احمد آباد کی صوبہ داری پر دوسری مرتبہ سرفراز ہوا تھا۔ اس فتنہ فساد کی مدافعت
کے لئے مضبوط کمر باندھی اور زبردست مڈبھیڑ ہوئی۔ ہزار آدمی دشمن کے اور دو سو آدمی خان اعظم کے معرکہ میں
کام آئے اور کوکلتاش کے پانسو آدمی زخمی ہوئے اور سات سو گھوڑے زمین پر گر پڑے۔ بالآخر
سلطان مظفر تاب نہ لاکر مع جام کے بھاگ کھڑا ہوا اور دوسرے سال قلعہ جونا گڈھ و سومنات اور دوارکا
اور اسطرف کے بندرگاہ خان اعظم کی شمشیر ہمت سے فتح ہوئے اور وہاں سے کچھ کی طرف بڑھا۔ وہاں
کے زمیندار نے عجز و نیاز کرکے بادشاہ کی اطاعت قبول کرلی اور جس جگہ سلطان مظفر پوشیدہ تھا خان اعظم
کے آدمیوں کو بتادی۔ سلطان مظفر کو وہاں سے قید کرکے لے آئے۔ خان اعظم چاہتا تھا کہ اسکو حضور میں
روانہ کردے ایک دن صبح کو سلطان مظفر نے وضو کے بہانہ سے ایک درخت کے نیچے جاکر استرہ
جو کہ اپنے پاجامہ میں پوشیدہ تھا نکال کر گلے پر چلا لیا اور جان دیدی۔ اور پانچ چھ سال بعد بہادر
نام سلطان مظفر کا بڑا بیٹا اسطرف آکر شورش پھیلا رہا تھا تھوڑی سی فرصت میں اپنے آپ کو زاویہ
گمنامی میں لے گیا۔ شعر

بیشک جہاں کہیں سورج نکلتا ہے وہاں شہا ستارہ میں نکلنے کی کیا طاقت ہے۔

ذکر سلاطین گجرات

پوشیدہ نہ رہے کہ سلطان فیروز شاہ اپنے چچا سلطان غیاث الدین تغلق کے ایام حکومت میں ایک دفعہ شکار کے لئے دہلی سے نکل کر ایک شکار کے تعاقب میں لشکر سے جدا ہو گیا۔ تنہا گھوڑے پر سوار تھوڑا کے ایک گاؤں تیر تھانیسر کے قریب پہنچا چونکہ سرداری اور سروری کے آثار اُسکے چہرہ سے ظاہر تھے وہاں کے چودھری سندا نے غنیمت سمجھ کر مراسم خدمتگزاری اور مہمانداری ادا کئے۔ فیروز شاہ نے رات آرام سے گزاری اور سندا سے مذکور سے بہت خوش ہوا۔ جب بادشاہ ہوا تو سندا سے مذکور کو شرف اسلام سے مشرف کیا اور وجیہ الملک خطاب دے کر مرتبہ بڑھایا رفتہ رفتہ وجیہ الملک امرائے بزرگ میں سے ہو گیا۔ سلطان فیروز شاہ کے بعد جب سلطان محمد شاہ اسکا بیٹا تخت نشین ہوا تو ظفر خان بن وجیہ الملک کو اعظم ہمایوں خطاب دے کر حکومت گجرات سے سرفراز کیا اور سرخ چھتہ اور خیمہ جو سلاطین کے لئے مخصوص ہے مرحمت کیا۔ ظفر خان اس صوبہ میں پہنچ کر وہاں کے حاکم نظام مفرح سے جس کا خطاب راستی خان تھا جس کے ظلم سے لوگ فریاد کرتے تھے لڑا اور نظام مفرح میدان میں مارا گیا۔ ظفر خان نے فتح کے بعد تمام گجرات کے شہروں پر قبضہ کر کے وہاں کے تمام باشندوں کے دلوں کو خوش کر دیا۔ ۷۹۶ھ ہجری میں جب محمد شاہ نے رحلت کی اور امور سلطنت میں خلل واقع ہوا تاتار خان بن ظفر خان جو سلطان ناصر الدین محمود بن سلطان محمد شاہ کی وزارت پر مقرر ہوا تھا اقبال کے غلبہ کی وجہ سے دہلی سے فرار ہو کر باپ کے پاس گجرات پہنچا۔ ظفر خان اور تاتار خان اقبال خان سے انتقام لینے کے لئے لشکر کی فراہمی میں مصروف تھے کہ اس اثنا میں خبر پہنچی کہ صاحبقران امیر تیمور گورگان نے نواح دہلی میں نزول فرمایا اور اس ملک میں بڑا فتور پھیلا ہوا ہے اور خلق کثیر اس حادثہ سے بھاگ کر گجرات کی طرف آرہی ہے۔ اسی زمانہ میں سلطان ناصر الدین محمود بھی دہلی سے فرار ہو کر گجرات میں پہنچا لیکن مایوس ہو کر وہاں سے مالوہ چلا گیا۔ اسکے بعد قنوج آیا۔ صاحبقران ہندوستان میں قتل و غارت کرنے کے بعد سمرقند کی طرف چلا گیا اور اقبال خان دہلی پر قابض ہو گیا۔ تاتار خان نے اپنے باپ سے کہا کہ خدا کی عنایت سے ہمارے پاس لشکر کثیر ہے بہتر ہے کہ اقبال خان سے انتقام لیں اور اس سے دہلی نکال لیں۔ سلطنت کسی کی میراث نہیں۔ ظفر خان نے یہ بات مان لی اور اپنے آپ حکومت سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو گیا اور نوکر چاکر اور اسباب حکومت و ولایت اپنے بیٹے کو دیدیئے۔ سلطان محمد عرف تاتار خان اعظم ہمایوں ظفر خان کا بیٹا ۸۱۰ھ ہجری میں اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر کے تخت سلطنت پر بیٹھا۔ اور اعظم ہمایوں کے بھائی شمس الدین کو وزارت بخشی۔ اس نے سلطان کو زہر دے کر مار ڈالا۔ مدت سلطنت دو ماہ اور چند روز۔ سلطان مظفر شاہ عرف اعظم ہمایوں نے

اپنے بیٹے کے مسموم ہونے کے بعد اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ **صفحہ ٦٨** ایام حکومت تین سال آٹھ مہینے اور تیس دن۔ سلطان احمد شاہ بن سلطان محمد تاتار خان بن سلطان مظفر شاہ جس کا احمد آباد بنایا ہوا ہے تیس سال چھ مہینے اور آٹھ دن۔ سلطان محمد شاہ بن احمد شاہ سات سال اور چار مہینے۔ سلطان قطب الدین احمد شاہ بن سلطان محمد شاہ سات سال اور چھ مہینے اور تیرہ دن۔ سلطان داؤد شاہ بن قطب الدین احمد شاہ سات دن۔ سلطان محمود شاہ بن سلطان محمد شاہ پچپن سال اور گیارہ دن۔ سلطان مظفر شاہ بن سلطان محمد شاہ چودہ سال نو مہینے۔ سلطان سکندر شاہ بن سلطان مظفر دو مہینے سولہ روز۔ سلطان محمود شاہ بن سلطان مظفر شاہ چودہ مہینے۔ سلطان بہادر شاہ بن سلطان مظفر شاہ نصیر الدین ہمایوں پادشاہ سے شکست کھا کر جزیرہ دریائے شور میں فرنگیوں کے پاس چلا گیا تھا فرنگی چاہتے تھے کہ اسکو قید کر لیں۔ وہاں سے بھاگ کر کشتی میں بیٹھ کر چاہتا تھا کہ جہاز میں بیٹھے۔ اتفاقاً دریائے شور میں گر کر غریق بحر فنا ہو گیا۔ اسکی مدت سلطنت گیارہ سال اور گیارہ دن۔ سلطان میراں محمد شاہ سلطان بہادر شاہ کا بھانجا جو سلطان حاکم آسیر اور برہانپور کی طرف سے تھا چونکہ سلطان بہادر کی اولاد میں سے کوئی نہیں بچا تھا۔ وہ غالب آکر مسند حکومت پر ایک مہینہ اور گیارہ دن بیٹھا۔ سلطان محمود شاہ بن لطیف خان بن مظفر شاہ اٹھارہ سال اور چند روز۔ سلطان احمد شاہ عرف رضی الملک سلطان احمد شاہ بانی احمد آباد کی اولاد میں سے امرا کی رائے سے مسند حکومت پر بیٹھا اور اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا اسکی حکومت کی مدت تین سال اور چند ماہ اور ایک قول کے موافق آٹھ سال۔ سلطان مظفر شاہ بن سلطان محمود شاہ بن لطیف خان بن مظفر شاہ چونکہ سلاطین مذکور کی اولاد میں سے کوئی سلطنت کی قابلیت نہیں رکھتا تھا اعتماد خان خواجہ سرا نے جو کہ مدار المہام سلطنت تھا نتھو نام چھوٹے سے لڑکے کو مجلس میں لاکر قسم کھائی کہ یہ سلطان محمود شاہ کا بیٹا ہے۔ اس کی ماں کنیز تھی جب حاملہ ہوئی تو اسقاط حمل کے لئے میرے حوالہ کر دیا۔ حمل پانچ مہینے سے زیادہ کا ہو گیا تھا لہٰذا اسقاط نہ ہو سکا اور یہ بچہ پیدا ہوا۔ میں نے پوشیدہ طریقہ سے پرورش کی ہے۔ اس وقت چونکہ اس بچہ کے سوا کوئی وارث نہیں ہے۔ اس لئے اس کی پیروی واجب ہے۔ سب نے قبول کر کے اس کو سلطنت پر بٹھا کر سلطان مظفر خطاب کیا۔ آخرکار خان اعظم کوکلتاش کے آدمیوں کے ہاتھ گرفتار ہو کر خودکشی کر لی جیسا کہ گذر چکا اسکی حکومت کا زمانہ سولہ سال اور چند مہینے۔ **صفحہ ٦٩** سنہ ٨٨١ ہجری سے لے کر سنہ ٩٨٣ تک صوبہ گجرات ایک سو چوہتر سال سلاطین دہلی کے قبضہ سے باہر رہا۔ اکبر کے زمانہ میں ممالک محروسہ میں داخل ہوا اور اولیائے بابری کے تصرف میں آیا

دربیان روانہ شدن خان اعظم بمکہ معظمہ

خان اعظم کوکلتاش باوجود خدمات لائقہ ادا کرنے اور شمول عنایت پادشاہی کے بے سبب اکبر سے آزردہ خاطر رہتا تھا اور شیخ ابوالفضل سے بڑی دشمنی رکھتا تھا۔ اگر کوئی امر دربار میں اسکی مرضی کے خلاف ہوتا تھا تو وہ اسکو شیخ کی درانلازی تصور کر کے ناراض ہوتا تھا یہاں تک کہ اس زمانہ میں بے وجہ آزردہ خاطر ہوکر طواف بیت اللہ کے ارادہ سے گجرات سے روانہ ہوا اور جام اور بہارے سے جوکہ اُس صوبہ کے بڑے زمینداروں میں سے تھے ظاہر کیا کہ اسکا ارادہ یہ ہے کہ سندھ کے راستہ سے درگاہ آسمان جاہ میں دوڑ کر چلا جاؤں۔ جب سومنات میں پہنچا دیوان اور بخشی سرکار والا کو جو اس صوبہ میں تھے قید کر دیا اور دریا رے شور کے کنارہ پہنچ کر اپنے بیوی بچوں اور نقد و جنس کو لے کر جہاز میں سوار ہو گیا۔ یہ خبر بادشاہ کے کان میں پہنچ کر آزردگی خاطر کا باعث ہوئی۔ فرمان عطوفت بنیان صادر ہوا۔ خان اعظم چونکہ طواف کا شوق اور اس زمانہ میں بہت منحرف تھا نصیحت قبول نہ کر کے روانہ بیت اللہ ہو گیا۔ یہ سعادت حاصل کرنے کے دوسرے سال لوٹ کر گجرات پہنچا اور بموجب حکم آستان سلطنت پر پہنچکر شرف خدمت حاصل کیا۔ اکبر نے نہایت عنایت اور نوازش سے جو اُسپر کیا کرتا تھا آغوش میں لے لیا اور تھوڑے عرصہ میں وکالت کے بلند عہدہ سے سرفراز ہوا اور اپنی مہر حوالہ کر دی اور آخر میں ہفت ہزاری منصب سے سرفراز ہوا۔ اسوقت امرا کے منصب کا پنج ہزاری سے زیادہ قاعدہ نہ تھا۔ پہلا شخص جس نے ہفت ہزاری منصب پایا وہ خان اعظم تھا۔ یہ تمام عنائتیں اس پر اس غرض سے تھیں کہ جیجی انکہ اسکی والدہ نے بادشاہ کو دودھ پلایا تھا۔ اکبر اس عفیفہ کا بہت پاس خاطر کرتا تھا اور خان اعظم بھی دانش و فرزانگی و شجاعت و مردانگی میں بہت حصہ رکھتا تھا۔ **شعر**

دانش میں بزرگ اور ہمت میں بلند تھا۔ بازو کا دلیر اور دل کا ہوشیار تھا۔

ذکر دربیان تسخیر قلعہ چیتور

صفحہ ہست جس زمانے میں میرزا مالوہ میں شور و شر پھیلا رہے تھے اور اکبر انکا فتنہ دفع کرنے میں متوجہ تھا تو اس نے دھولپور تابع اکبرآباد کی منزل میں کہا کہ سوائے رانا کے ہندوؤں کے تمام زمیندار خدمت میں پہنچ گئے ہیں۔ میرزا لوگ لیس ہیں کہ سب سے پہلے رانا کا استیصال کر کے بعد ازاں مالوہ کی طرف کوچ کریں۔ سکت سنگھ رانا کا بیٹا اس زمانہ میں حضور میں تھا دل میں خیال کیا کہ اگر رایات پادشاہی نے اس طرف کا رُخ کیا تو یہ حملہ میرا باپ میری کوشش سے خیال کرے گا۔ اس خوف سے لشکر سے بھاگ گیا۔ جب اسکے فرار کی خبر کان میں پہنچی تو رانا کی تخریب اور تادیب بطریق اولی ضروری جان کر دھولپور سے رانا کے

ملک کی طرف بڑھا۔ قلعہ چیتور کے حوالی میں پہنچ کر اس قلعہ کا جو حفاظت اور مضبوطی میں شہرہ آفاق ہے محاصرہ کیا متواتر چند ماہ تک توپ و تفنگ کی لڑائی ہوتی رہی۔ ایک دن اکبر مورچوں کے دیکھنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہؤا۔ خبر ملی کہ اس قلعہ کے سوراخ سے چند مرتبہ بندوق چھوڑی گئی اور اسکی زبان پر آیا کہ جس طرح شکار میں جب بندوق شکار پر پہنچتی ہے اور میرا ہاتھ احساس کر لیتا ہے کہ نشانہ پر پہنچی اسوقت بھی اسی طرح میں احساس کر کے سمجھتا ہوں کہ بندوق کی گولی نشانہ پر پہنچی۔ کچھ دیر بعد خبر ملی کہ رانا جے مل کا بھتیجا اس بندوق سے مارا گیا۔ اور بندوق کی گولی نشانہ پر لگی۔ **قطعہ**

(۱) یہ بندوق میدان جنگ میں فریادرس ہے۔ خصم افگن۔ گرم سینہ والی اور آتش نفس ہے

(۲) دشمن کے مارنے میں ایک اشارہ کی منتظر ہے۔ اس کی طرف گوشہ چشم سے ایک نگاہ کافی ہے۔

جب محاصرہ طول پکڑ گیا اور کچھ پیش نہ چلی تو بموجب حکم والا قلعہ میں دو سرنگیں لگائیں اور دونوں کو بارود سے بھر کر ایک میں آگ دیدی۔ اتفاقاً دونوں سرنگوں میں آگ لگ گئی اور بادشاہی لشکر جو دوسری نقب کی طرف قلعہ کے نزدیک غافل تھا ان میں سے بہت سے لوگ ضائع ہو گئے لیکن بادشاہی اقبال سے قلعہ فتح ہو گیا۔ بڑی لڑائی اور بے شمار حملوں کے بعد رانا جے مل مع پتا کے جو بڑے امیروں میں سے تھا مارا گیا۔ اکبر نے فتح کے بعد قلعہ دار مقرر کر کے خوشی و کامیابی کے ساتھ وہاں سے لوٹ کر اجمیر کے خطہ دلکشا میں نزول اجلال فرمایا۔ **صفحہ ۱۷** ماہ شہریور کے نصف کے ابتدا سے لیکر اسفندار ماہ الٰہی کے اوسط تک کہ سب ملا کر چھ مہینے ہوتے ہیں یہ مہم تمام ہوئی۔

ذکر در بیان معاف کردن جزیہ و طریقہ صلح کل ورزیدن در مملکت ہندوستان و اختراع دین الٰہی

شیخ عبداللہ بن شیخ شمس الدین سلطان پوری شیر شاہ کے عہد میں صدرالاسلام اور ہمایوں کے زمانے میں شیخ الاسلام اور اکبر کے وقت میں مخدوم الملک کا لقب رکھتا تھا اور نہایت جاہ طلب۔ متعصب اور دنیا دوست تھا۔ چنانچہ شیخ عبدالقادر بدایونی باوجود اتحاد مذہب اور عمل و طبیعت میں مناسبت تمام کے اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ جب مخدوم الملک معتوب پادشاہ ہو کر مر گیا تو اسکے پاس سے بڑے بڑے خزانے اور دفینے نکلے۔ اور یہ سب مع تمام مال اور جمع کی ہوئی کتابوں کے خزانہ عامرہ میں داخل ہوئے اور شیخ عبدالنبی صدر

اسی طرح ایک متعصب اور جاہ طلب شخص ابو حنیفہ کوفی کی اولاد میں سے تھا اکبر کے عہد کے ابتدا میں اسکا اقتدار یہاں تک پہنچا تھا کہ ایک دو مرتبہ خود بادشاہ نے اسکی جوتیاں سیدھی کی تھیں اور افغان جو ملا پرست اور ظاہری اسلام میں نہایت سخت اور بڑے متعصب ہوتے ہیں اور ہمایوں دوسری مرتبہ بلاد ہند پر قبضہ پاتے ہی کوٹھے سے گر کر مر گیا اور اکبر نہایت جوانی میں اور بچپن میں سلطنت پاکر بڑے بڑے مقدموں کا فیصلہ بلکہ اکثر امور سلطانی انہی دونوں شخصوں کی رائے اور طریقہ اور انہی کے اشباہ اور اتباع کے سپرد کر کے خود عیش و طرب اور لہو و لعب میں گزارتا تھا۔ یہ لوگ بسبب حب جاہ و نفس پرستی و شدت تعصب جس کسی کو ذرا سا مورد التفات بادشاہ اور اپنے مسلک اور مشرب سے بیگانہ پاتے تھے ہر حیلہ اور بہانہ سے جو وہ کر سکتے تھے شرع و اسلام کی حمایت اور حرامت کے نام لسکے قتل پر کمر باندھ کر اسکو ابھرنے نہیں دیتے تھے۔ خصوصاً ان لوگوں سے جو بظاہر ان کے ہم پیشہ اور باطن میں کوئی نسبت ان سے نہیں رکھتے تھے نہایت دشمنی رکھتے تھے۔ چنانچہ شیخ ابوالفضل اور اس کا باپ شیخ مبارک اور شیخ فیضی بھی ان کے جال میں پھنسے اور تائید الٰہی سے اس بلائے ناگہاں سے ہزار دشواری اور جگر خواری کے ساتھ نجات پاکر عزت و خصوصیت کی بلندی پر پہنچے۔ اور یہ ماجرا شیخ ابوالفضل کے احوال کے ضمن میں وضاحت سے بیان کیا جائے گا۔ صفحہ ۷۲ اور یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ ایک لاتعداد مخلوق ان بے دینوں کی کوشش کی مدد سے بے گناہ ماری گئی تھی اور جو کچھ اس زمانہ کے تاریخ نویسوں کی تقریروں اور حکایتوں کے مجموعہ سے مستفاد ہوتا ہے دونوں مقتدائے مذکور نہایت متعصب اور انکی سختی کا اظہار ظاہری دینداری میں صرف حب جاہ و نفس و ہوا پرستی کے لئے تھا اور ایمان کی ذرا سی خوشبو بھی ان کے اور ان کے پیرؤں مثل عبدالقادر بدایونی وغیرہ کے مشام جان میں نہیں پہنچی تھی اور شدت تعصب اور خود رائی سے عجیب عجیب فتوے دیتے تھے۔ چنانچہ شیخ بدایونی لکھتا ہے کہ مخدوم الملک نے فتویٰ دیا کہ اس زمانہ میں حج کو جانا فرض نہیں۔ جب پوچھا گیا تو کہا کہ مکہ کا راستہ عراق پر منحصر ہے یا سمندر کے راستہ سے عراق کے راستہ میں قزلباشوں کی گالیاں سنی پڑتی ہیں اور سمندر کے راستہ میں فرنگیوں سے عہد و پیمان کر کے تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اور اس عہد میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کی تصویر بنی ہوئی ہے جو بت پرستی کے حکم میں داخل ہے پس ہر دو صورت میں سفر ممنوع ہے۔ ارباب ذہن و ذکا اس مقولہ سے اس مدعی فقاہت و دینداری کے مرتبہ اجتہاد کو سمجھ سکتے ہیں اور بدایونی اپنے حال میں لکھتا ہے کہ ہرچند شیخ مبارک کا استادی کی وجہ سے مجھ پر حق عظیم ہے لیکن چونکہ وہ اور اسکے بیٹے مذہب حنفی سے انحراف کرتے میں غلو کرتے ہیں تو میرا پرانا تعلق نہ رہا اور اپنے قول کے استحکام اور شہادت میں مخدوم الملک کے متعلق بیان کرتا ہے کہ وہ جب شیخ ابوالفضل کو اوائل عہد اکبر میں دیکھا کرتا تھا تو کہا کرتا تھا کہ اس شخص سے دین میں کیا کیا فتنے نہ پیدا ہونگے؟

اور اسکا سبب سوائے اسکے کچھ نہ تھا کہ ابوالفضل اور اسکا باپ شیخ مبارک عقل و تدین کی وجہ سے ان کی طرح
بندگان خدا کے قتل کے شیفتہ بلکہ محض تشیع کے گمان یا مختلف فیہ مسائل میں پیروی عقل کی وجہ سے لوگوں
کے قتل کی تجویز کرنے والے نہ تھے اور ان دونوں امرائے دنیا پرست کی طفیل میں عوام کا تعصب اس درجہ بڑھ گیا تھا
کہ تینتیسویں سال اکبر کے ابتدا میں فولاد برلاس نامی منصبدار متعصب نے ملا احمد ٹھٹھی سے جو کہ شیعہ مذہب
تھا مذہب تشیع کی عداوت کی وجہ سے رنجیدہ ہو کر ایک دن رات کو ملا کو گھر سے نکال کر خنجر سے زخمی کر دیا اور
اکبر نے جو انہی دنوں میں دین الٰہی اختراع کر کے تعصب کی قید سے نکل گیا تھا برلاس مذکور کو ہاتھی کے
پاؤں سے باندھ کر لاہور میں پھرایا یہاں تک کہ مر گیا اور ملائے مقتول قاتل سے تین دن بعد مر گیا اور ملا احمدؒ
کے دفن کے بعد شیخ فیضی اور شیخ ابوالفضل نے اسکی قبر پر محافظ مقرر کئے باوجود اس تمام اہتمام کے
لاہور کے لوگوں نے لشکر بادشاہ کے کشمیر چلے جانے کے بعد ملا کا لاشہ نکال کر آتش تعصب و عناد میں جلایا۔
اور اپنے لئے عذاب آخرت جمع کیا۔ الغرض جب موتمن الدولہ شیخ ابوالفضل تقرب اکبر بادشاہ کے
انتہائی مرتبہ سے مخصوص ہوا اور علامہ زمان حکیم فتح اللہ شیرازی اور دوسرے امراء و علمائے عراق و شیراز اکبر
کے دربار میں فراہم ہوئے۔ صفحہ ۳۱ کے اور شیخ ابوالفضل نے علامہ مرقوم اور دوسرے دانشمندوں کے ساتھ
ہمرائے اور ہمزبان ہو کر مذکورہ بالا متعصب دشمنوں کی خونریزی اور ستمگاری کے تدارک کے لئے کمر ہمت کو مضبوط
باندھا جب علاج کے لئے آمادہ ہوا تو دیکھا کہ بادشاہ خود پرست اور عالی جاہ ہے اپنے مذہب سے منحرف ہو کر
پیروی نہ کرے گا۔ اور اس مذہب سے جو وہ رکھتا ہے اور جسکی بنیادیں مدتوں سے جڑ پکڑ گئی ہیں ایک جہان تباہ
ہو جائے گا۔ اور ناچار اکبر کی تعریف کر کے اور جو مرتبہ اسکو حاصل تھا اس سے بلند ظاہر کر کے خود سری
اور ایک جدید مذہب مسمیٰ بہ دین الٰہی کے پیدا کرنے کی رہبری کر کے تعصب سے آزاد کرا دیا اور ظل الٰہی
کے معنی سے جس کا نتیجہ صلح کل ہے واقف کر کے بندگان خدا کو بےباکان مذکور کے ظلم کے چنگل اور ان کی
پیروی سے نجات اور آزادی دلوائی۔ اور اسکی بنیاد اس طریقہ پر رکھی کہ بادشاہ کو اول آہستہ آہستہ انکے
خبث نیت اور جمع مال اور طلب جاہ سے جو وہ دل میں رکھتے تھے آگاہ کر کے یہ ظاہر کیا کہ بادشاہ ان اسلام کی
ریاست اپنے نام کے ساتھ مخصوص کرنے والوں سے زیادہ لائق اور مستحق ہے۔ جب یہ بات بادشاہ کے دل
میں جم گئی تو چوبیسویں سال جلوس کے شروع میں ایک دن بادشاہ کے دربار میں قضاۃ اور علماء سے ایک
مسئلہ کی بات چیت جو مجتہدین میں مختلف فیہ تھا درمیان میں لا کر یہاں تک پہنچائی کہ سلطان کو بھی مجتہد
کہہ سکتے ہیں یا کہ نہیں؟ شیخ مبارک پدر موتمن الدولہ ابوالفضل نے جو اپنے زمانے میں بڑا عالم تھا صاحب الحکم
ایک محضر اس بارے میں لکھ کر اپنی مہر کر کے علمائے عصر کے جو کمیپ میں موجود تھے سپرد کر کے فتویٰ مانگا۔

علمانے سوال کے مضمون سے پادشاہ کی مرضی معلوم کرکے معانی آیہ کریمہ آطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اور دوسری احادیث اور اقوال میں جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں غور و خوض کے بعد سب نے حکم لگایا کہ سلطان عادل کا مرتبہ اللّٰہ کے نزدیک مجتہد سے زیادہ ہے۔ کیونکہ بعض اولی الامر اطاعت سلاطین کے وجوب کی موید ہے ان کی رائے کے خلاف نہ ان کی موافق اور حضرت پادشاہ اعدل و افضل و اعلم باللّٰہ ہے۔ اگر مسائل دین میں جو مختلف فیہ علما ہیں اختلاف جانتے ہیں سے ایک طرف کہ بنی آدم کی معاشرت کی سہولت اور اہل علم کی اصلاح حال کی غرض سے اختیار کرکے اس طرف کے لئے حکم دے تو اسکی اطاعت عام مخلوق پر لازم اور نیز اگر اپنے اجتہاد سے کوئی حکم جو نص کے مخالف نہ ہو مصلحت کی غرض سے قرار دے تو اس حکم کی مخالفت قہر خدا اور عذاب آخرت اور دنیا و دین کے نقصان کا باعث ہے اور سب نے اس محضر پر دستخط کر دیئے اسکے بعد مخدوم الملک اور عبدالنبی صدر کو بلاکر مہر اور دستخط کرنے کے لئے حکم دیا انہوں نے بھی بادل نخواستہ مہر اور دستخط کر دیئے اور یہ واقعہ ہوا ماہ رجب ۹۸۷ھ ہجری میں جب محضر تیار ہوگئی۔ **صفحہ ۲۷**
اور احکام بادشاہ کے خاطر خواہ جو کہ تمام خلق اللّٰہ کے خیر طلبوں کی صلاح خیر کے مطابق ایک ایک کرکے جاری ہو گئے مخدوم الملک اور شیخ عبدالنبی کو حج کرنے کے لئے حکم ہوا اور نکال دیئے گئے۔ اور دوسرے تعصب پیشہ علما بھی اسی طریقہ سے ولایات دور دست کی فضا میں دربار سے مہجور ہوکر دارالسلطنت سے دور پھینک دیئے گئے اور خیر طلبان خلق خدا نے بادشاہ وقت کے عقیدہ کے فاسد کرنے میں اصلاح حال عالم و ابقائے جان و مال و عرض و ناموس بنی آدم جان کر اکبر کو دین الٰہی واضع اور پیدا کرنے والا ٹھہرایا اور دین الٰہی مراد ہے۔ صلح کل اور جگہ دینے سے تمام بندوں کو اپنی حمایت کے بازو میں ظل الٰہی کے معنی کے اقتضا سے اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ کسی کے ساتھ تعصب اور دشمنی نہ ہو اور ہر شخص اسکی مہربانی کے سایہ میں آرام کرے۔ اس تدبیر سے دنیا والے مخلوق کی تکلیف اور ایذا دینے والے ہاتھ سے آسودہ ہوئے اور فارغ البال زندگی بسر کی۔ اور مخدوم الملک جو مکہ معظمہ پہنچا شیخ ابن حجر مکی صاحب صواعق محرقہ اس زمانہ میں زندہ اور مکہ میں مقیم تھا مناسبت تعصب کی بنا پر مخدوم الملک کا استقبال کرکے اسکا بڑا احترام کیا اور شہر میں لاکر کعبہ کا دروازہ غیر موسم میں اسکے لئے کھول دیا تاکہ زیارت کرسکے اور وہ جو فروش گندم نما جو دینداری کی صورت میں طالب دنیا تھا چونکہ بادشاہ اور امرائے موافق سے نہایت کبیدہ خاطر تھا مجلسوں اور محفلوں میں پادشاہ اور امرا کی نسبت بری باتیں مثلاً دین سے ارتداد اور کفر سے رغبت جو اکثر بہتان تھیں بیان کیا کرتا تھا اور اسکی یہ باتیں بادشاہ کے کان میں پہنچ کر انتہائی رنج کا باعث ہوتی تھیں اور شیخ عبدالنبی صدر بھی اسی طرح تھوڑی مدت بعد جب اکبر کے بھائی محمد حکیم میرزا کی بغاوت کی خبر سنی اور میرزائے مذکور کے ہاتھ سے لاہور مسخر ہوجانیکی

خبر پہنچی ریاست اور حب جاہ کی طمع میں جو وہ رکھتے تھے بیتاب ہو کر دونوں ہندوستان کو لوٹ کر احمدآباد گجرات میں پہنچے۔

اس اثنا میں اکبر کے محل کی بعض بیگمات بھی حج کے لئے گئی تھیں سعادت طواف حاصل کرنے کے بعد لوٹیں اور شہر مذکور میں پہنچیں۔ اور وہ دونوں ہندوستان میں وارد ہونے کے بعد اکبر کا اقتدار دیکھ کر دل میں ڈرے۔ مجبوراً ناچار ہو کر بیگمات سے رجوع کر کے اپنے جرائم کی شفاعت میں ان کا وسیلہ تلاش کیا اور زنان مذکور نے آنے کے بعد ان کی سفارش کی۔ اکبر نے جو ان سے نہایت آزردہ تھا اور انتقام الہی بھی ان پر لازم واقع ہوا تھا ظاہر میں عورتوں کا پاس کر کے اپنے آدمی بھیجے کہ ان عورتوں سے پوشیدہ زنجیر میں باندھ کر لے آئیں۔ مخدوم الملک انتہائے خوف و بیم سے مر گیا اور اسکے دوستوں نے اسکی نعش پوشیدہ طریقہ سے جالندھر میں لاکر دفن کی۔ اور اسکے گھر سے بڑا مال نکل کر خزانہ پادشاہی میں پہنچا اور عبدالنبی کو آنے پر بازپرس کے لئے شیخ ابوالفضل کے حوالہ کیا اور قید میں مر گیا۔ **صفحہ ۷۵** چونکہ اسکو شیخ کے ساتھ پرانی عداوت تھی تو متہم ہو گیا کہ عمداً اسکو مار ڈالا ہے اور یہ مذہب الہی کہ خلق خدا کی لا انتہا آسائش اس میں تھی۔ جہانگیر کے زمانہ تک رائج رہا۔ پھر شاہجہان کے عہد سے مذہبی تعصب شروع ہو کر عالمگیر کے زمانہ میں زیادتی پکڑ گیا۔ شیخ ابوالفضل کی تقریر سے جو اپنے احوال کے ذکر میں اور ملا احمد کی قبر پر محافظ مقرر کرنے میں شیخ ابوالفضل اور اسکے بھائی سے جو عمل ظہور میں آئے اور فولاد برلاس کے ہاتھ سے اسکے مارے جانے کے ذکر میں گذری۔ اسکے اور اسکے باپ کے تشیع پر دلالت کرتی ہے۔ اور صحیح علم خدا کو ہی ہے۔ اور ملا احمد ٹھٹھی کے حالات عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں اس طرح لکھے ہیں کہ وہ فاروقی نسب تھا اسکے اجداد ملک سندھ میں حنفی مذہب تھے۔ وہ شاہ طہماسپ صفوی کے زمانہ میں ولایت عراق ایران میں چلا گیا اور مذہب تشیع اختیار کر کے اس مذہب میں غلو رکھتا تھا۔ جب شاہ اسمٰعیل ثانی شاہ طہماسپ کا بیٹا انہوں کی سستی کی وجہ سے رومی و تورانی کے ساتھ سازش کرنا چاہتا تھا اور باپ کے خلاف کسی قدر تسنن کی طرفداری کرتا تھا وہ دل تنگ ہو کر مکہ چلا گیا اور وہاں سے دکن۔ اس کے بعد ستائیسویں سال جلوس میں دکن سے ہندوستان آکر اکبر کی خدمت میں داخل ہو گیا۔ ایک دن میں نے اسکو بازار میں دیکھا اور بعض عراقیوں نے میری تعریف کی کہا کہ اسکی پیشانیوں سے نور رفض ٹپک رہا ہے میں نے جواب دیا جس طرح نور تسنن تمہارے چہرہ سے۔ اور ملائے مذکور اکبر کے حکم سے تاریخ ہزار سالہ ابتدائے ہجرت سے اکبر کے زمانہ تک کے لکھنے میں مشغول تھا۔ چنگیز خان کے زمانہ تک تمام وقائع دو جلدوں میں ختم کر چکا تھا اور تیسویں سال میں اس تقریب سے جو بیان ہوئی مارا گیا۔ بقیہ حالات کو آصف خان نے ۹۹۷ھ ہجری تک لکھا اور وہ کتاب تاریخ الفی کے نام سے موسوم ہوئی۔ اور نیز اسی مذہب الہی کے اختیار کرنے اور بلندی ہمت کی وجہ سے ایک بڑی رقم جو بطور جزیہ کے

وصول ہوا کرتی تھی پادشاہ نے چاہا کہ رقم مذکور کی وصولی معاف کردیجائے۔ بیان کیا کہ یہ جزیہ کا مقرر کرنا اس وجہ سے تھا کہ ہمیشہ ایک معتدبہ رقم خزانہ میں موجود رہ کر سپاہ اسلام اس سے قوی پشت رہے۔ جب کہ اقبال روزافزوں کی برکتوں سے ہزاروں خزانے زر سرخ و سفید سے بھرے ہوئے سرکار والا میں فراہم ہوگئے ہیں۔ اور ہندوستان کے راجاؤں اور رائیوں نے اطاعت قبول کرلی ہے کیا مناسب ہے کہ ہندوستان کے کمزوروں اور مسکینوں کو تکلیف دیکر روپیہ جمع کیا جائے گویا ملا شیری نے جس زمانے میں کہ راجہ مان سنگھ کوہستان پنجاب کے صوبہ کی تسخیر اور وہاں راجاؤں کی تادیب کے مقرر ہوا تھا۔ اِن قطعہ پادشاہ کے خاطر خواہ سلک نظم میں پرویا تھا۔ اور اسی قطعہ کے سننے سے پادشاہ کا دل ہندوؤں کی رعایت کے لئے مائل ہوگیا۔ نظم

صفحہ ۷۲

(۱) اے پادشاہ تو نے راجہ کو فرمان بھیج دیا ہے کہ پہاڑ کے ہندوؤں کو رام کرلے

(۲) تیرے انصاف سے دین نے یہ رونق پائی ہے کہ ہندو شمشیر اسلام چلاتا ہے

قدیم بادشاہ علمائے متعصبین کے فتووں کے موافق مخالفان مذہب کی ایذا اور ضرر رسانی کو درست اور ہزاروں اجر و ثواب کا باعث جانتے تھے۔ اور غیروں کے عیال و اطفال اور زر و اموال کے لینے کو جو حقیقت میں اطاعت نفس و ہوا پرستی ہے اپنی جہالت کیشوں کے فتوے کی مدد سے رب الارباب کی سب سے بڑی عبادت سمجھتے تھے اکبر نے جو عقل خداداد اور بکثرت شعور طریقہ معاش و معاد میں رکھتا تھا صلح کل کی بساط بچھائی اور طوائف انام اور طبقات خلائق کو یکساں شمار کیا اور کہا کہ خالق جہاں آرا نے مخلوقات مختلف المشارب اور متنوع المذاہب پر فیض کا دروازہ کھولا ہے اور اسکی عنایت سب پر ہے پس پادشاہان والا شکوہ پر بھی کہ خداوند تعالیٰ کا سایہ ہیں واجب و لازم ہے کہ دینی جھگڑوں اور اختلافات کو منظور نہ رکھ کر بندگان خدا کو ایک نظر سے دیکھیں اور اپنی مہربانی کے نور کو نور آفتاب کی طرح جو نیک و بد پر چمکتا ہے سب پر یکساں ڈالیں۔ اس دل آویز گفتگو کے بعد حکم دیا کہ آج کی تاریخ سے ممالک محروسہ کے حکام میں سے کوئی شخص طلب جزیہ کی علت میں جو آٹھ سال تک قدیم بادشاہوں کے قانون کے مطابق لیا جاتا رہا زیردستوں کا مزاحم نہ ہو۔ اور ہندو و مسلم اور گبر و ترسا اور دیگر اہل مذاہب کے ساتھ صلح کل اختیار کرکے کسی کے دین و آئین سے تعرض نہ کرے اور چھوڑ دے کہ اپنے بزرگوں کے طریقہ پر ہر شخص اپنے خالق کا پرستار رہے۔ شعر

میں حیرت میں ہوں کہ کفر و دین میں دشمنی کیوں ہے۔ کعبہ و بت خانہ ایک ہی چراغ سے روشن ہیں۔

اور اسی زمانہ میں تیئسویں سال جلوس کے اوائل میں بارہ ربیع الاول کو مطابق ہمیشہ کے مجلس مولود حضرت ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعقد کرکے سادات و علما و مشائخ اور امرا کو عام دعوت دے کر کھانا کھلایا اُس دن تمام اہل شہر احسان کے دستر خوان سے بہرہ یاب ہوئے اور چونکہ کان میں خبر پہنچی تھی کہ جناب سید المرسلین

وخلفائے راشدین واموی وعباسی خطبہ پڑھا کرتے تھے اور بعض سلاطین مثل امیر تیمور صاحبقران والغ بیگ میرزا نے بھی خطبہ پڑھا ہے اکبر کے دل میں آیا کہ کسی جمعہ کو اس سُنت پر عمل کرے اسوجہ سے جمعہ کے دن فتح پور کی جامع مسجد میں منبر کی کچھ سیڑھیوں پر چڑھ کر خطبہ پڑھنے کا ارادہ کیا اور اکدم زبان رک کر کانپنے لگا اور بڑی مشکل سے شیخ فیضی کے یہ شعر اکبر کے انہی شعروں پر اختصار کیا۔ **نظم**

صفحہ ۷

(۱) اس خدا نے جس نے ہم کو بادشاہت دی اور دل دانا و بازو سے توانا دیا

(۲) عدل و انصاف سے ہماری رہنمائی کی اور عدل کے سوا ہمارے خیال سے سب باہر نکال دیا

(۳) اسکا وصف وہم سے باہر ہے۔ اسکی شان بڑی ہے اللّٰہ بہت بڑا ہے

اور منبر سے اتر کر نماز جمعہ پڑھائی اور اسی صلح کل کا مذہب الٰہی نام رکھ کر مقرر کیا کہ ہر جمعہ کی رات کو تمام مذاہب کے عقل مند اور راس زمانہ کی قوموں کے فاضل سنی و شیعہ اور یہود و نصاریٰ اور گبر و ہنود اور رامتی و ملحد اور دہری و برہمن اور سیوڑہ اور دیگر اہل مشارب و مذاہب چار ایوان میں جو اسی مقصد کے لئے تعمیر ہوا تھا جمع ہو کر مذاکرہ و مناظرہ کریں اور پادشاہ منصفانہ بلا تعصب ان کی گفتگوئیں سنکر ہر ایک کے زر سخن کو اپنی کسوٹی پر پرکھے اور جس جگہ کوئی مناسب باریکی ذہن میں آئے حسن تقریر کے ساتھ منکروں کے ذہن نشین کردے۔

شعر۔ تمام بہتر فرقوں کو لڑائی میں معذور سمجھ کیونکہ جب حقیقت کسی کو نہ معلوم ہوئی تو سب نے نئے افسانے بنا لئے۔

اور آئین ہنود کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے کتاب مہابھارت کو جس میں اس جماعت کے مواعظ و حالات اور اکثر اعتقادات اور اقوال ہیں اور اس ملک میں اس سے زیادہ کوئی بڑی اور معتبر تاریخ کی کتاب نہیں ہے۔ اکبر کے حکم سے باہتمام غیاث الدین علی نقیب خان ملا محمد سلطان تھانیسری اور شیخ عبدالقادر بدایونی کی کوشش سے فارسی میں ترجمہ ہو کر رزمنامہ نام رکھا گیا۔ شیخ ابوالفضل نے نہایت زبردست دیباچہ لکھا ہے۔ ایسے ہندوؤں کی اور کتابیں بھی بموجب حکم ترجمہ ہوئیں۔ اور بارہا اکبر کی زبان پر آتا تھا کہ تقلید کی تیز ہوا کے چلنے سے عقل کا چراغ گل ہو گیا تھا اور تمام آدمی بغیر اسکے کہ غور و خوض کریں۔ جو کچھ باپ استاد آشنا ہمسایہ اور خویش و اقارب سے سنتے ہیں اسپر گرویدہ ہو کر تعصب کرتے ہیں اور ایک دوسرے مذہب سے دشمنی و عداوت رکھکر مخالف کے اقوال کو نظر تحقیق سے نہیں سنتے ہیں۔ اور اپنے اور دوسروں کے عقائد میں حق و باطل کا امتیاز نہیں کرتے ہیں۔ حالانکہ سب سے زیادہ اہم یہی ہے۔ **شعر**

کفر و دین کی گفتگو آخر ایک جگہ ختم ہوتی ہے۔ خواب تو ایک ہی ہے مگر تعبیریں مختلف ہیں۔

اور مقرر فرمایا کہ سال میں دو مرتبہ ایک تو پانچویں رجب کو جو اکبر کی ولادت کا دن اور دوسرے ماہ امرداد کی دوسری

کو اپنے آپ کو بعض جواہر وطلاء ونقرہ اور طرح طرح کے کپڑوں اور طرح طرح کے اناجوں میں تول کر تلی ہوئی چیزیں فقیروں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیں اور نیز قرار پایا کہ اپنی ولادت کی تاریخ سے چند روز تک اسی ماہ شمسی کے دن کے عدد کے حساب سے گوشت حیوانی کی غذا کا مرتکب نہ ہوا کرے گا۔ **صفحہ ۷۸** اور ہر سال اسی قدر دنوں کے عدد کے موافق جو اسکی عمر کے سنہ کے عدد ہونگے گوشت نہ کھائے گا اور انہی دنوں میں ممالک محروسہ میں جاندار کو نہ ستائینگے اور اس صورت میں گاؤکشی بھی ممالک محروسہ سے اٹھ گئی۔ اور بکرر کہا کرتا تھا کہ اکثر میرے دل میں ترک گوشت کا خیال آتا ہے کیونکہ گوشت درخت کی شاخوں سے پیدا نہیں ہوتا ہے اور مثل نباتات کے زمین کے نہیں اگتا ہے بلکہ جانوروں کے بدن کا ہے (یہ شاعرانہ تخیل ہے۔ کوئی عقلی دلیل نہیں۔ فطرت نے ہزاروں قسم کے جانور ایسے بنائے ہیں جن کی غذا محض گوشت ہے۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے دنیا کی ہر شئے کو اعتدال کے ساتھ اپنے استعمال میں لا سکتا ہے ورنہ حکمائے جدید کی تحقیق کے موافق تو نباتات میں بھی روح ہے۔ انسان کو چاہئے کہ منہ بند کر کے بیٹھا رہے تاکہ دنیا کا ذرہ ذرہ اسکو کھا جائے اور یہ منہ نہ کھولے۔ یہ عقیدہ فیثاغورث کی کمزوری طبع کا نتیجہ ہے ورنہ ہندوستان قدیم میں اس کا وجود نہیں پایا جاتا۔ مترجم) باوجود انواع اغذیہ اور اقسام نعم کے جو انسان کو اللہ تعالےٰ کے انعام خانہ سے عطا ہوئی ہیں تھوڑی سی لذت کے لئے جو ایک منٹ سے زیادہ زبان پر نہیں رہتی جانداروں کو مارنا نہایت بے رحمی اور سنگدلی ہے (جی ہاں! ہندوستان کے طول وعرض میں بذات خود لڑائیاں لڑنا۔ ہزاروں بندگان خدا کا خون بہانا۔ ابھرتے ہوؤں کو دبانا۔ کمزوروں پہ چڑھائیاں کرنا۔ چھوٹی چھوٹی حکومتوں کے تختے الٹ دینا۔ علی قلی خان اور بہادر خان کے قتل پر سجدات شکر بجا لانا۔ سلطان مظفر جیسے لڑکے پر جا چڑھنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب رحم دلی ہے۔ یَقُولُونَ بِاَلسِنَتِهِم مَا لَیسَ فِی قُلُوبِهِم) اور اپنے سینوں کو جو مخزن اسرار ایزدی ہیں حیوانات کی قبریں بنانا نہایت نادانی اور بے عقلی ہے اور یہ بھی کہا کرتا تھا کہ شکار کار بیکاراں اور نمونہ جلادی اور بیدادی ہے۔ ناخدا ترسوں نے جانوروں کی موت کو تماشا بنایا ہے اور چند بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتارتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ عجیب وغریب شکلیں خدا کی نادر صنعتیں اور اسی کے دست قدرت کے بنائے ہوئے ہیں اور ان کے انہدام کی کوشش کرنا نہایت نادانی ہے اور شقاوت ہے۔

شعر

دانہ گھسیٹنے والی چیونٹی کو بھی مت ستاؤ کیونکہ وہ بھی جان رکھتی ہے اور اسکو بھی اپنی جان پیاری ہے۔

اس قسم کے احکام صادر کرنے کی وجہ سے بعض متعصب مسلمانوں نے اکبر کو بے دینی سے منسوب کر کے اسکی پیچھے ملامت کرتے تھے۔ خصوصاً ملا عبداللہ سلطان پوری جو اسلام شاہ افغان کے عہد میں شیخ الاسلام کا اور اکبر کے زمانہ میں مخدوم الملک سے مخاطب ہوا تھا اور شیخ عبدالنبی صدر کل دوسرے لوگوں سے زیادہ بڑھا کہتے تھے اور ان کے حالات بیان ہو چکے ہیں۔

ذکر در بیان دختر گرفتن اکبر از راجہ ہائے ہندوستان

اپنے تسلط و اقتدار کے اظہار اور امتحان کی غرض سے جلوس کے کچھ عرصہ بعد اور دشمنوں پر غلبہ پانے اور قلعہ چیتور کے رانا کے ہاتھ سے نکال لینے اور اسکے استیصال کے بعد چاہا کہ ان ممالک کے بڑے بڑے راجاؤں کی لڑکیاں اپنی اور اپنی اولاد کی زوجیت میں لے۔ سب سے پہلے حسن خان میواتی کی بھتیجی جو دارالسلطنت کے اطراف کے بڑے زمینداروں میں سے تھا مانگی اس نے مناسبت اسلام کی وجہ سے قبول کر کے عفیفہ مذکورہ کو حرم سرائے سلطانی میں بھیج دیا۔ اسکے بعد راجہ بہارا مل کچھواہہ کو جو ہندووں کے بڑے راجاؤں میں سے تھا یہی حکم ہؤا۔ اس نے مخالفت مذہب کی وجہ سے قبول نہ کیا مگر مجبور ہو کر راضی ہو گیا اور اپنی بیٹی کا اکبر سے عقد کر دیا۔

نظم

صفحہ ۹۷

(۱) جس دن قسمت یاور تھی نظریں پیوند کی منتظر تھیں

(۲) بادشاہ نے اپنے اجداد کے طریقہ پر پری چہرہ کو اپنا شریک بنایا۔

ذکر ولادت شاہزادہ سلیم یعنی جہانگیر بادشاہ و رفتن اکبر در اجمیر بایفائے نذر

چونکہ اکبر کو فرزند سعادت پیوند کی آرزو تھی اور پوری نہیں ہوتی ہے۔ بیویاں حاملہ ہوتی تھی اور اسقاط ہو جاتا تھا۔ اگر پیدا ہوتا تھا تو چند روز ہی میں مر جاتا تھا۔ دولت خواہوں کے بتانے سے اس آرزو کے پورا ہونے کی امید میں شیخ سلیم کی خدمت میں جو اس زمانہ میں مقربان درگاہ کبریا میں سے مستجاب الدعا مشہور تھے رجوع کیا۔ وہ قصبہ سیکری میں مقیم تھے۔ شیخ کے فرمانے کے بموجب قصبہ مذکور کے قریب شاہانہ عمارتیں بنائیں اور فتح پور نام رکھ کر دار السلطنت بنایا۔ ان فقیر کی دعا کے وسیلہ سے عنایت الٰہی مددگار ہوئی اور جلوس والا کے چودھویں سال میں مطابق ۹۷۷ھ ہجری راجہ بہارا مل کچھواہہ کی دختر عفت سرشت کے بطن سے پسر فرخندہ اختر پیدا ہؤا

شعر

باغ دولت میں ایک ایسا غنچہ کھلا کہ دنیا کی آنکھ نے اس قسم کا پھول نہیں دیکھا۔

اس لڑکے کا نام دعا کرنے والے فقیر کی مناسبت سے سلطان سلیم رکھا۔ پھر جب باپ کے بعد بادشاہ ہؤا تو جہانگیر بادشاہ نام ہؤا۔ چونکہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ پر اکبر کو بڑا اعتقاد

تھا اور ان بزرگوار کا مزار شہر اجمیر کے متصل ہے۔ اس نے منت مانی تھی کہ جب خداوند تعالےٰ اسکو بیٹا عطا فرمائے گا ان کے مزار کی زیارت کے لئے پیادہ پا جائے گا۔ شہزادہ سلیم کی ولادت کے بعد اکبر عہد پورا کرنے کے لئے فتحپور سیکری ہی سے اجمیر تک جو سات منزل ہے اور ہر منزل بارہ کوس کی ہے پیدل راستہ طے کر کے مراسم زیارت بجالایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اکبر قوت دل کے ساتھ قوت بدن بھی خوب رکھتا تھا اور اسکی بہادریاں جیساکہ مرقوم و مشہور ہیں اکثر حد شجاعت سے باہر اور مرتبہ تہور کے قریب ہیں اور قانون خرد سے باہر ہیں۔ شیخ ابوالفضل اکبرنامہ میں لکھتا ہے کہ ایک دن شکار اور زور آزمائی کے ارادہ سے پیادہ پا متھرا سے روانہ ہوکر شام کے وقت اکبرآباد جو اٹھارہ کوس ہے پہنچا اور مقربین میں سے سوائے دو تین آدمیوں کے کسی اور کو ساتھ نہ لیا۔ **صفحہ ۸۰** اور لکھتا ہے کہ ہاتھی کی سواری میں ایسا ماہر اور بے باک تھا کہ کوئی تجربہ کار فیلبان ایسی مہارت نہ رکھتا تھا۔ جس وقت کوئی مست ہاتھی ہتھیاپائی کرکے فیلبان کو مار ڈالتا اور آشوب شہر کا باعث ہوتا تو بادشاہ ہاتھی کے سامنے بے کھٹکے اسکے دانتوں پر جرات کے پاؤں رکھ کر سوار ہو جاتا تھا اور اسکو دوسرے ہاتھی سے جو اس کا ہمسر تھا لڑا کر گرا دیتا اور بارہا عین ہاتھیوں کے جنگ میں اپنے ہاتھی سے اس ہاتھی پر کود کر اس طرح جاتا تھا کہ دیکھنے والوں کی حیرت کا باعث ہوتا تھا۔

ذکر ازدواج شاہزادہ سلیم با صبیہ موتہ راجہ و ولادت سلطان خرم یعنی شاہجہان پادشاہ

جب اکبر نے راجاؤں کے ساتھ نسب کے پیوند لگانے شروع کئے تو باوجود مخالفت مذہب کے ان نسبتوں پر فخر کرنے لگے۔ شاہزادہ سلیم کے حد بلوغ کو پہنچنے کے بعد اگرچہ پہلے ہی راجہ بھگونت داس ولد بہارا مل کچھواہہ کی بیٹی شہزادہ کے عقد نکاح میں تھی پھر دوسری مرتبہ موتہ راجہ ولد مالدیو حاکم جودھپور و میرٹھ کی بیٹی جو اپنے ملک کی وسعت اور لشکر کی کثرت کی وجہ سے اکثر راجاؤں کا سردار تھا شاہزادہ مذکور کے عقد ازدواج میں آئی لیکن اس شادی میں راجہ نے اپنی آبرو بڑھانے کے لئے ایک بڑی محفل ترتیب دیکر پادشاہ کے آنے کے لئے التماس کیا۔ اکبر نے اسکی عزت کا پاس کر کے اسکی درخواست قبول کرلی اور اسکے مکان پر جاکر سرافتخار کو اوج اعتبار پر پہنچادیا اور راجہ نے تحفہ تحائف کے مراسم ادا کر کے پادشاہ کے تمام ہمراہیوں کی فہرست بناکر فوجیوں سے لے کر شاگرد پیشہ تک تمام کو خلعت فاخرہ پہنائے اور بڑے بڑے امرا کو رسم ضیافت ادا کر کے اور تحفے دے کر خوش کیا اور فیلان کوہ پیکر و اسپان صبا رفتار و پرستار اور بہت سے غلام اور طرح طرح کے کپڑے اور برتن اور گھر کا سامان اور قیمتی

جواہر جہیز کے طریقہ پر مہیا کئے اور نہایت عمدہ طریقہ سے بادشاہ کو مع بیٹی اور داماد کے رخصت کیا۔ اس سے پہلے سلطان سلیم کے راجہ بھگونت داس کی بیٹی سے ایک لڑکا خسرو پیدا ہوا تھا اسکے بعد موتہ راجہ کی بیٹی کے بطن سے چھتیسویں سال جلوس اکبراور ہزار ہجری میں سلطان خرم جو شاہجہان کے نام سے مشہور ہوا پیدا ہوا۔ بزم عیش و عشرت اور انجمن انبساط و مسرت آراستہ ہوئی بخشش اور فیاضی کا ہاتھ کھول کر داد جود و سخاوت دی۔

صفحہ ۷۵ (۱) اس باغ میں ایسا جاں پرور پھول کھلا ہے جسکی خوشبو سینکڑوں باغوں کو داغ دیگی۔

(۲) اس شمشاد کے درخت کے لئے جو آزاد پیدا ہوا ہے ساتوں ستاروں سے مبارکباد آئی۔

(۳) ترانے کے تار سے خوشی لپٹی ہوئی ہے اور زمانے کے دماغ میں راگ گھوم رہا ہے

دربیان عجائب سوانح کہ در زمان اکبر بوقوع آمد

موضع بکسر میں راوت ٹیکا نام ایک چودھری تھا۔ ایک شخص اسکے ساتھ عداوت رکھتا تھا۔ موقع پاکر ایک زخم پیٹھ پر اور ایک زخم اسکے کان کو پر مارا اور ان زخموں کی وجہ سے مرگیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کے داماد راجداس کے لڑکا پیدا ہوا۔ جسکی پیٹھ اور کان کی لو پر انہی زخموں کے نشان تھے۔ شہرت پھیل گئی کہ راوت ٹیکا جو زخموں سے مرگیا تھا پھر آواگون کے طریقہ سے عالم وجود میں آیا ہے اور وہ لڑکا بھی حد شعور کو پہنچنے کے بعد کہا کرتا تھا کہ میں راوت ٹیکا ہوں اور پتہ کی باتیں بتایا کرتا تھا (دنیا میں لاکھوں انسان روزانہ مرتے ہیں مگر جون بدلنے کے بعد سب کا حافظہ سوائے راوت ٹیکا کے نادار اور سب کے مخصوص نشانات غائب) جب یہ عجیب واقعہ اکبر کے کان میں پہنچا اسکو دربار میں بلاکر اسکے حال سے واقفیت حاصل کی اور کہتے ہیں کہ اسکے بیان کی تصدیق کی۔ ایک اور نابینا کو لائے۔ جو کچھ زبان سے کہتے تھے وہ بغل میں ہاتھ دے کر ہاتھ اور بغل سے جواب دیتا تھا اور اسی طرح شعر پڑھتا تھا۔ لوگ شبہ کرتے تھے مگر اس نے کثرت مشق سے یہ بات پیدا کی تھی۔ ایک اور شخص کو لائے کہ نہ کان رکھتا تھا اور نہ کان کے سوراخ اور جو کچھ لوگ کہتے تھے بے کم و کاست سنتا تھا۔ ایک اور شخص کو لائے جس کے ایک بیوی سے اکیس بیٹے تھے اور سب زندہ تھے۔ اور پھر انہی دنوں میں ایک دم دار ستارہ نکلا جسکی نحوست سے عراق اور خراساں میں بڑی شورش پھیلی۔ ایک اور عجیب واقعہ پیش آیا وہ یہ ہے کہ سرکار والا کے کچھ ملازم باغیوں کی گوشمالی کے لئے نواح اکبرآباد میں مقرر کئے گئے تھے۔ باغیوں سے جنگ ہوئی۔ اس فوج میں دو بھائیوں نے جو کھتری کی قوم میں سے تھے خوب حملے کئے۔ ان دو بھائیوں میں ایک میدان جنگ میں مارا گیا اسکی نعش اسکے گھر اکبرآباد لائے۔ دوسرا بھائی اس لڑائی میں اپنے کام میں مستعد رہا۔ چونکہ دونوں بھائی جڑواں تھے اور انتہائی مشابہت آپس میں رکھتے تھے۔ ایسی کہ ان میں امتیاز مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ نعش مذکور کے گھر پہنچنے پر

چونکہ تحقیق نہیں ہوتا تھا کہ ان بھائیوں میں سے کونسا مارا گیا ہے۔ دونوں بھائیوں کی بیویاں ستی ہونیکے لئے تیار ہو کر جھگڑا کرتی تھیں ہر ایک کہتی تھی کہ میرا شوہر ہے۔ مجھے اسکے ساتھ ستی ہونا چاہئے۔ یہ مقدمہ کوتوال شہر سے رجوع کیا گیا اور اس سے پادشاہ تک پہنچا۔ حسب الطلب حضور میں آئیں۔ **صفحہ ۸۲** جب پوچھا گیا تو بڑے بھائی کی بیوی نے جو آدھ گھنٹہ پہلے دوسرے سے پیدا ہوا تھا بیان کیا کہ وہ یقیناً میرا شوہر ہے اور میرے قول کی سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ ایک سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ میرا دس برس کا لڑکا مر گیا اور اس شخص کو بیٹے کا صدمہ بہت تھا اسکے سینہ کو چاک کرو اگر جگر پر بیٹے کا داغ ہو تو میرا شوہر ہے حکم والا کے بموجب جراحوں کے امتحان کی غرض سے اس مردہ کا سینہ چاک کیا۔ ایک شگاف بتر کے زخم کی برابر جگر معلوم ہوا۔ جب یہ بات کان میں پہنچی تو باعث تعجب ہوئی۔ اکبر نے اس عورت کی تعریف کر کے فرمایا کہ وہ حق بجانب ہے اور ستی ہونے نہ ہونے کا اختیار ہے۔ وہ عورت مردانہ وار اپنے شوہر کے لیے جان جسم کے ساتھ اسکی عشق کی آگ میں بھسم ہو گئی۔

دربیان تسخیر ولایت پٹنہ و بنگالہ

اس زمانے میں سلیمان کلیانی جو اسلام شاہ اور شیر شاہ کے بڑے امرا میں سے تھا اس صوبہ کا حاکم تھا اور اکبر کے زمانہ تک مسلط رہا۔ جب منعم خان خانخاناں اس صوبہ کی حکومت پر مقرر ہوا چند مرتبہ سلیمان مذکور سے جنگ ہوئی اور سلیمان نے عاجز ہو کر اطاعت قبول کر لی اور خان خاناں سے ملاقات کی یہاں تک کہ اپنی زندگی میں اطاعت سے باہر نہ ہوا۔ جب وہ مر گیا تو اس کا بڑا بیٹا بایزید مسند حکومت پر بیٹھا اور کچھ عرصہ بعد مر گیا۔ اسکے بعد سلیمان کا دوسرا بیٹا حاکم ہو گیا اور آزادی کا دم بھر کے پادشاہ کی اطاعت سے سر پھیر لیا۔ منعم خان آمادہ جنگ ہوا اور قلعہ پٹنہ کا محاصرہ کر کے اکبر کو عرضی بھیجی اور اسکے آنے کی استدعا کی۔ پادشاہ عین برسات میں جب کہ راستے پانی کی کثرت سے بند تھے کوچ کے جھنڈے بلند کر کے حوالی پٹنہ میں نزول اجلال فرمایا۔ اس نے اپنے آپ میں تاب مقابلہ نہ پاکر صلح کی تحریک میں ایلچی بھیجے۔ جب ایلچی نے آستاں بوسی سے سرفرازی پائی تو حکم ہوا۔ کہ داؤد ان صورتوں میں سے ایک اختیار کرے۔ اول داؤد تنہا میدان جنگ میں آئے اور اسطرف سے ہم آتے ہیں آپس میں لڑیں جو کامیاب ہو جائے ملک اسی کا ہے۔ اور اگر اس پر راضی نہ ہو تو اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو جو بہادری میں زیادہ معلوم ہوتا ہو منتخب کر لے پھر ہم ایک بہادر اسکے مقابل میں بھیج دیں ان دو شخصوں میں سے جو شخص فتح پائے اسکی جانب کی فتح ہے۔ اگر یہ بھی قبول نہ کرے تو اپنے ایک ہاتھیوں میں سے جو وفور جرات و عظمت جثہ و توانائی میں مختار ہو میدان جنگ میں

بھیج دے۔ ہم بھی ایک ہاتھی کو منتخب کرکے اس سے لڑنے کے لئے بھیجیں جو کوئی غالب ہو اس طرف کی فتح ہو۔ اس نے کوئی صورت قبول نہ کی۔ **صفحہ ۳۲** اسی زمانہ کے قریب حاجی پور جو دریائے گنگا کے اس پار پٹنہ کے سامنے واقع ہے۔ بادشاہی بہادروں کی کوشش سے مفتوح و مسخر ہوگیا اور قلعہ پٹنہ کا محاصرہ زور پکڑ گیا۔ افغانیوں نے نحوست کے آثار حالات کے آئینہ میں دیکھ کر داؤد کو جو بغاوت اور سرکشی میں مست تھا طوعاً و کرہاً کشتی میں ڈال کر رات کے وقت بنگالہ کو روانہ ہوگئے اور قلعہ میں بڑی شورش اور وحشت پیدا ہوئی۔ بعض افغان اضطراب کی وجہ سے دریا اور کشتی میں تمیز نہ کرسکے بحر فنا میں غرق ہوگئے اور جو لوگ کشتی میں پہنچ گئے وہ کشتیاں زیادہ آدمیوں کی وجہ سے ڈوب گئیں۔ اور ایک جماعت بھیڑ کی وجہ سے باہر آنے کی کوشش میں پامال ہوگئی۔ اور جن لوگوں نے باہر آنے کا راستہ نہ پایا وہ قلعہ کی دیوار اور برجوں سے گر کر گورنیستی میں پہنچ گئے۔ صبح کے وقت اکبر نے اطلاع پاکر قلعہ کو اولیائے دولت کے سپرد کرکے خود تعاقب میں گھوڑے پر سوار ہوکر دریائے پن پن سے گزر کر تیس کوس تک راہ طے کی۔ اس دوڑ دھوپ میں حسین خان سلطان محمد عدلی کا بیٹا گرفتار ہوکر قتل ہوا۔ اور دوسرے مخالف بھی اس راستہ میں گرفتار ہوکر صحرائے عدم میں جا پہنچے۔ اور اکثر بھاگ کر جان بچا لے گئے۔ **اشعار**

(۱) دشمن راہ گریز سے بھاگا چلا جارہا تھا اور فوج اسکے پیچھے تیز تلواریں لئے ہوئے جارہی تھی۔

(۲) ان بہادروں سے سب اس طرح بھاگ گئے جیسے کہ غرانیوالے شیر سے ہرنوں کا گلہ

جب افغانیوں کو شکست ہوگئی۔ بادشاہ کی فوج مال غنیمت سے بے نیاز ہوگئی۔ وہاں سے منعم خان خانخانان کو بھاری لشکر کے ساتھ داؤد افغان کے استیصال کے لئے اور تسخیر بنگالہ کے لئے متعین فرماکر پٹنہ کو واپس گیا۔ راجہ ٹوڈرمل جس نے اس مہم میں خدمات نمایاں سرانجام دی تھیں علم و نقارہ کی عنایت سے سرافراز ہوکر منعم خان کی رفاقت میں مقرر ہوگیا۔ بادشاہ اس ملک کا بندوبست کرنے کے بعد لوٹ کر اجمیر کے راستہ سے خواجہ معین الدین کے مزار کی زیارت کرکے دارالسلطنت فتحپور میں نزول اجلال فرمایا۔ حکم دیا کہ اجمیر سے فتحپور تک ہر کوس پر ایک پختہ کنواں اور بلند مینار بنادیں۔ بہت تھوڑے عرصہ میں کنواں اور مینار حکم کے موافق تیار ہوگیا۔ الغرض منعم خان بنگالہ میں پہنچا اور داؤد کے ساتھ زبردست جنگ کرکے زخمی ہوگیا۔ اکثر امرا نے جاں نثاری کی لیکن داؤد نے مغلوب ہوکر درگاہ والا کی اطاعت قبول کرلی۔ اور عمدہ تحفے اور خوبصورت ہاتھی اپنے بیٹے کی ہمراہی میں اکبر کے حضور میں بھیجے اور راجہ ٹوڈرمل بنگالہ کی مہم سے مطمئن ہوکر حضور میں پہنچا اور دیوانی کے بزرگ عہدہ پر سرفراز ہوا۔ کچھ عرصہ بعد جب منعم خان خانخانان اپنی موت سے مرگیا داؤد نے موقع پاکر بدعہدی کی اور شورش کے لئے سر اٹھایا۔ پھر دربار سے خان جہان اور راجہ ٹوڈرمل اسپر چڑھائی کرنے کے لئے مقرر ہوئے۔ وہ بنگالہ پہنچ کر کئی

مرتبہ زبردست لڑائیاں کر کے مظفر و منصور ہوئے۔ **صفحہ ۸۴** داؤد گرفتار ہو کر قتل ہوا اس کا سر درگاہ قدسی میں بھیج کر مورد عنایت ہوئے اور اسوقت سے فتنہ بنگالہ دب گیا۔ پوشیدہ نہ رہے کہ بنگالہ میں آغاز ظہور اسلام ملک محمد بختیار سے جو سلطان ایبک کے بڑے امیروں میں سے تھا ہوا اسوقت سے وہ صوبہ سلاطین دہلی کے قبضہ میں آگیا اور ۷۴۷ ہجری میں قدر خان کو جو سلطان محمد شاہ فخر الدین جونا بن غیاث الدین تغلق شاہ کی جانب سے تھا فخر الدین سلاحدار نے قابو پاکر مار ڈالا اور مسند حکومت پر بیٹھ کر سلطان فخر الدین کے لقب سے ملقب ہوا اسکی حکومت کی مدت بارہ سال۔ سلطان علاء الدین عرف ملک علی جو قدر خان کے لشکر کا بخشی تھا سلطان فخر الدین سے جنگ کر کے غالب آگیا اور اسکو قتل کر کے حکومت کا جھنڈا بلند کیا۔ چار سال اور کچھ مہینے۔ سلطان شمس الدین عرف حاجی الیاس سلطان علاء الدین کا لوکہ سردار لشکر ہو گیا اور لکھنوتی پر حملہ کر کے فوج کو حسن تدبیر سے اپنے ساتھ متفق کر کے راستہ سے لوٹ گیا۔ اور علاء الدین پر چڑھائی کر کے لڑائی کے بعد اپنے آقا کو مار کر مسند حکومت پر بیٹھ گیا۔ اور اس زمانے میں سلطان فیروز شاہ اورنگ آرائے سلطنت دہلی تھا۔ مکرر بنگالہ پر لشکر متعین کیا لیکن کچھ پیش نہ گئی۔ مدت حکومت اکیس سال۔ سلطان سکندر بن سلطان شمس الدین بارہ سال۔ سلطان غیاث الدین بن سلطان سکندر پندرہ سال اور چند مہینے۔ سلطان السلاطین بن غیاث الدین گیارہ سال۔ سلطان شمس الدین بن سلطان السلاطین پانچ سال۔ راجہ کانس اس صوبہ کا زمیندار تھا۔ جب شمس الدین نے رحلت کی کوئی وارث نہ چھوڑا۔ راجہ مذکور ان شہروں پر غلبہ پاکر مسند حکومت پر بیٹھا اور پانچ سال اور چند مہینے حکومت کی۔ سلطان جلال الدین بن راجہ کانس سلطنت کے لئے اسلام قبول کر کے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا۔ انیس سال اور چند مہینے۔ سلطان احمد شاہ بن سلطان جلال الدین سترہ سال۔ سلطان ناصر الدین بن سلطان احمد شاہ سات روز سلطان ناصر الدین بن سلطان شمس الدین کے محافظوں میں سے دو سال۔ سلطان باربک شاہ عرف ناصر اسکے غلام نے قابو پاکر سلطان ناصر کو مار ڈالا اور مسند حکومت پر بیٹھ گیا۔ دوسروں نے مل کر اسے مار ڈالا۔ مدت حکومت انیس سال یوسف شاہ باربک شاہ کا بھتیجا آٹھ سال۔ سلطان سکندر کو چند روز بعد امرا نے مل کر مار ڈالا۔ فتح شاہ نو سال اور چند ماہ۔ نازک شاہ خواجہ سرا فتح شاہ کو مار کر مسند حکومت پر بیٹھ گیا۔ جہاں کہیں خواجہ سرا تھا اسکو پاس بلا لیا۔ **صفحہ ۸۵** دو مہینے پندرہ دن۔ فیروز شاہ تین سال اور چند ماہ۔ محمود شاہ بن فیروز شاہ تین سال اور چند روز۔ مظفر شاہ حبشی خواجہ سرا محمود شاہ کو مار کر مسند حکومت پر بیٹھ گیا۔ ایک سال اور پانچ مہینے۔ سلطان علاء الدین نے جو مظفر شاہ کے نوکروں میں سے تھا قابو پاکر اپنے آقا کو مار ڈالا اور حکومت حاصل ہو گئی۔ بیس سال۔ نصیب شاہ بن سلطان علاء الدین باپ کے بعد مسند حکومت پر بیٹھا چودہ سال۔ جس وقت ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ نے ہندوستان فتح کیا سلطان محمود سلطان ابراہیم لودی کے بھائی نے نصیب شاہ کے پاس پناہ لی۔ مدت کے بعد جب شیر شاہ

غالب آیا۔ بنگالہ کو نصیب شاہ کے قبضہ سے نکال لیا۔ جہانگیر قلی خان نے جو ہمایوں پادشاہ کے امرائے کبار میں سے تھا اس صوبہ کی پادشاہت شیر شاہ سے نکال کر واپس دیدی۔ شیر شاہ نے ہمایوں پر فتح پانے کے بعد جہانگیر قلی خان کو عہد کر کے اپنے پاس بلایا اور مار ڈالا۔ اور محمد خان مخاطب بہ بہادر خان نے جو شیر شاہ اور اسلام شاہ کے بہادروں میں سے تھا بنگالہ کی حکومت پائی۔ نوکری کے ساتھ انصاف کا لحاظ رکھتا تھا۔ جب عمریز خان کی لڑائی میں مارا گیا اسکے بیٹے خضر خان نے حکومت پاکر بہادر شاہ لقب پایا۔ اسکی لڑائی میں عمریز خان مارا گیا خضر خان کے بعد تاج خان نے حکومت کی۔ اسکے بعد اسکا چھوٹا بھائی سلیمان کلیانی جو اسلام شاہ کے مشہور امیروں میں سے تھا اسنے حکومت خود مختار پائی۔ اگرچہ خطبہ اور سکہ اپنے نام کا نہ کیا مگر اپنا خطاب اعلیحضرت کیا تھا۔

بایزید بن سلیمان باپ کے بعد قایم مقام ہوا۔ تیرہ روز۔ داؤد سلیمان کا دوسرا بیٹا دو سال۔ ۹۷۳ھ ہجری میں خان جہان اور راجہ ٹوڈر مل نے داؤد کو قتل کر دیا اور بنگالہ داخل ممالک محروسہ اکبری ہو گیا۔ ۹۴۸ھ ہجری کے ابتدا سے سنہ مذکور تک جو دو سو سینتیس برس ہوتے ہیں صوبہ بنگالہ سلاطین دہلی کے قبضہ سے باہر رہا۔ المختصر راجہ ٹوڈر مل مہمات بنگالہ سے اطمینان کر کے حضور میں پہنچا۔ اور راجہ کے آنے کے بعد تھوڑی مدت میں خان جہان مر گیا۔

مظفر خان دیوان اعلیٰ حضور سے بنگالہ کی صوبہ داری پر مقرر ہو گیا۔ یہ مظفر خان جو خواجہ مظفر مشہور تھا ابتدا میں بیرام خان کا نوکر تھا جسکی وجہ سے پرگنہ پر سرور تابع پنجاب ہو گیا۔ جب اسکی قابلیت اور تجربہ کاری اکبر پر کھلی حضور میں بلا کر دیوان بیوتات بنا دیا۔ اور اپنے تجربہ کی وجہ سے بہت جلد دیوانی اعلیٰ پر سرفراز ہو گیا اور مدت تک اس بلند درجہ پر مختار رہا۔ اسوقت بنگالہ کی صوبہ داری پر مامور ہو گیا اور اس صوبہ میں پہنچ کر امور کے نظم و نسق میں مشغول ہوا۔

صفحہ ۸۶ کچھ عرصہ بعد معصوم خان کابلی جاگیردار بہار نے داغ اسپ کے معاملہ میں جو اسی زمانہ میں مقرر ہوا تھا حکم سے انحراف کر کے بغاوت کی۔ سرکاروالا کے دیوان بخشی سے جھگڑا کر کے سوار ہو گیا اور دونوں کو قتل کر کے گھر لوٹ لیا اور بغاوت کا سر اٹھایا اور ایسے ہی بنگالہ میں جاگیر کی آمدنی وصول کرنے کی بنا پر چھوٹے منصبدار بنصلا (سفید ریشوں) سن رسیدہ لوگوں کے ساتھ مل کر وہاں کے صوبیدار مظفر خان کے خلاف بغاوت اور دشمنی کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور معصوم خان کابلی کے ساتھ شریک ہو کر جمعیت فراہم کر لی۔ اور بہت سے دوسرے امرا بھی مظفر خان سے آزردہ ہو کر مخالفین سے مل گئے۔ اور میرزا شرف الدین حسین اکبر کے بہنوئی جو بادشاہ سے مخالفت رکھتا تھا اور مکہ معظمہ کو چلا گیا تھا بنگالہ کی شورش کو سن کر راستہ سے لوٹ آیا اور مخالفوں سے مل گیا۔ باغیوں نے ٹانڈہ کا محاصرہ کر کے محصورین کو عاجز کر دیا اور مظفر خان کو پیغام دیا کہ آکر ملاقات کرے ورنہ مکہ معظمہ کو چلا جائے مظفر خان نے دوسری صورت قبول کر لی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ڈر گیا ہے تو پیغام بھیجا کہ اپنے مال میں سے تیسرا حصہ نکال کر لے لے اور بقیہ کو اپنی جگہ چھوڑ دے۔ مظفر خان نے خفیہ طریقہ سے آٹھ ہزار اشرفیاں معصوم خان

کے پاس بھیج دیں تاکہ اسکے عرض وناموس سے ہاتھ اُٹھا لے۔ مخالفوں نے اس بات سے دلیر ہوکر محاصرہ کیا اور تنگ کردیا اور قلعہ ٹانڈہ فتح ہوگیا۔ مظفر خان کو پکڑ کے قتل کردیا۔ اور مخالفین میں سے ہرایک نے اسکا مال حاصل کرکے قبضہ کرلیا اور تمام اس ملک پر غلبہ پاکر ہرایک نے اپنے لئے خطاب اور منصب مقرر کرلیا اور انجمن آراستہ کر کے چاہا کہ اکبر کے چچازاد بھائی محمد حکیم میرزا کے نام کا جو کابل میں تھا خطبہ پڑھیں۔ اسوقت بڑے زور سے آندھی آئی۔ اور سخت بارش ہوکر اس جماعت کی خوشی کا فرش تہ ہوگیا۔ اور انجمن میں تفرقہ اور پراگندگی پھیل گئی اور کچھ مخالفوں نے سوچ رکھا تھا ظہور کے چبوترہ (سٹیج۔ پلیٹ فارم) پر نہ آیا۔ اسی طرح بہار میں سعید بدخشی کے بیٹے بہادر نے بغاوت کا علم بلند کرکے اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ جب یہ باتیں اکبر کے کان میں پہنچیں تو راجہ ٹوڈرمل کو جو مظفر خان کے بعد دیوان اعلیٰ مقرر ہوا تھا دوسرے امرا کے ساتھ متعین کیا۔ راجہ بہت جلد وہاں پہنچ کر شورش کے دفع کرنے میں مشغول ہوا اور دولت خواہوں کی صلاح سے حوالی مونگیر میں مٹی کا قلعہ بنا کر مکان بنایا اور حقیقت حال لکھ بھیجی۔ خان اعظم کوکلتاش کو ایک بھاری لشکر کے ساتھ رخصت کیا گیا اور اسکے پیچھے شہباز خان بھی مقرر ہوا۔ خان اعظم اور شہباز خان کے آنے کی شہرت سن کر مخالفوں کی جمعیت میں تفرقہ پڑ گیا اور حصار گلین کے محاصرہ سے جو راجہ ٹوڈرمل نے کر رکھا تھا ہاتھ اٹھا لیا۔ معصوم خان دوسرے باغیوں کے ساتھ بہار کی طرف چلا گیا۔ افواج قاہرہ نے بہار میں پہنچ کر باغیوں کے استیصال کے لئے کمر ہمت باندھی۔ صفحہ ۸۷ اور اسی اثنا میں معصوم خان فرنخودی اور ثابت خان عرف بہادر جنہوں نے جونپور اور اودھ کی طرف بغاوت کر رکھی تھی شہباز خان ان کے ہاتھ سے شکست کھا کر بھاگ گیا مگر اسوقت عوام میں شہرت پھیل گئی کہ معصوم فرنخودی معرکہ میں مارا گیا اسکے لشکر والے اس شہرت سے پراگندہ ہوگئے۔ شہباز خان نے اس خبر سے اپنے آپکو جمع کر کے جمعیت فراہم کی اور اودھ کے قریب پہنچا اور پھر معصوم خان فرنخودی سے جنگ کر کے غالب ہوا اور ایسی شکست کے بعد ایسی فتح پاکر شورش رفع کردی۔ اور معصوم خان شکست کھا کر سو آدمیوں کے ہمراہ بھاگ نکلا اور کچھ عرصہ کے بعد شہزادہ کی سفارش سے معصوم خان کے قصور درخواست کے بموجب معاف ہوگئے اور عمدہ جاگیر پائی۔ راجہ ٹوڈرمل اس ملک کے کاموں سے خاطر جمع ہوکر حضور میں پہنچ کر مورد الطاف فراواں ہوا۔ اور کچھ دنوں بعد خان اعظم بھی بنگالہ سے حضور میں آیا۔ شہباز خان تنہا معصوم خان کابلی اور دوسرے مخالفوں کے لئے متعین رہ گیا۔ جب عرض والا میں خبر پہنچی کہ مخالفان بدسرشت کئی مرتبہ شہباز خان سے جنگ کر کے غالب ہوئے ہیں اور اس نواح میں شورش بند نہیں ہوتی بلکہ روز بروز ترقی پذیر ہے۔ لہٰذا اس بدانجام جماعت کے استیصال کے ارادہ سے اکبر خود دیار شرقیہ کی طرف متوجہ ہوا اور شکار کرتا ہوا منزلیں طے کر رہا تھا۔ اسی سفر میں راجہ بیربل نے ایک بڑا جشن ترتیب دیکر پادشاہ کی دعوت کی۔ اکبر نے اس جلسہ میں تشریف لے جاکر اسکی عزت کا مرتبہ بلند کیا اور نیز راجہ ٹوڈرمل وزیر کے مکان میں تشریف فرماکر

اسکو سرفرازی بخشی۔ اس جگہ پہنچنے پر جہاں گنگا اور جمنا ملتی ہیں اور آگے ساتھ بہتی ہیں اور اہل ہند کے عقیدہ کے موافق بزرگ جگہوں میں سے ہے دونوں دریاؤں کے سنگم پر اک مضبوط قلعہ کی بنیاد رکھی اور اک نیا شہر آباد کر کے الہ باس نام رکھا اور ایک زبردست بند ایک کوس لمبا اور چالیس گز چوڑا اور چار گز اونچا باندھا اور یہ عمارتیں اٹھائیسویں سال جلوس اکبر میں ختم ہوئیں۔ اس جگہ حضور والا کے کان میں خبر پہنچی کہ شہباز خان لشکر مبارک کے کوچ کی مدد سے مخالفین سے جنگ کر کے مظفر و منصور ہوا اور معصوم خان کابلی اور دوسرے مفسدان رجیم العاقبتہ نے شکست کھائی اور ملک پادشاہی سے نکل کر گوشہ گمنامی میں چھپ گئے۔ اس لئے لوٹ کر محمد حکیم میرزا کے فتنہ کو دفع کرنے کے لئے پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔

دربیان یعنی محمد حکیم میرزا برادر عم زاد اکبر پادشاہ

اس نے کابل میں بغاوت کی اور اکثر دریائے سندھ سے گزر کر اہل پنجاب کے آزار و ایذا کا باعث ہوتا تھا۔ اور عساکر منصورہ کی ٹکروں سے شکست کھا کر پھر کابل چلا جاتا تھا۔ صفحہ ۸۸ ایک مرتبہ لاہور پہنچ کر بائیس روز تک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ راجہ بھگونت داس صوبہ دار لاہور نے ہمت کے پاؤں جما کر قلعہ کو مضبوط رکھا اور کنور مان سنگہ راجہ مذکور کا بیٹا جو سیالکوٹ کا فوجدار تھا پہاڑی لشکر جمع کر کے کثیر جماعت کے ساتھ یکایک پہنچ کر میرزا سے جنگ کر کے غالب ہوا۔ میرزا بے دست و پا ہو کر قلعہ کا محاصرہ اٹھا کر بے نیل مرام چلا گیا اور جلال پور ضلع حافظ آباد کے راستہ سے دریا چناب کو عبور کر کے بھیرہ میں پہنچا۔ اور اس شہر کو غارت اور ویران کر کے نیلاب کی راہ سے دریائے سندھ کو عبور کر کے کابل چلا گیا۔ اور کنور مان سنگہ دریائے سندھ تک تعاقب کر کے لوٹ گیا۔ جب کنور مان سنگہ کی یہ جرات و جسارت حضور والا کے کان میں پہنچی۔ مورد الطاف بیکراں ہوا اور اکیم پنج ہزاری کے منصب پر سرفراز ہو گیا۔ اس اثنا میں میرزا امرائے بنگالہ کی شورش کی خبر سن کر کہ اسکے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرنا چاہتے ہیں دلیر ہوا اور لشکر آراستہ کر کے کابل سے پنجاب پہنچ کر باعث فتنہ و فساد ہوا اور وہاں کے لوگوں کو تکلیف اور ایذا پہنچائی۔ اکبر نے الہ باس سے کوچ کر کے یہ مصمم ارادہ کیا کہ اس مرتبہ کابل پہنچ کر میرزا کو ایسی سزا دے کہ اسکے فتنہ کی آگ بالکل بجھ جائے اور ایک فوج ہراول کے طریقہ سے بھیج دی گئی۔ میرزا پادشاہی لشکر کے دبدبہ سے پنجاب میں اپنا قیام دشوار دیکھ کر کابل کو روانہ ہو گیا۔ افواج قاہرہ نے جو میرزا کے پیچھے گئی تھیں شادمان خان سے جو میرزا کے امرا میں سے تھا جنگ کی اور شادمان شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اور اسکے فوجیوں کا مال و منال اکثر بہادران لشکر فیروزی اثر کے ہاتھ آیا اور چند تحریریں میرزا کے منشی کے خط میں شادمان خان کے پرتلوں سے سردار افواج منصور کے ہاتھ پڑیں۔ ان تحریروں کو بجنسہ حضور والا میں بھیجدیا

ان میں سے ایک تحریر خواجہ شاہ منصور وزیر کے نام تھی جس نے اسکے جواب میں لکھی تھی۔ اکبر فراخ حوصلگی اور نیک ذاتی
کی وجہ سے زبان پر نہ لایا اور اسکے دل میں آیا کہ ایسے وقت میں مخالف دولت خواہوں کے اعتماد کے احساس کو
برباد کرنے کے لئے لکھ دیا کرتے ہیں۔ دوسری مرتبہ کان میں خبر پہنچی کہ شاہ منصور کے آدمی جو پرگنہ فیروزپور میں
اسکی جاگیر میں رہتے ہیں ارادہ رکھتے ہیں کہ محمد حکیم میرزا سے مل جائیں۔ جب یہ بات خواجہ سے پوچھی گئی اس نے
انکار کر دیا اس سے ضامن طلب کیا اس نے ضامن دینے میں بھی عذر کیا۔ شک ظن غالب سے تبدیل ہو گیا کہ
فی الواقع خواجہ کا ارادہ کچھ اور ہے دو تنخواہیوں کی صلاح سے کوٹ کچھویہ کے متصل جو شاہ آباد اور انبالہ کے درمیان
ہے خواجہ کو پھانسی دیدی یہ خواجہ شاہ منصور شیراز کے امرا میں سے تھا۔ عطر خانہ کی خدمت پر مامور تھا۔ **صفحہ ۸۹**
اور اکبر آدم شناسی کے اقتضا سے اسکی قابلیت مدنظر رکھ کر اس سے بہت محبت کرتا تھا اور مظفر خان دیوان اعلیٰ
اسکی تجربہ کاری اور زیادتی عقل پر حسد کرتا تھا۔ مجبوراً نوکری ترک کر کے منعم خان خانخانان کے پاس جا کر نوکر ہو گیا۔
ایک دفعہ منعم خان نے اسکو بنگالہ کے حالات سنانے کیلئے حضور میں بھیجا تھا۔ مطالب کے بیان کرنے میں
اسکی تجربہ کا نقش بادشاہ کے دل پر اور زیادہ بیٹھ گیا منعم خان کے مرنے کے بعد حضور میں بلا کر وزارت کے منصب
اعلیٰ کا نائب مقرر کر دیا اور بہت تھوڑے عرصہ میں بذات خود اس بلند مرتبہ پر پہنچ گیا۔ چونکہ معاملات میں لوگوں
پر سختی کیا کرتا تھا اسوجہ سے چند روز معتوب ہو کر مقید رہا پھر اسی مرتبہ پر سرفراز ہو گیا اس زمانہ میں قسمت سے
اس حال کو پہنچا۔ مرنے کے دس دن بعد اسکی بیگناہی ظاہر ہو کر باعث ملال خاطر ہوئی لیکن مخلوق اسکی سخت گیری
سے نجات پاکر خوش ہوئے۔ (اس جملہ سے اکبر کی بریت نہیں ہو سکتی) **نظم**

(۱) دنیا کے کاموں میں سخت گیر نہ ہو کیونکہ سخت گیر جلد مر جاتا ہے
(۲) آساں گزاری میں بسر کئے جا کیونکہ نرمی کرنے والا آرام سے رہتا ہے۔

الغرض منزلیں طے کرنے کے بعد دریائے سندھ پر اترنے کا اتفاق ہوا۔ جس جگہ کہ دریائے سندھ اور نیلاب
کابل باہم ملتے ہیں ایک مضبوط قلعہ بنانے کے لئے حکم والاصادر ہوا اور دریا کے کنارے ایک پہاڑی کی چوٹی پر بنیاد
رکھ کر فصیل اور برجوں کی بنیاد پتھر سے بنائی گئی۔ تیزدست سنگتراش اور ہوشیار معماروں نے چھبیسویں سال
جلوس والا میں یہ بنیاد رکھکر شمس الدین خوافی کے اہتمام سے دو سال میں ایک بلند فصیل اور وسیع شہر بن کر
اٹک بنارس کے نام سے موسوم ہوا۔ اسکی خندق دریائے سندھ اور اسکے دروازے مخالفوں پر بند گویا
ہندوستان اور خراسان کے درمیان ایک برزخ ہے۔ اس قلعہ کے دامن میں دریا پر پل ہے جو آنے والوں
کو اس قلعہ میں پہنچے بغیر دریا سے عبور کرنے نہیں دیتا۔ اس قلعہ کی بنیاد رکھنے کے بعد آگے بڑھا اور اس منزل سے
ایک فرمان مشتمل بر نصائح دلپذیر محمد حکیم میرزا کو صادر ہوا۔ خلاصہ مضمون یہ کہ ہندوستان کی وسیع سلطنت بہت

سے سلاطین سکہ دار کی جگہ تھی تمام اولیائے دولت کے قبضہ میں آگئی ماز ملنے کے سردار اس درگاہ میں روئے نیاز لے
آئے ہیں اور اس خاندان کے امرا قدیم پادشاہوں کی جگہ بیٹھ کر حکومت کر رہے ہیں۔ وہ بھائی اس دولت سے کیوں
بے نصیب رہا جاتا ہے اگرچہ بزرگان سلف چھوٹے بھائی کو بیٹے کے بجائے سمجھتے رہے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ بیٹے
کا وجود تو ممکن ہے مگر بھائی میسر نہیں آسکتا۔ لائق عقل و دانش یہ ہے کہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنی ملاقات
سے مسرور کرے اور اس سے زیادہ ہم کو دولت دیدار سے محروم نہ کرے۔ محمدؐ حکیم میرزا خانہ برانداز خوشامدیوں کے بہکانے
سے مطیع نہ ہوا۔ اپنے دل میں ارادہ کیا کہ چینبر سے لے کر کابل تک ٹیلوں کو مضبوط کر کے آمادہ جنگ ہو **صفحہ ۹۰**
یا بنگش کے راستہ سے جاکر ہندوستان میں شورش پھیلا دے۔ میرزا اس فکر میں تھا مشورے کر رہا تھا کہ شاہزادہ
سلطان مراد ہراول کے طریقہ سے نواح کابل میں پہنچا اور میرزا سے لڑائی کر کے اور میرزا شکست کھا کر غوربند کی طرف
چلا گیا اور یہ ارادہ کیا کہ والی توران کے پاس جاکر پناہ لے اور مدد اور اعانت مانگے۔ اسی وقت اکبر بھی کابل میں پہنچا
باغ شہر آرا اور قلعہ کی منزلوں کی سیر کر کے خوش ہوا اور باوجودیکہ محمدؐ حکیم میرزا اسقدر تقصیروں کا مصدر ہوا تھا نہایت
مہربانی سے پھر میرزا کو کابل مرحمت فرما کے ہندوستان کو لوٹا اور میرزا کابل میں پہنچ کر اس صوبہ کی حکومت پر مقیم ہو
گیا۔ چونکہ دائم الخمر تھا زیادہ شراب پینے کی وجہ سے سخت بیماریوں میں مبتلا ہو گیا اپنے آپ کو شراب سے باز نہ رکھ سکا
ان اسباب کی وجہ سے تھوڑی سی مدت میں اسکا ساغر حیات لبریز ہو گیا۔ اسکے بیٹے ارادہ رکھتے تھے کہ عبداللہ خان
ازبک والی توران کے پاس چلے جائیں اکبر نے صلہ رحم کا لحاظ کر کے مہربانی سے فرمان لکھ کر راجہ مان سنگھ کو تعزیت
اور میرزا کے پس ماندوں کی تسلی کے لئے متعین کیا اور رایات عالیات بھی کابل کی طرف چل دیئے جب راولپنڈی
کا میدان سرادقات اقبال کا مورد ہوا راجہ مان سنگھ جو پہلے کابل گیا تھا کیقباد میرزا اور افراسیاب میرزا محمدؐ حکیم کے بیٹوں
کو جن میں بڑا گیارہ سال اور دوسرا چار سال کا تھا ہمراہ لے کر حضور میں لایا۔ بادشاہ نے نوازش فرما کر ان کے حق میں
الطاف بیکراں مبذول کر کے تربیت کے لئے نظر توجہ کی اور دارالسلطنت کابل بھی عز بساط بوس پر پہنچ کر مورد عنایات ہوئے
اور راجہ مان سنگھ کو کابل کی صوبہ داری سے سرفراز فرمایا۔

ذکر در بیان کشتہ شدن راجہ بیربل

جب ساحل دریائے سندھ پر کیمپ ڈالا گیا تو زین خان کوکہ بھاری لشکر کے ساتھ اولوس یوسف زئی کے استیصال
اور ولایت سواد بجور کی تسخیر کے لئے متعین ہوا اور شیخ فرید بخاری بخشی نے افغانی قبائل پر حملہ کرنے کے لئے
رخصت پائی۔ اور شیخ لوٹ مار کر کے لوٹ آیا۔ زین خان افغانوں کے قلع قمع کے لئے کمر باندھ کر
کوہستان میں داخل ہوا خبر ملی کہ جب تک دوسری فوج زین خان کی اعانت کے لئے متعین نہ ہو گی افغانوں کا

استیصال ناممکن ہے۔ راجہ بیربل اور شیخ ابوالفضل نے اس خدمت کے لئے استدعا کی۔ اکبر نے دونوں کے نام پر قرعہ ڈالا۔ صفحہ ۹۱ قضارا قرعہ راجہ بیربل کے نام نکلا۔ لہٰذا راجہ مذکور اور حکیم ابوالفتح کو زین خان کی امداد کے لئے رخصت کیا۔ زین خان نے راجہ کی صلاح اور مشورہ سے تسخیر بجور کے لئے کمر باندھی۔ وہاں کے بڑے بڑے سرداروں نے اطاعت کی رسی گردن میں ڈال کر پیشۂ رعیت گری اختیار کیا اسکے بعد سواد پر لشکرکشی کی۔ افغانوں نے پہاڑ پر جمع ہو کر اولوں کی مانند تیر اور پتھر برسائے۔ زین خان نے بزور شمشیر ایک پہاڑی پر چڑھ کر قلعہ بنایا۔ اور بدانجام جماعت کے استیصال میں مشغول ہو گیا۔ اسی اثنا میں زین خان اور راجہ بیربل کے درمیان مخالفت ہو کر دشمنی کے شعلے بلند ہوئے اور جھگڑے کی گفتگو درمیان میں آئی۔ ہرچند زین خان نے چاہا کہ ایک جماعت کو قلعہ میں چھوڑ کر آگے بڑھے۔ راجہ اس بات پر راضی نہ ہوا اور طے پایا کہ جس راستے سے آئے ہیں لوٹ جائیں مجبوراً واپسی ہوئی راجہ پہلے آکر جو جگہ طے پائی تھی وہاں نہ اترا اور وہاں سے آگے کو روانہ ہو گیا۔ جن لوگوں نے اول پہنچ کر خیمے گاڑے تھے مجبوراً خیموں کے اکھاڑنے اور اسباب باندھنے میں مشغول ہو گئے۔ زین خان نے پیچھے سے آکر یہ صورت حالات دیکھی وہ بھی مجبوراً چل پڑا۔ افغانوں نے لشکر کی پریشانی دیکھ کر ہر طرف سے حملہ کر دیا اور عجیب شورش پھیلی۔ راستہ اسقدر تنگ تھا کہ دو سوار ایک دوسرے کے ساتھ برابر نہیں گزر سکتے تھے۔ ہاتھی گھوڑے اور آدمی ایک دوسرے پہ گرے جاتے تھے گویا نمونہ قیامت تھا۔ جب افغان ہر طرف سے حملہ کر کے غالب ہوئے تو زین خان نے ازراہ غیرت اور وفور شجاعت سے چاہا کہ اپنی جان آبرو پر نثار کرے لیکن خیر خواہوں نے روکا اور اس آشوب گاہ سے نکال لائے۔ اس درہ میں چند ہاتھی اور گھوڑے اور اونٹ اور آدمی ایک دوسرے کے اوپر گر پڑے اور گزرنے کا راستہ بند ہو گیا۔ ناچار زین خان پیادہ ہو گیا اور راستہ بھول گیا۔ ہزاروں دشواریوں سے منزل پر پہنچا اور بہت سے فوجیوں کو افغانی قید کر کے لے گئے اور اسقدر مال و اسباب ہاتھ آیا کہ اسکے اٹھانے سے عاجز تھے۔ اس دن کئی ہزار آدمی مارے گئے اور اس جھڑپ میں راجہ بیربل بلندی سے گر پڑا اور اسکا پیکر عنصری لوٹ گیا اور اکثر راجہ جیسے متعین اور دوسرے مشہور لوگ کام آئے۔ راجہ بیربل ہندی شاعری اور تیزی فہم اور جودت طبع و مزاج دانی اور خوش بیانی و سخن سنجی اور بذلہ گوئی میں بے نظیر تھا اور عجیب باتیں اور دل آویز نکتے جو باعث خوش طبعی ہیں اس وقت تک زبان زد روزگار ہیں۔ بلند ہمت رکھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کا ادنیٰ عطیہ پانسو مہر اور ہزار مہر تھا۔ چونکہ بزم خاص کے بزرگ مصاحبین اور انجمن اخلاص کے منتخب لوگوں میں سے تھا سہ ہزاری منصب رکھتا تھا اور جو قرب و منزلت اسکو اکبر کے ساتھ تھی کسی دوسرے کو میسر نہ تھی۔ اسکے مارے جانے سے محفل اکبر کا عیش منغص ہو گیا۔ اور بادشاہ کے دل پر اس سانحہ کا واقعہ گراں گزرا صفحہ ۹۲ اس خبر کو سنتے ہی بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور زور سے آہ دردناک کھینچی دو روز تک ضروری امور کی طرف توجہ کی اور کہا کہ ابتدائے

جلوس سے لے کر اسوقت تک کہ تیسواں سال ہے اسقدر دل پر غبار ملال نہیں بیٹھا تیسرے دن شاہزادہ سلطان مراد اور راجہ ٹوڈر مل کو بہت سے زبردست بہادروں کے ساتھ افغانان یوسف زئی کے قلع وقمع کے لئے مقرر کیا۔ چونکہ یہ خدمت شاہزادہ رفیع مکان کی شان کے مناسب نہ تھی دوسری منزل سے شاہزادہ نے موجب حکم مراجعت کی۔ راجہ ٹوڈر مل اس جماعت کی تخریب کے لئے مقرر کیا گیا اور راجہ مان سنگھ افغانوں کے استیصال کے لئے درہ خیبر تک پہنچا تھا اسکی رفاقت کے لئے مقرر ہوگیا۔ اور زین خان اور حکیم ابوالفتح کو حضور میں پہنچ کر چند روز تک سلام کی اجازت نہ ملی اور مورد عتاب رہے۔ آخر کار شاہزادہ کی سفارش سے ان کی خطائیں معاف ہوئیں اور باریاب ہوئے۔ ہر چند بیربل کی لاش کی حسب الحکم تلاش کی گئی ہاتھ نہ آئی۔ چونکہ اس سے بہت محبت کرتا تھا بہت افسوس کیا۔ اسی اثنا میں عبداللہ خان پادشاہ توران کا ایلچی میر قریش پہنچا۔ چونکہ بادشاہ کی طبیعت راجہ بیربل کے مرنے سے مکدر تھی ایلچی مذکور کو دو تین دن تک باریابی نہ ہوئی۔ چند روز بعد حضور میں پہنچ کر عبداللہ خان کا خط پیش کیا۔ میر قریش کو عمدہ انعام دے کر لوٹنے کی اجازت دی اور حکیم ابوالفتح کے بھائی حکیم ہمام کو میر قریش کے ہمراہ عبداللہ خان کے پاس سفارت کے لئے اور خواجہ محمدؐ کو تحائف و ہدایا کی تحویلداری اور میر صدر جہاں کو عبداللہ خان کے باپ سکندر خان کے انتقال کے متعلق پوچھنے کے لئے بھیجا۔ اس ملک کے امور کا انتظام کرنے اور سرکشان بدکردار کی تنبیہ کے بعد ساحل دریائے سندھ سے ہندوستان کو لوٹا۔ اور راجہ ٹوڈر مل کو دربار میں بلا کر راجہ مان سنگھ کو کابل میں مقرر کیا اور افغانان یوسف زئی کے استیصال کے لئے اسمٰعیل قلی متعین ہوا۔ اس نے واقعی اس جماعت کو ٹھیک کر دیا۔

ذکر دربیان رسیدن میرزا سلیمان والئ بدخشان درحضور پُرنور وتفرقۂ بدخشان

اسکا سلسلہ صاحبقران امیر تیمور گورگان تک پہنچتا ہے۔ بدخشان کی حکومت خود مختار رکھتا تھا۔ اور بارہا بدخشاں سے کابل پر لشکرکشی کی اور ہر مرتبہ شکست کھا کر چلا گیا۔ اسکا بیٹا ابراہیم میرزا شجاعت و دلاوری اور دانشوری میں یکتا تھا۔ مر گیا

صفحہ ۹۳

سلیمان میرزا کو اسوجہ سے کہ اس سے بہت محبت کرتا تھا اسکے مرنے سے صدمہ جانکاہ ہوا اور یہ رباعی اسکے حسب حال ہے۔

رباعی

(۱) اے لعل بدخشاں تو بدخشاں سے چلا گیا۔ اور خورشید درخشاں کے سایہ میں چلا گیا۔

(۲) دنیا میں تو سلیمان کی انگوٹھی کی مانند تھا۔ افسوس کہ سلیمان کے ہاتھ میں سے چلا گیا۔

ابراہیم میرزا کے مرنے کے بعد جب اسکا بیٹا شاہرخ میرزا بڑا ہوا۔ میرزا سلیمان کی اپنے پوتے شاہرخ میرزا سے زمینی اور جنگ کی نوبت آئی اور چند مرتبہ لڑائی ہوئی۔ آخر کار سلیمان میرزا شکست کھا کر کابل میں پہنچا۔ کچھ عرصہ محمد حکیم میرزا کے پاس جو اسوقت زندہ تھا گزار کر اکبر کے دربار میں التجا لایا۔ ہزار روپیہ نقد اور سامان سفر حضور سے مرحمت ہوا اور دلجوئی کا فرمان صادر ہوا۔ میرزا خاطر جمع ہو کر کابل سے روانہ ہوا۔ جب دارالسلطنت فتح پور کے نزدیک پہنچا حکم ہوا کہ امرائے کبار استقبال کے لئے جایئں اور نیز حکم کے موافق فیلان کوہ شکوہ سونے اور چاندی کی زنجیروں اور دیبا اور زربفت کی جھولوں میں آراستہ کر کے فتحپور سے تین کوس تک کھڑے کئے اور دو ہاتھیوں کے درمیان چیتوں کی گاڑیاں جن پر مخمل اور زربفت کے لباس سونے کی زنجیریں اور مرصع گلوبند تھے اور ہاتھیوں کے پیچھے دو رویہ عمدہ گھوڑوں کے سوار عمدہ لباس اور ساز کے ساتھ صفیں آراستہ کئے ہوئے تھے۔ اور انتظام کرنے والے نقیب مقرر کئے کہ کوئی صف سے باہر نہیں ہو سکتا تھا۔ اور شہر کے کوچوں میں جھاڑو دلوا کر اور چھڑکاو کرا کے صفائی کر دی۔ اور بازار کے رستوں کی دوکانوں کو سجایا اور طرح طرح کے کپڑوں سے ڈھکا۔ عام مخلوق شہر و نواح کوچہ و بازار محراب اور گنبد اور چھتوں پر تماشا دیکھنے کے لئے ڈٹے ہوئے تھے۔ بادشاہ خود شاہزادہ ہائے والاشان کے ساتھ بڑے جاہ و جلال سے ملاقات کے ارادہ سے شہر سے نکلا۔ جب قریب پہنچے اول سلیمان میرزا پیادہ ہو کر آداب بجا لایا اسکے بعد اکبر نیچے اتر کر میرزا سے بغلگیر ہوا اور مکان میں لا کر ضیافت و مہمانداری کی۔ اور تسخیر بدخشان کی کمک کی بشارت سے خوش کیا۔ چند روز کے بعد بنگالہ کی صوبہ داری تجویز ہوئی۔ میرزا نے قبول نہ کی اور مکہ معظمہ کے ارادہ کی اجازت لی۔ ستر ہزار روپیہ سفر خرچ ملا۔ میرزا حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اسی راستہ سے پھر بدخشاں پہنچا اور شاہ رخ میرزا سے جنگ کر کے شکست کھائی اور عبداللہ خان بادشاہ توران کے پاس پناہ لی۔ عبداللہ خان لالچی نے ان کا نفاق دیکھ کر لشکر بھیج کر شاہرخ میرزا سے ولایت بدخشاں نکال اپنے آدمیوں کے حوالے کر دی اور سلیمان میرزا اور شاہرخ میرزا دونوں محروم ہو کر کابل پہنچے۔

صفحہ ۹۴ — شعر

اتفاق سے دولت پیدا ہوتی اور نفاق سے مفلسی پیدا ہوتی ہے۔

اسوقت محمد حکیم میرزا زندہ تھا۔ چند موضع تومان لمغان میں سے بطور مدد معاش میرزا کے لئے مقرر کر دیے اور شاہرخ میرزا کابل میں قیام پسند نہ کر کے اکبر کے پاس پہنچ کر طرح طرح کی مہربانیوں کا مورد ہوا۔ کچھ دنوں بعد سلیمان میرزا بھی راجہ مان سنگھ کی وساطت سے اکبر کی خدمت میں پہنچا اور تین سال بعد مسافر ملک آخرت ہو گیا اگرچہ سلیمان میرزا نے کابل کے قیام میں محمد حکیم میرزا کی اعانت سے لشکر فراہم کر کے کئی مرتبہ بدخشاں پر حملہ کیا۔ لیکن کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ چونتیس سال جلوس میں محمد زمان نام شخص نے اپنے آپ کو شاہرخ میرزا کا بیٹا ظاہر کر کے

بدخشاں میں شورش کی گرد اڑائی اور اسکی عبداللہ خاں کے بیٹے عبدالمومن والی توران سے کئی مرتبہ جنگ ہوئی۔ اور پھر دفعۃً فتح کر کے بدخشاں پر قابض ہوگیا اور مدت تک اس ملک پر حکومت کی اور آخرکار عبداللہ خان نے بھاری لشکر متعین کر کے محمدؐ زمان کو بدخشاں سے نکالدیا۔ اور اس ملک کو قبضہ میں لے لیا۔ محمدؐ زمان بدخشان سے آکر کابل میں پہنچا۔ ظاہر الطور سے چاہتا تھا کہ حضور میں پہنچے مگر باطن میں فساد کا ارادہ رکھتا تھا۔ اسوقت قاسم خان کابل کا صوبہ دار حضور میں تھا۔ محمدؐ ہاشم قاسم خان کا بیٹا جو کابل میں باپ کا قائم مقام تھا اسکے ارادہ سے واقف ہوکر تھوڑی سی لڑائی میں اسکو گرفتار کرلیا۔ اسی اثنا میں قاسم خان حضور سے کابل میں پہنچا۔ محمدؐ زمان کی خاطر کر کے بڑی چاپلوسی کی لیکن اسکو نظر بند رکھتا تھا اور چاہتا تھا کہ حضور میں روانہ کر دے۔ محمدؐ زمان نے قابو پاکر قاسم خان کو قتل کردیا اور محمدؐ ہاشم کے مارنے کے درپے ہوا۔ وہ باپ کے قتل سے واقف ہوکر اپنے آدمیوں کو فراہم کر کے محمدؐ زمان کو اپنے باپ کے قصاص میں حسب سزا دے کر مار ڈالا اور تمام بدخشی جو کابل میں تھے علف تیغ بیدریغ ہوئے اور اس ملک سے محمدؐ زمان کی شورش اٹھ گئی اور بدخشاں میں عبدالمومن خان عبداللہ خاں کا بیٹا خود مختار حاکم ہوگیا۔ بدخشاں پر قبضہ کرنے کے بعد اکبر کے گھر میں رشتہ کی خواہش کر کے اسکی بیٹی کی منگنی کے لئے ایلچی بھیجا۔ جب ایلچی دریائے ٹبت سے گزرا کشتی دریا کے طوفان میں غرق ہوگئی اور وہ خط جو اس بارے میں لکھا تھا اکبر کی نظر سے نہ گزرا۔ لوگوں میں چرچا ہوا کہ اکبر کے اشارہ سے ہوا اور کیا تعجب ہے کہ اسی طرح واقع ہوا ہو۔ عبداللہ خان نے یہ خبر سنتے ہی ایک خط جس میں دلپذیر عذر تھے مولانا حسینی کی ہمراہی میں اکبر کو بھیجے۔ اگرچہ مولانا حسینی حضور میں پہنچنے کے بعد مرض استلا میں مبتلا ہوگیا لیکن عبداللہ خان کے خط کا جواب نہایت عمدہ طریقہ سے لکھ کر ارسال کیا اور دوستی کی بنیاد مضبوط کی۔

دربیان تسخیر ولائت کشمیر

صفحہ ۹۵ یوسف خان وہاں کا حاکم ہمیشہ اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کر کے عمدہ تحفے بھیجا کرتا تھا۔ تیسرے سال جلوس میں اپنے بیٹے یعقوب نامی کو بہت سے تحفوں کے ساتھ درگاہ والا میں بھیجا۔ وہ کچھ عرصہ حضور میں مقیم رہا۔ اس وحشت کی وجہ سے جو دل میں رکھتا تھا بے اجازت حضور سے بھاگ کر کشمیر چلا گیا جب یہ بات اکبر کو پہنچی ایک فرمان یوسف خان کے نام صادر ہوا کہ خیریت ذات اور امینت ولایت اسی میں ہے کہ خود آکر خدمت سے مشرف ہو یا اپنے بیٹے کو آستان والا پر بھیج دے اس نے زمیندارانہ عذر پیش کر کے عرضداشت بھیجی لہٰذا کشمیر کا ارادہ اکبر کے دل میں مصمم ہوگیا۔ شاہ رخ میرزا اور راجہ بھگونت داس اور شاہ قلی خان محرم اور دوسرے امراس خدمت پر مقرر ہوکر دولت خواہ رہنماؤں کی صلاح سے روانہ ہوئے اور بڑی سختی اور دشواری سے منزلیں طے کر کے کشمیر کے نزدیک پہنچے۔

یوسف نے اپنے آپ میں مقابلہ کی قوت نہ پاکر ارادہ کیا کہ امرائے پادشاہی سے ملاقات کرے لیکن کشمیریوں کے خوف سے نہ کر سکا۔ آخرکار میدان جنگ کے دیکھنے کے بہانہ سے نکل کر امرائے پادشاہی سے جا ملا۔ کشمیریوں نے یہ بات معلوم کر کے حسین چک کو حکومت پر بٹھا کر لڑائی کا ارادہ کیا۔ اس اثنا میں یعقوب پسر یوسف خان باپ سے جدا ہو گیا۔ کشمیری حسین چک کی ہمراہی چھوڑ کر یعقوب کے پاس جمع ہو گئے اور اسکو اسمٰعیل شاہ خطاب دے کر مورچے مضبوط کر کے لشکر پادشاہی سے لڑنے کے ارادہ سے صفیں آراستہ کیں۔ جب اکبر کو یہ خبر پہنچی تو ایک فرمان والاشان شاہرخ میرزا اور راجہ بھگونتداس کے نام صادر ہوا کہ اگرچہ یوسف خان نے ملاقات کی ہے لیکن جب تک کشمیر فتح نہ ہوگا لڑائی جھگڑے سے ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔ اسوجہ سے لشکر فیروزی اثر نے کمر ہمت باندھ کر کشمیر کی طرف بڑھا۔ جب قریب پہنچا تو سخت جنگ ہوئی۔ کشمیریوں نے مغلوب ہو کر ملاقات کی اور اکبر کے نام خطبہ و سکہ جاری ہوا اور زعفران اور ابریشم اور شکار کے جانور جو اس ملک کی مالگذاری کا خلاصہ ہیں سب کے سب سرکار والا کے لئے مقرر ہو گئے۔

ذکر سلاطین کشمیر

یوسف شاہرخ میرزا اور راجہ بھگونتداس کی وساطت سے قدسی آستان پر پہنچا اور خدمت حاصل کر کے مورد عنایات ہوا۔ تاریخ پڑھنے والوں پر پوشیدہ نہ رہے کہ ۷۱۵ ہجری میں شاہ میر جو اپنے آپ کو آل گرشاسپ بن نیکم جد میں سے بتاتا تھا۔ **صفحہ ۹۶** راجہ سہدیو کا جو ارجن پانڈوں کی نسل سے تھا نوکر ہو گیا۔ مدت دراز تک عمدہ خدمتیں بجا لا کر معتبر ہو گیا۔ جب راجہ سہدیو مر گیا اسکا بیٹا راجہ امین حکومت پر بیٹھا۔ شاہ میر نے ساہدیو سے مذکور کو وکیل سلطنت اور صاحب مدار بنایا اور اسکے دونوں بیٹوں کو جن کا نام جمشید اور علی شیر تھا آگے بڑھا کر کاموں میں دخیل بنایا اور شاہ میر کے دو بیٹے تھے ایک اشترانگ اور دوسرا ہنڈال۔ اور یہ دونوں دعویدار تھے۔ جب شاہ میر اور اسکے بڑے صاحب اعتبار ہو گئے تو اثر پیدا کر کے فوج اور رعیت کو اپنی طرف کر لیا اور بے وجہ راجہ سے رنجیدہ ہو گئے۔ اور راجہ نے ان کو اپنے گھر آنے سے منع کیا۔ شاہ میر اور اسکے بیٹے پورے غلبہ اور تسلط کی وجہ سے کشمیر کے تمام پرگنوں پر قابض ہو گئے۔ اور اکثر راجہ کے نوکروں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور روز بروز قوت اور طاقت بڑھتی گئی۔ اور راجہ برباد اور مغلوب ہو کر ۷۴۸ ہجری میں طبعی موت مر گیا۔ اسکی بیوی کوٹا دیوی اسکی قائم مقام ہونا چاہتی تھی کہ خود مختارانہ حکومت کرے اس نے شاہ میر کو پیغام بھیجا کہ ہمارے بیٹے حیدر کو حکومت کے لئے کھڑا کیجئے شاہ میر نے قبول نہ کیا۔ رانی نے اسپر چڑھائی کر کے جنگ کی۔ چونکہ خدا کی مرضی یوں واقع تھی کہ ہندوؤں کی حکومت منقطع ہو جائے اور دین اسلام رواج پائے اتفاقاً کوٹا دیوی جنگ میں مغلوب ہو کر شاہ میر کے لوگوں کے ہاتھ آئی اور مجبوراً اسلام قبول کر کے شاہ میر کے عقد نکاح میں آئی۔ اور شاہ میر نے مظفر و منصور ہو کر اس ولایت میں اپنے نام کا

سکہ وخطبہ جاری کر کے سلطان شمس الدین خطاب پایا۔ اور ۷۴۷ھ ہجری کے ابتدا سے وہاں اسلام رائج ہو گیا۔ اسکی سلطنت کی مدت تین سال اور چند ماہ۔ سلطان جمشید بن شمس الدین عرف شاہ میر اس ولایت کی حکومت پر باپ کے بعد بیٹھا۔ تین سال اور دو ماہ۔ سلطان شہاب الدین عرف میراشاتک بن شمس الدین آٹھ سال۔ سلطان قطب الدین عرف ہندال بن سلطان شمس الدین گیارہ سال پانچ مہینے۔ سلطان سکندر بت شکن عرف شیر شکا بن قطب الدین ۸۰۷ھ ہجری میں مسند فرمانروائی پر بیٹھا اور بتوں کو توڑنے اور بت خانوں کے ڈھانے میں بہت مشغول رہتا تھا۔ ایک مرتبہ مہادیو کے بت خانہ کو جو کشمیر کے قریب تھا گرا دیا اس میں ایک تختی نکلی جس پر ہندی خط میں لکھا تھا کہ گیارہ سو برس بعد سکندر نامی شخص اس بت خانہ کو گرائے گا۔ سلطان نے یہ بات معلوم کر کے بڑا افسوس کیا کہ کاش یہ لوح دروازہ پر رہتی اور میں اس بت خانہ کو نہ گراتا۔ اور بانی کا قول باطل ہو جاتا۔ المختصر سلطان بڑا متعصب تھا۔ اکثر برہمنوں کو بت خانے ڈھا کر جبریہ مسلمان کیا۔ صفحہ ۹۷ اور بتوں کے توڑنے کی وجہ سے اسکو سکندر بت شکن کہا کرتے تھے۔ جس وقت صاحبقران امیر تیمور گورگان نے ہندوستان میں نزول اقبال فرمایا تو سلطان کے لئے ایک ہاتھی بھیجا تھا۔ اس نے اپنی عزت کا سرمایہ سمجھ کر مراسم اطاعت و فرمانبرداری لائے۔ اور عمدہ تحفے روانہ کئے۔ مدت حکومت بائیس سال اور تین مہینے۔ سلطان علی شاہ عرف میران خان بن سکندر بت شکن باپ کے مرنے کے بعد مسند حکومت پر بیٹھا۔ اور اپنے بھائی شاہین خان کو مدار علیہ بنا کر اپنا وزیر مقرر کیا۔ کچھ عرصہ بعد شاہین خان کو ولیعہد بنا کر کشمیر میں چھوڑا اور راجہ جموں پر جو اسکا خسر تھا چڑھائی کی۔ روانہ ہونے کے بعد بعض لوگوں کے بہکانے سے اپنے بھائی کے ولیعہد بنانے سے پشیمان ہو کر لوٹ آیا۔ اور راجہ جموں کی مدد سے کشمیر میں پہنچ کر قابض ہو گیا اور شاہین خان اسکا بھائی کشمیر سے نکل کر سیالکوٹ پہنچا۔ اس زمانے میں جسرتھ کھوکھر صاحبقران کے خوف سے بھاگ کر پنجاب پہنچ گیا اور جبکہ علی شاہ ٹھٹھہ فتح کرنے کے بعد لوٹ کر کشمیر جا رہا تھا جسرتھ کو راستہ میں روک کر لڑائی کے بعد اسکو گرفتار کر کے مال و اسباب اور اشیا پر قبضہ کر لیا۔ شاہین خان نے سیالکوٹ پہنچنے کے بعد جسرتھ سے مل کر علی شاہ پر چڑھائی کی۔ علی شاہ نے بھاری لشکر کے ساتھ نکل کر زبردست جنگ کی اور طرفین سے بہت آدمی مارے گئے۔ بالآخر علی شاہ شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اسکی حکومت کا زمانہ چھ سال اور چند ماہ۔ سلطان زین العابدین عرف شاہین خان مظفر و منصور ہو کر مسند آرائے حکومت ہوا۔ اپنے بھائی محمد خان کو وزیر مقرر کیا۔ چونکہ عدالت پیشہ اور انصاف دوست تھا فوج اور رعایا خوش تھی۔ برہمن جو اسکے باپ سلطان سکندر کی حکومت کے زمانے میں جلاوطن ہو گئے تھے اسکے عہد میں واپس آ کر آباد ہو گئے۔ سلطان نے برہمنوں کو تاکید کی کہ جو کچھ تمہارا مذہب ہو اس پر عمل کرو۔ اور برہمنوں کی ایک جماعت جو سکندر کے زمانے میں بجبر و اکراہ مسلمان ہو گئی تھی پھر اپنے مذہب پر لوٹ آئے۔ بالآخر طبعی موت سے مر گیا۔ اسکی حکومت

کی مُدت اڑتالیس سال۔ سلطان حیدر عرف حاجی خان بن زین العابدین چار سال اور دو ماہ۔ سلطان حسین بن سلطان حیدر دو سال اور چند روز۔ سلطان محمدؐ شاہ بن سلطان حسین باپ کے بعد مسند آرائے حکومت ہوا۔ کچھ عرصہ بعد بعض امرا نے پرسرام راجہ جموں سے مل کر جو تاتار خان نائب سلطان بہلول لودی حاکم پنجاب کے خوف سے کشمیر چلا گیا تھا۔ سلطان کے وزیر کو مار ڈالا۔ سلطان نے تاتار خان سے کمک طلب کر کے خائنوں کو سزا دی۔ جب سلطان کی حکومت کو دس سال اور سات مہینے گزر گئے سلطان فتح شاہ بن آدم خان بن زین العابدین تاتار خان سے کمک لاکر سلطان محمدؐ شاہ سے جنگ کر کے فتح پائی۔ **صفحہ ۹۸** اور کشمیر کو قبضہ میں لاکر اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ سلطان محمدؐ شاہ شکست کھا کر ہندوستان آگیا۔ پھر نو سال بعد سلطان محمدؐ شاہ کشمیر میں پہنچ کر سلطان فتح شاہ پر فتح پا کر از سر نو حکومت پر بیٹھا۔ اور فتح شاہ ہندوستان کی جانب آیا۔ پھر بارہ سال بعد کشمیر میں پہنچ کر سلطان محمدؐ شاہ پر فتح پائی اور تین سال ایک مہینہ حکومت کی۔ اور سلطان محمدؐ شاہ نے پھر لشکر فراہم کر کے کشمیر کو تسخیر کر لیا۔ سلطان فتح شاہ لاہور کی طرف آکر وہیں زندگی کی امانت سپرد کر دی ۸۸۹ھ ہجری میں جب سلطان بہلول لودی نے رحلت کی اور اسکا بیٹا سلطان سکندر اورنگ آرائے ہندوستان ہوا۔ سلطان فتح شاہ کے نوکر سکندر خان پسر فتح شاہ کو کشمیر میں لاکر مدعی سلطنت ہوئے۔ آخر کار وہ شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ اسکے بعد ۹۱۳ھ ہجری میں ظہیر الدین محمدؐ بابر بادشاہ سے کمک لاکر پھر کشمیر پہنچا اور تھوڑے زمانہ میں قیاد ہو گیا۔ سلطان محمدؐ شاہ نے اسکو اندھا کر کے قید کر دیا۔ محمدؐ شاہ کی حکومت کا زمانہ اول مرتبہ دس سال سات مہینے اور دوسری مرتبہ بارہ سال اور ایک مہینہ اور تیسری مرتبہ گیارہ سال اور گیارہ مہینے اور بائیس دن کہ سب ملا کر چونتیس سال اور سات مہینے ہوتے ہیں۔ اور سلطان فتح شاہ کی مدت حکومت اول مرتبہ نو سال اور دوسری مرتبہ تین سال اور ایک مہینہ کہ سب ملا کر بارہ سال اور ایک مہینہ ہوتی ہے۔ اور دونوں کی سلطنت کی مدت چھیالیس سال اور آٹھ مہینے۔

سلطان ابراہیم خان بن سلطان محمدؐ شاہ باپ کے بعد مسند حکومت پر بیٹھا۔ پھر کچھ عرصہ بعد ابدال باکری جو اس صوبہ کے بڑے امیروں میں سے تھا سلطان سے رنجیدہ ہو کر بابر بادشاہ کی خدمت میں ہندوستان آکر ظاہر کیا کہ صوبہ کشمیر نہایت آسان طریقہ سے فتح ہو سکتا ہے۔ آخر کار بابر نے درخواست کے بموجب مدد مرحمت فرمائی اس نے کشمیر کے قریب پہنچ کر سلطان کو پیغام بھیجا کہ بادشاہی شوکت و سطوت اسقدر ہے کہ سلطان ابراہیم لودی بادشاہ ہندوستان کو ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ مٹی میں ملا دیا تیری کیا ہستی ہے؟ بہتر ہے کہ اطاعت قبول کر لے۔ اس نے قبول نہ کی اور لڑائی واقع ہوئی۔ سلطان معرکہ میں مارا گیا۔ ابدال باکری نے فتح و ظفر کے بعد اسکے بھائی نازک شاہ کو مسند حکومت پر بٹھایا۔ مدت حکومت آٹھ سال اور پانچ روز۔ سلطان نازک شاہ بن سلطان محمدؐ شاہ نے اپنے بھائی کے مارے جانے کے بعد ابدال باکری کی رائے سے حکومت پائی جب بابر بادشاہ

نے اس جہان سے کوچ کیا ہمایوں پادشاہ اورنگ آرائے سلطنت ہوا۔ کامران میرزا برادر ہمایوں پادشاہ نے پنجاب سے کشمیر پر لشکر کشی کی۔ اور لڑائی ہوکر کشمیری علف تیغ بیدریغ ہوئے۔ صفحہ ۹۹ اور کامران میرزا کی فوج کشمیریوں کا اکثر مال و اسباب لوٹ کر لوٹ آئیں۔ سنہ ۹۳۹ ہجری میں سلطان ابوسعید والی کاشغر نے اپنے بیٹے سکندر خان کو مع حیدر میرزا کاشغری بارہ ہزار سوار کے ساتھ کشمیر بھیجا اور تین مہینے تک کشمیر اور اسکے موضعوں کو لوٹا کھسوٹا اور قدیم عمارتیں گرادیں۔ اس صوبہ میں بڑی گڑبڑ پھیل گئی۔ اور اکثر آدمی مارے گئے۔ آخر کار سکندر صلح کر کے لوٹ گیا۔ اور کچھ دنوں بعد سلطان نازک شاہ کی زندگی کا زمانہ ختم ہوگیا۔ مدت حکومت پندرہ سال۔ سلطان شمس الدین بن نازک شاہ کی حکومت کا زمانہ معلوم نہیں۔ سلطان نازک شاہ بن شمس الدین بن نازک شاہ چھ مہینے۔ میرزا حیدر کاشغری بابر بادشاہ کا ماموں زاد بھائی کاشغر سے ہمایوں پادشاہ کی ملازمت میں آگرہ آگیا تھا۔ جسوقت ہمایوں شیرشاہ سے شکست کھاکر لاہور پہنچا۔ حیدر میرزا نے ابدال ماکری اور حاجی چک اور رنگی چک اور دوسرے امرائے کشمیر کی تحریک سے ہمایوں سے اجازت لے کر سنہ ۹۴۸ ہجری میں کشمیر جاکر قبضہ کر لیا اور اول کشمیریوں کی صلاح سے نازک شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ بحال رکھا۔ جب ہمایوں عراق سے لوٹ کر قندھار اور کابل فتح کر لیا تو حیدر میرزا نے حسن اخلاص کی وجہ سے جو ہمایوں کے ساتھ تھا اسکے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا۔ ایک مرتبہ شیرشاہ نے کشمیر پر فوج بھیجی۔ لڑائی کے بعد حیدر میرزا کے لشکر سے شکست کھاکر لوٹ گئی۔ جب حیدر میرزا اس صوبہ میں غلبہ پاکر خود مختارانہ حکومت کرتا تھا کشمیریوں کو مغلوب رکھ کر نگاہ میں نہیں لاتا تھا۔ اور بعض کشمیریوں نے جن کی سرشت میں مکر و فریب ہے مکر و حیلہ سے دوستی کے لباس میں دشمنی کر کے میرزا کے لشکر کو تتر بتر کیا اور رات کو ہر طرف متفرق کر دیا اور آپس میں اتفاق کر کے میرزا پر شبخون مارا۔ اس مار پیٹ میں میرزا کے ایک تیر لگا اور ختم ہوگیا۔ مدت حکومت دس سال۔ سلطان نازک دوسری مرتبہ مسند آرائے حکومت ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں میں عوارض جسمانی سے اسکی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ مدت حکومت دو ماہ۔ سلطان ابراہیم شاہ بن محمد شاہ برادر نازک شاہ پانچ مہینے۔ سلطان اسمٰعیل شاہ برادر ابراہیم شاہ کو سنہ ۹۵۹ ہجری میں سلطنت ملی۔ اگرچہ حکومت اس کے نام پر تھی لیکن غازی خان چک غلبہ رکھتا تھا۔ ایام حکومت دو سال۔ سلطان حبیب شاہ بن شاہ اسمٰعیل شاہ باپ کے بعد مسند حکومت پر بیٹھا۔ غازی خان چک نے اپنے غلبہ کی وجہ سے جو اسے حاصل تھا گوشہ میں بٹھادیا اور خود حکومت کا جھنڈا بلند کیا۔ ایام حبیب شاہ دو سال اور چند ماہ۔ سلطان غازی شاہ عرف غازی خان چک سنہ ۹۶۴ ہجری میں اپنے نام کا سکہ و خطبہ کیا۔ چار سال اور چند ماہ۔ صفحہ ۱۰۰ سلطان حسین خان برادر غازی چونکہ غازی شاہ کو جذام کی بیماری ہوگئی اسکا بھائی غالب آیا اور اسکے بیٹوں کو اندھا کر کے مسند نشین حکومت ہوا۔ غازی اس درد سے تیلے کے آزار اندرونی کا ضمیمہ تھام گیا۔ حسین خان نے اپنی بیٹی کو تحفوں اور ہدایوں کے ساتھ اکبر کی خدمت میں بھیجا۔

مولانا کمال جو اس زمانہ میں فضیلت اور درویشی میں مشہور تھے حسین خان کی حکومت کے زمانے میں کشمیر سے نکل کر سیالکوٹ پہنچے۔ اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ایام حکومت حسین خان دس سال اور چند ماہ۔ سلطان علی شاہ برادر حسین خان اپنے بھائی کے بعد اس صوبہ کا حاکم ہو گیا اور سکہ و خطبہ اکبر کے نام کا کر دیا۔ اور از دیاد اتحاد اور سد عناد کی امید میں اسکے بیٹے نے اپنی لڑکی شاہزادہ سلیم کی خدمت میں ہدیوں اور تحفوں کے ساتھ بھیجی۔ اور اظہار ارادت و بندگی کیا۔ کچھ دنوں بعد پولو کے میدان میں گھوڑے سے گر کر زندگی کی گیند کو آخرت کے جولانگاہ میں لے گیا۔ مدت حکومت نو سال۔ سلطان یوسف شاہ بن علی شاہ باپ کے بعد مسند آرائے حکومت ہوا۔ تھوڑے دنوں بعد سید مبارک خان جو اس صوبہ کے بڑے امیروں میں سے تھا غالب ہو کر مسند حکومت پر بیٹھا۔ یوسف شاہ اس سے بھاگ کر جموں کے راستہ سے میرزا یوسف خان حاکم پنجاب کے پاس چلا گیا۔ اور میرزا اور راجہ مان سنگھ کے ساتھ فتحپور میں اکبر کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ اور سنہ ۹۸۷ ہجری میں میرزا یوسف خان اور راجہ مان سنگھ اسکی کمک کے لئے مقرر ہوئے۔ اور وہ امرائے پادشاہی کے ساتھ کشمیر پہنچ کر تھوڑی سی لڑائی میں فتح کر کے خود مختار حکومت پائی اور امرائے پادشاہی کو رخصت کیا۔ سنہ ۹۸۹ ہجری اکبر پادشاہ نے کابل سے لوٹتے وقت جلال آباد سے ایلچی متعین کر کے ایک فرمان یوسف خان کے نام جاری کیا۔ اس نے فرمان گیتی مطاع کے استقبال میں سعادت اندوز ہو کر اپنے بیٹے حیدر خان عرف یعقوب کو تحفے اور ہدیوں کے ساتھ درگاہ آسمان جاہ میں بھیج دیا۔ اسکا بیٹا ایک سال حضور والا میں رہ کر بغیر اجازت لئے کشمیر کو بھاگ گیا۔ جب خبر عرض مقدس میں پہنچی تو میرزا شاہرخ اور شاہ قلی خان محرم اور راجہ بھگونت داس جیسا کہ گزرا کشمیر کی تسخیر کے لئے مقرر ہوئے۔ یوسف خان عاجز ہو کر امرائے پادشاہی کے ہمراہ حضور پرنور میں پہنچا اور سنہ ۹۹۳ ہجری سے صوبہ کشمیر داخل ممالک محروسہ ہو گیا۔ مدت حکومت یوسف خان آٹھ سال۔ یوسف خان کے درگاہ والا میں پہنچنے کے بعد اس کا بیٹا کشمیر رہ کر اطاعت مراسم جیسا کہ چاہئے بجا لاتا رہا۔ اسکے استیصال کے لئے قاسم خان دیگر امرا کے ساتھ متعین ہو کر کابل کے راستہ سے چلا۔ اس نواح میں ایک تالاب ہے کہ جب اسجگہ نقارہ اور نفیری کی آواز بلند ہوتی ہے تو زبردست بارش اور برف پڑنے لگتی ہے۔ **صفحہ ۱۰۱** لشکر کے اترتے وقت جب نقارہ کی آواز بلند ہوئی تو برف اور بارش اور اولے برسنے لگے۔ اور فوجیوں کو سردی کی تکلیف پہنچی اور بہت سے جاندار تلف ہو گئے۔ اس بات کے واقع ہونے سے کشمیری جو آمادہ جنگ تھے غالب آ گئے۔ اور پادشاہی لشکر پریشان ہو گیا۔ اس حالت میں قاسم خان اپنے آپ کو ٹھیک کر کے آگے بڑھا۔ یعقوب قاسم خان کی دلیری سے ڈر کر جنگ کی تاب نہ لایا اور کشتوار کی طرف بھاگ گیا اور شمس چک کو جو قید میں تھا آزاد کر لیا۔ کشمیریوں نے یعقوب کے جانے کے بعد شمس مذکور کو حکومت کے لئے کھڑا کر کے آمادہ جنگ ہو گیا اور کوتل پر لڑائی ہوئی۔ اقبال پادشاہی سے قاسم خان فتح یاب ہوا اور شہر سری نگر میں جو کشمیر کا دار السلطنت ہے آکر اکبر کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ کچھ عرصہ بعد کشمیریوں نے یعقوب کو کشتوار سے

لاکر سری نگر میں قاسم خان پر شبخون مارا۔ بہادران لشکر نے پائے ہمت جما کر مردانہ وار جنگ کی۔ غنیم تاب نہ لاکر بے نیل مرام بھاگ کھڑا ہوا۔ دوسری دفعہ پھر یعقوب کشمیریوں سے مل کر پہاڑ کے دروں سے نکل کر شورش کا باعث ہوا اور ناگہاں شبخون مار کے اسی طریقہ سے لوٹ گیا۔ جب یعقوب مایوس و ناکام ہوگیا اور کوئی کارروائی نہ چلی تو اکثر امرائے کشمیری آکر قاسم خان سے ملے۔ اور خان نے اس جماعت کی دلجوئی کر کے حضور میں بھیج دیا۔ وہ لوگ حضور کی دولت حاصل کرنے کے بعد مشمول عنایات ہوئے اور یعقوب پھر شمس چک کے ساتھ مل کر پہاڑ سے نکل کر کئی مرتبہ قاسم خان سے لڑا۔ جب قاسم خان متواتر لڑائیوں سے تنگ آگیا تو اس نے دربار سے مدد اور اعانت مانگی۔ میرزا یوسف خان کشمیر کا صوبہ دار مقرر ہوگیا اور حکم ہوا کہ جب میرزا یوسف اس صوبہ کے نظم ونسق سے خاطر جمع ہو جائے اور فتنہ و فساد کی بنیاد اکھڑ جائے تو قاسم خان جلد قدسی آستان پر آجائے۔ میرزا یوسف خان بڑی عجلت سے کشمیر پہنچا اور اپنی پیدائشی شجاعت اور دانش سے وہاں کا نظم و نسق ٹھیک کر دیا اور شمس چک نے نادم ہو کر میرزا کی ملازمت اختیار کر لی اور میرزا نے اسکی دلجوئی کر کے درگاہ والا میں بھیج دیا۔ اور اس ملک سے شورش رفع ہوگئی۔ اور قاسم خان میرزا کی اجازت سے حضور میں پہنچ کر کابل کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ اور جیسا کہ لکھا جا چکا ہے آخر کار محمد زمان میرزا کے ہاتھ سے کابل میں قتل ہوا۔

ذکر نہضت اکبر پادشاہ بسیر کشمیر

صفحہ ۱۰۲ چونتیسویں سال جلوس میں اکبر پادشاہ کشمیر کی سیر کے لئے متوجہ ہوا۔ کشمیر کے راستہ کی دشواری بلند پہاڑوں اور خطرناک دروں اور دشوار گزار ٹیلوں اور گھنے جنگلوں اور کثرت اشجار اور سختی سنگ لاخ اور راستوں کی تنگی کی وجہ سے اس حد تک ہے کہ مشکل سے خیال آتا ہے۔ اثنائے راہ میں رتن پنجال اور پیری پل ایسے پہاڑ ہیں۔ جو انتہائی بلندی میں آسمان تک سر اٹھائے ہوئے ہیں اور انتہائی رفعت سے اوج آسمان تک پہنچ گئے ہیں۔ ان کے اوپر عالم بالا کا تماشا دیکھا جا سکتا ہے اور فرشتوں کے معبدوں کی آواز سنی جا سکتی ہے۔ وہاں کے باشندے آسمان والوں کو اپنے پڑوس میں دیکھتے ہیں اور وہاں کے پرندے خوشہ پروین سے دانہ کھاتے ہیں۔ فرمان واجب الاطاعت کے موجب کئی ہزار قوی دست سنگتراش اور تیز دست تبر دار پتھروں کے اکھاڑنے اور درختوں کے کاٹنے میں ید بیضا دکھا کر ان راستوں کو آراستہ کرتے تھے اور لاہور سے کشمیر تک ستانوے جریب نکلا۔ اکبر نے قطع مراحل و منازل کے بعد خطۂ دلکشائے کشمیر میں نزول اقبال فرمایا۔ اور وہاں کی سیر گاہوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا فی الحقیقت کشمیر تعریف و توصیف سے مستغنی ہے۔ اور کوئی عیب سوائے کشمیریوں کے نہیں رکھتا ہے۔

نظم

(۱) کشمیر کیا ہے! انتخاب ہفت کشور ہے۔ آب کوثر نے اسکی خاک کی قسم کھائی ہے

(۲) کشمیر کیا ہے! باغ و بوستان کی رونق ہے۔ سینکڑوں گلستان اسکے ہر درخت کے اسیر ہیں

(۳) اسکی سطح کو جتنا تم غور سے دیکھو گے تم کو سوئے بہتے آب زمرد کے کچھ نہ دکھائی دے گا۔

(۴) اس باغ میں خندۂ گل کے جوش کی وجہ سے کان میں بلبل کی آواز نہیں آتی

دریائے بہت جو شہر اور بازار کے درمیان میں جاری ہے عجیب تماشوں میں سے ہے۔ اسکے اطراف میں دلکشا عمارتیں۔ ڈل کے بیچ میں کھیت اور باغ ہیں۔ غرض کہ جو خوبی چاہئے موجود ہے۔ لیکن کشمیری نہایت بدمعاش اور بدتر حالت میں رہتے ہیں۔ ان کی دائمی غذا خشکہ نرم بے نمک کا ہے۔ گرم چاول کھانے کی رسم نہیں۔ رات کو چاول پکا رکھتے ہیں اور دوسرے دن کھاتے ہیں اور ان کا لباس اونی کرتا ہے جسے پٹو کہتے ہیں۔ بے دھلا جولاہے کے گھر سے لاتے ہیں اور اسکو سی کر پہنتے ہیں۔ جب تک پھٹتا نہیں پانی میں نہیں جاتا اور جسم سے نہیں اترتا۔ **شعر**

ان کی فطرت میں نفاق ایسا ہے جیسا بچھو میں ڈنگ اور ان کا پیدائشی نزاع ایسا ہے جیسا سانپ کے لئے زہر لازم ہے۔ **صفحہ ۱۰۳**

المختصر اکبر کشمیر کی سیر سے نہایت خوش ہوا اور وہیں عید رمضان المبارک کی۔ اسی دن وہاں کے حاکم میرزا یوسف کی سفارش سے اُس کے بیٹے یعقوب خان کے قصور معاف کر کے اپنی جوتیاں مرحمت کیں اس نے اپنی عزت جان کر جوتیوں کو سر سے باندھ لیا اور دربار میں پہنچ کر مورد عنایات ہوا۔ اکبر سیر کے بعد پکھلی اور دھنتور کے راستہ سے جو بہت دشوار گذار ہیں تمام لاؤ لشکر کے ساتھ قطع منازل کرتا حسن ابدال میں پہنچا۔ اسی دن میر فتح اللہ شیرازی اور اسکے بعد حکیم ابوالفتح گیلانی جو بادشاہ کے مقرب تھے دنیا سے چل بسے۔ اور دونوں حسن ابدال میں مدفون ہوئے۔ اس جگہ کچھ دنوں رایات اقبال نے قیام کر کے باغ دلکشا کی بنیاد رکھی اور وہاں سے کوچ کر کے کابل کے خطۂ فرح افزا میں نزول اجلال فرمایا۔ وہاں کے صوبہ دار قاسم خان نے جو اسوقت زندہ تھا۔ حکم اعلیٰ کے بموجب شہر کے متصل گذرگاہ میں جہاں ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ اور ہندال میرزا مدفون ہیں عمدہ عمارتیں اور باغ بنایا۔ جب کابل کی رعایا کی پریشان حالی کان میں پہنچی تو حکم ہوا کہ آٹھ سال تک خراج مقررہ کا آٹھواں حصہ معاف کر کے بقیہ وصول کرتے رہیں۔ اور کابل میں سیر و شکار کرنے کے بعد ہندوستان کو لوٹا۔ اتفاق سے منزل ڈھکہ میں اکبر گھوڑے سے گر پڑا اور اسکے رخسارہ میں چوٹ آئی۔ چھ دن تک صاحب فراش رہا صحت ہونے کے بعد وہاں سے روانہ ہوا۔ رہتاس میں پہنچنے کے بعد فیل بحابر پر جو جوش مستی میں تھا سوار ہو رہا تھا اس سے پیشتر کہ رسی میں پاؤں جمے فیل مذکور ہتھنی کے پیچھے دوڑا اکبر زمین پر گر کر کچھ دیر بیہوش پڑا رہا۔ دیر کے بعد ہوش

آیا۔ بظاہر معمولی سی چوٹ اندر آئی تھی احتیاط کی بنا پر حکیموں کی صلاح سے دائیں ہاتھ کی رگ ہفت اندام کھولی گئی۔ اور تھوڑی مدت میں تندرست ہو گیا۔ اس حادثہ کے گزرنے پر اطراف ممالک میں بری خبریں مشہور ہو گئیں اور بڑی شورش پھیل گئی اور رعیت نے مالگذاری دینی بند کر دی اور ملکوں کے انتظام میں خلل واقع ہوا۔ جب لاہور میں کیمپ ہوا تو یہ شورش فرو ہوئی۔ اور راستے جن میں بدامنی پھیل گئی تھی پُرامن ہو گئے۔ اسی زمانے میں چاندنی رات میں لڑائی کا تماشا دیکھ رہا تھا اتفاقاً ہرن اپنے دشمن کو چھوڑ کر دوڑا اور اپنا سینگ اکبر کی دونوں رانوں میں مارا۔ زخمی ہو کر مجروح ہو گیا۔ اور درد زیادہ ہو گیا۔ شیخ ابوالفضل اور مقرب خان معروف بشیخ بھینا کے مشورہ سے جراح معالجہ میں مشغول ہوا۔
ایک مہینہ سات دن بعد صحت ہوئی۔ شیخ ابوالفضل اور مقرب خان جنہوں نے اس زمانے میں بڑی خدمت کی تھی مورد عنایات ہوئے۔

در بیان حال راجہ ٹوڈر مل و رحلت او

صفحہ ۱۰۴ رایات عالیات کے کشمیر جانے کے وقت اجازت لے کر لاہور میں رہتا تھا۔ جسمانی بیماریوں سے مر گیا۔ کابل سے لوٹتے وقت اثنائے راہ میں اسکی رحلت کی خبر ملی۔ چونکہ مزاج شناس وزیر اعظم اور سپہ سالار تھا اس کے مرنے سے بہت افسوس ہوا۔ ٹوڈر مل بچہ تھا جب اسکا باپ مرا۔ اسکی بیوہ ماں نہائیت تنگدست اور مفلس تھی۔ بڑی محنت سے اسکو پالا لیکن بچپن ہی میں آثار رشد و کاردانی اور علامات طالعمندی و بخت بلندی اسکے حال کی پیشانی سے چمکتے تھے۔ تقدیر سے سرکار پادشاہی کے محرروں کے جرگہ میں نوکر ہو گیا۔ زیادتی عقل اور کارگزاری کی وجہ سے روز بروز مرتبہ بلند ہوتا گیا۔ جیسا کہ صاحب تدبیر و قلم تھا صاحب کوس و علم بھی ہو گیا اور اکثر جنگوں میں زبردست حملے اور مردانہ لڑائیاں لڑیں۔ اور اسکی مردانگی اور دلاوری بادشاہ کے دل میں نقش ہو گئی۔ ملک گجرات اور بنگالہ میں بڑی بڑی لڑائیاں لڑ کے فتح یاب ہوا۔ رفتہ رفتہ وزارت کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا اور چھبیسویں سال جلوس میں وزیر اعظم ہو گیا۔ دیانت دار۔ سیر چشم۔ تونگر دل۔ ہوشیار مغز۔ پرہیزگار۔ نیک عادت تھا۔ درست فکر اور بلند ہمت رکھتا تھا۔ اپنے بیگانہ سے یک جہت اور دوست دشمن سے یکساں برتاؤ رکھتا تھا۔ آداب شناس سلطنت اور راز دار مملکت اور حساب کی باریکیوں اور تحریر لکھنے میں بے نظیر تھا۔ اس سے پہلے ممالک ہند میں متصدی (اکونٹنٹ) ہندوؤں کے قاعدہ کے موافق بہی کھاتہ لکھا کرتے تھے راجہ ٹوڈر مل نے ایران کے محرروں سے ضوابط اخذ کر کے بہی کھاتوں کو ولایت کے طریقہ پر درست کیا۔ اسوقت تک اہل قلم اسکے مطابق عمل کرتے ہیں۔ تمام اراضی ممالک محروسہ کی انتہائی حد تک پیمائش کی گئی۔ ہر گاؤں کا رقبہ گاؤں سے نکال کر ہر ایک کی جمعبندی قرار پا کر صوبوں کی حدیں معین ہو گئیں فی روپیہ چالیس دام قرار پا کر کتاب میں لکھے گئے اور ہر کرور دام پر ایک عامل مقرر ہوا جس کا نام عرف میں

کمزوری ہوا۔ اور نیز داغ اسپ شاہی امرا اور منصبداروں اور احدیوں کے درمیان قرار پایا تاکہ پادشاہ کا نوکر چند آدمیوں کے پاس نوکر نہ ہو سکے۔ اور نوکری میں خیانت کا موقع نہ رہے۔ اور منصبداروں اور احدیوں کو بھی عذر کی گنجائش نہ ہو۔ ہر سال گھوڑوں کی جانچ کے لئے قاعدہ داغ اسپ مقرر کیا تاکہ شبہہ نہ رہے۔ زمان سابق میں سلطان علاؤالدین خلجی اور اسکے بعد شیر شاہ نے داغ اسپ مقرر کیا تھا مگر رواج نہ پایا۔ اکبر کے عہد میں جیسا کہ چاہیے رائج ہو گیا۔ اور نیز پادشاہ نے اپنے نوکروں کے سات حصے کئے اور ہر روز کی چوکی مقرر کی۔ صفحہ ۱۰۵ اور سات چوکیاں بنائیں اور ہر چوکی کے لئے علیحدہ چوکی نویس مقرر کیا کہ ہر ایک اپنی باری میں لوگوں کا خیال رکھیں گے اور غیر حاضر ہونے کا موقع نہ دیں گے۔ اور ہر ہفتہ کے ہر دن کے لئے سات واقعہ نویس مقرر ہوئے تاکہ حضور کے احکام کو ضبط کر کے ایک جداگانہ کتاب رکھیں تاکہ ضرورت کے وقت معلوم ہو سکے کہ فلاں روز اور فلاں تاریخ کو یہ حکم صادر ہوا تھا۔ اور بہت سے غلام زر خرید اور غیر زر خرید کو جو دارالحرب سے آئے اور پادشاہ کی خدمت میں مقیم تھے ان کو آزاد کر کے چیلہ کے خطاب سے روشناس کرایا اور کہتا تھا کہ خدا کے بندوں کو اپنا بندہ بنانا مناسب نہیں ہے۔ راجہ ٹوڈرمل کے مرنے کے بعد عبدالرحیم خان خانخانان وکالت کے منصب والا سے سرفراز ہوا۔ اس اپنی فراست اور تجربہ سے احکام وزارت اور امور وکالت کو عمدہ طریقہ سے جاری کر کے اس کام کو رونق بخشنے والا اور مورد تحسین بادشاہ ہوا۔

نہضت موکب مقدس مرتبہ دوم بسیر کشمیر

سینتیسویں سال جلوس والا میں پھر اکبر کے دل میں گلگشت کشمیر کی سیر کا ارادہ ہوا۔ اور ناگہاں عین برسات میں لاہور سے کوچ کیا۔ اور دریائے راوی کو عبور کرتے وقت پادشاہ کی زبان پر آیا کہ یہ شعر کس گنجے کی نسبت کہا ہے۔ شعر

کلاہ خسروی اور تاج شاہی ہر گنجے کو کب میسر آتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اتفاقاً انہی روزوں یادگار میرزا یوسف خان کا چچازاد بھائی کشمیر میں باعث شورش ہو رہا تھا۔ اس بات کی حضور میں مطلق اطلاع نہ تھی۔ شورش کی وجہ یہ تھی کہ قاضی نوراللہ کو محال کشمیر کی جمع تشخیص کرنے کے لئے حضور سے بھیجا تھا۔ جب کشمیریوں نے دیکھا کہ تغلب (غبن) ظاہر ہوتا ہے اور جمع زیادہ ہو گئی ہے اور اس معاملہ میں خلل ڈالنے کے لئے یادگار میرزا کو جسے میرزا یوسف خان دربار میں جاتے وقت کشمیر میں چھوڑ گیا تھا بہکا کر مرتکب فساد ہوئے اور اسکے ذہن نشین کیا کہ بوجہ راستہ کی دشواریوں کے ایسی جگہ ہے کہ ایک دم افواج بادشاہی کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس بدبخت نے ان بیہودہ باتوں پر مغرور ہو کر اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ جب شاہی لشکر دریائے چناب کے کنارے پہنچا تو شورش کی خبر بیان کی گئی۔ اور پادشاہ کی

زبان پر گزرا۔ **شعر**

حاسد ولد الزنا ہے۔ اور میں وہ ہوں کہ میرا طالع ستارہ یمانی کی طرح ولدالزنا کش واقع ہوا ہے۔
(ولدالزنا حشرات الارض کو کہتے ہیں۔ جب سہیل یمن طلوع ہوتا ہے تو کیڑے مکوڑے مرجاتے ہیں ۔
مطلب شعر یہ ہے۔ کہ میں جب ستارہ یمانی کی طرح طلوع ہوتا ہوں۔ تو حاسد جو ولدالزنا (حرامزادہ) ہے مرجاتا ہے)۔

صفحہ ۱۰۶ چونکہ یادگار میرزا ایک بازاری عورت نقرہ نامی کے شکم سے تھا جو ہر روز ایک نئے گھر اور ہر رات ایک نئی جگہ بسر کرتی تھی فرمایا کہ وہ رنڈی بچہ سہیل کے نکلتے ہی مار ڈالا جائے گا۔ ان دنوں میرزا یوسف خان حضور میں تھا مزید احتیاط کی وجہ سے اس کو شیخ ابوالفضل کے حوالہ کر دیا تاکہ قید میں محفوظ رکھے جب اسکی بے گناہی کان میں پہنچی چند روز بعد خلاصی پائی۔ شیخ ابوالفضل نے ان دنوں دیوان حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ سے فال نکالی۔ صفحہ کے شروع میں یہ شعر تھا۔ **شعر**

وہ خوشخبری دینے والا کہاں ہے۔ جس نے اس فتح کی خوشخبری دی تاکہ میں اس کے قدموں میں سونے چاندی کی طرح جان نثار کروں۔

دونوں کی عجیب باتوں میں سے یہ ہے۔ کہ جب یادگار نے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا اسکو جاڑا بخار آگیا۔ اور ٹھپہ کن کی آنکھ کی پتلی میں جو اسکی مہر کھود رہا تھا فولاد کا ریزہ جا پڑا۔ جب یادگار نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا تو لشکر آراستہ کر کے کوہ کوتل پر پادشاہی نوکروں کے ساتھ جو وہاں تھے آمادہ جنگ ہوا۔ اور معمولی لڑائی میں بھاگ گیا۔ بیرپور میں میرزا یوسف خان کے آدمیوں نے جو مجبوری کی وجہ سے اسکے ساتھی ہو گئے تھے۔ آدھی رات موقع پاکر اسپر حملہ کیا۔ وہ خیمہ سے بھاگ نکلا۔ آخرکار وہ بدسرشت میرزا یوسف خان کے آدمیوں کے ہاتھ گرفتار ہوگیا۔ انہوں نے اسکا سر تن سے جدا کر دیا۔ اور منزل ہیرپور میں اس بدانجام کا سر حضور اکبر میں پہنچا۔ جیسا کہ بادشاہ کی زبان سے نکلا تھا شخص سہیل کے نکلتے ہی جسے ستارہ یمانی کہتے ہیں اسکے ہاتھ سے وہ ناعاقبت اندیش مارا گیا۔ اور کشمیری جو اسکے ساتھی تھے اپنے اعمال کی سزا کو پہنچے اور اس ملک سے شورش دور ہوئی۔

الغرض اکبر نے بعد قطع مراحل خطہ کشمیر میں نزول اقبال فرمایا۔ منازل دلکشا سے اور اس ملک کی مقررہ سیرگاہوں سے اور زعفران زار کی گلگشت سے جو اس زمین کا خلاصہ واقع ہوئے ہیں اور دریائے ڈل کی کشتیوں کے چراغاں سے جو شہر کشمیر کے نیچے واقع ہے بڑی لذت اور مسرت اٹھا کر ہندوستان کو لوٹا۔ اور شاہزادہ کے التماس کے بموجب کشمیر کی صوبہ داری قدیم کے موافق میرزا یوسف خان کے لئے بحال ہوئی اور صوبہ کشمیر کی جمعبندی اکتیس لاکھ گدھے کا بوجھ ہے۔

نہضت موکب والا بسیر کشمیر مرتبہ سوم

بیالیسویں سال میں کشمیر کی سیر کیلئے کوچ کیا۔ ایک شخص عنور کے آدمیوں میں سے کشمیر میں ظاہر ہوا جو اپنے آپکو عمر شیخ میرزا پسر سلیمان میرزا بتا کر شورش کا باعث ہوا تھا۔ محمد قلی کے لوگوں نے اسکو گرفتار کر کے منزل آباد میں لاکر پادشاہ کے روبرو کیا اور وہیں سزا کو پہنچا۔ **صفحہ ۱۰۱** دریائے چناب کو عبور کرنے کے بعد ضلع سیالکوٹ کی رعایا نے محمد بیگ کروری کے ظلم سے فریاد کی اسکو عمال ستمگار جفا پیشہ کی عبرت کے لئے پھانسی دیدیا۔ جب وہاں سے کوچ کیا اور خطہ دلکشائے کشمیر میں نزول اقبال فرمایا تو تمام دن وہاں عیش و عشرت میں گزارے اور ڈل میں چراغاں ترتیب دیکر دو ہزار کشتیاں طرح طرح کی شمعوں اور چراغوں سے آراستہ کر کے پانی میں چھوڑ دیں۔ نیز دولت خانہ پادشاہی پر اور پانی کے کنارے اور عمارتوں اور پیڑوں پر دولت خانہ کے سامنے چراغاں کیا۔ سیر و شکار کے بعد جاڑوں کے شروع میں کوچ کر کے دار الملک لاہور میں نزول فرمایا۔

ذکر در بیان تسخیر ولایت اوڈیسہ

اس صوبہ پر قتلو کا قبضہ تھا۔ جب وہ طبعی موت سے مر گیا تو افغانوں نے مل کر اسکے بیٹے کو سردار بنا کر اسکی متابعت قبول کرلی۔ حسب الحکم راجہ مان سنگھ اس صوبہ کی تسخیر کے لئے گیا۔ افغانوں نے کئی مرتبہ جنگ کی۔ بالآخر عاجز ہو کر قتلو کے مرنے اور اسکے بیٹے کے مسند حکومت پر بیٹھنے کے بعد راجہ مان سنگھ سے صلح کر کے اکبر کے نام کا خطبہ و سکہ مقرر کر کے جگناتھ کو داخل ممالک محروسہ اور ڈیڑھ سو ہاتھی اور اس ملک کے دوسرے نفائس راجہ مان سنگھ کے حوالے کئے کہ درگاہ مقدس میں بھیج دے۔ اور سینتیسویں سال جلوس والا مطابق سنہ ۱۰۰۰ ہجری میں ملک اوڈیسہ جو ساحل دریائے شور پر ہے تمام ممالک محروسہ میں داخل ہو گیا۔

ذکر در بیان تسخیر قندھار

خبر پہنچی کہ مظفر حسین میرزا اور رستم میرزا بن بہرام میرزا برادر شاہ طہماسپ جو قندھار میں مقیم تھے اور ان حوادث اور فتنوں کے واقع ہونے کی وجہ سے جو سلطان محمد پدر شاہ عباس اول کے عہد میں رونما ہوئے اور ازبکوں کی طرف سے بھی مطمئن نہ تھے کہ سلطنت کی بساط بچھائی۔ اور شاہ عباس کے تسلط کے بعد اسکے دبدبہ سے حیران رہ گئے کہ کیا کریں۔ اور کہاں جائیں۔ اکبر یہ خبر سنکر خوش ہوا اور میرزا خانخاناں کو

بھاری لشکر کے ساتھ اپنے حضور سے قندھار کی تسخیر کے لئے جس طرح بھی ممکن ہو حکم ہوا کہ بلوچستان کے راستہ سے روانہ ہو۔ اگر بلوچیوں کے چودھری بھی اطاعت کے لوازم بجالائیں تو ان کو بھی اس مہم میں ہمراہ لے لو اور مناسب سزا دے صفحہ ۱۰۸ اور دلجوئی اور ازدیاد آبرو کی غرض سے پہلی منزل میں خانخانان کے خیمہ تشریف لے جا کر نصائح سودمند کیں جو اسکی ہمعصروں میں سرفرازی کا باعث ہوئیں۔ خانخانان بعد قطع منازل ملتان اور بھکر کے درمیان جو اسکی جاگیر تھے پہنچ کر کچھ عرصہ سامان اور فوج کی تیاری میں ٹھہر رہا۔ اس اثنا میں رستم میرزا قندھار میں مظفر حسین میرزا سے شکست کھا کر وہاں سے لوٹا اور اکبر کے دربار میں حاجت لایا۔ جو امرا راستہ میں تھے ان کو فرمان واجب الاطاعت جاری ہوگئے کہ خدمت گاری اور مہمانداری کریں۔ امرا نے بموجب حکم عمل کیا۔ جب میرزا لاہور سے ایک منزل پر پہنچا اور اکبر بادشاہ بھی وہاں تھا امرائے عالیشان اور خوانین بلند مکان بادشاہ کے حکم سے استقبال کے لئے جا کر میرزا کو حضور میں لائے۔ اکبر نے بڑے اعزاز و اکرام سے ملاقات کی اور میرزا چار بیٹوں سمیت ملازمت میں پہنچ کر منصب پنجہزاری سے زیر بار منت نوکری ہو گیا صوبہ ملتان و بلوچستان اسکی جاگیر میں مرحمت ہوا۔ بعد میں ابوسعید میرزا برادر رستم میرزا اسکے بعد بہرام میرزا بن مظفر حسین میرزا بھی پہنچ کر ہر ایک اپنی حالت کے موافق کامیاب ہوئے اور اس تاریخ سے قندھار داخل ممالک محروسہ ہوگیا اور خان دوران عرف شاہ بیگ خان جو کابل کا صوبہ دار تھا قندھار کی صوبہ داری پر سرفراز ہوا۔

در بیان تسخیر ولایت ٹھٹھہ و آمدن میرزا جانی بیگ

جس وقت خانخانان کو تسخیر قندھار کے لئے اجازت ملی اسکے نواح ملتان میں پہنچنے کے بعد فرمان والا شان صادر ہوا کہ پہلے صوبہ ٹھٹھہ کے چھین لینے کو ہمت کی پیش نہاد بنائے اسکے بعد تسخیر قندھار میں مشغول ہو۔ خانخان بموجب حکم سطاع ٹھٹھہ کی طرف بڑھا۔ راول بھیم جیسلمیر کا حاکم اور دلپت پسر راے رائے سنگھ بیکانیری نے شامل ہو کر خدمت کی پیٹی عبودیت کی کمر پر باندھی۔ اول سہوان کو فتح کر کے آگے بڑھا۔ میرزا جانی بیگ بڑی جمعیت کے ساتھ نکلا۔ اور راخیر پور میں جس کے ایک طرف دریائے سندھ اور دوسری طرف تالاب تھا مٹی کا قلعہ بنا کر قلعہ بند ہوگیا اور خانخانان نے وہاں پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرہ سخت ہوا اور لشکر بادشاہی غلہ کی کمی کی وجہ سے بدحال ہو گیا تو مجبوراً صورت حال کو درگاہ آسمان جاہ میں لکھا۔ بموجب تاکیدی حکم کے غلہ کی کشتیاں لاہور سے ملتان خانخانان کے لشکر میں پہنچائیں اور رائے سنگھ بیکانیری اور دوسرے امرا کمک کے لئے متعین ہوئے۔ خانخانان غلہ اور امرا کے پہنچنے سے قوی دل ہو کر ٹھٹھہ کے اوپر دوسری فوجیں اطراف میں متعین کر دیں اور خود قصبہ جام میں کیمپ بنایا۔ اور ہر روز جنگ ہوتی تھی۔ صفحہ ۱۰۹ دھارو پسر راجہ ٹوڈرمل

نے جو دلیری اور بہادری میں بے مثل تھا ان لڑائیوں میں جرأت دکھائی کر کے نیزہ کے زخم سے جو اس کی پیشانی پر لگا جانبازی کی پے در پے لڑائیوں کے بعد میرزا جانی بیگ شکست کھا کر بھاگ گیا اور خانخاناں نے میرزا کا بنایا ہوا قلعہ گرا دیا۔ اس نواح میں بڑی وبا پھیلی۔ کہتے ہیں کہ بعض صاحب باطن لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ بسبب بدنیتی و اعمال عمال و حکام لوگ اس بلا میں گرفتار ہوئے ہیں جس وقت اکبر کی حکومت اور سکہ یہاں جاری ہو گا بلا دور ہو جائے گی۔ اس خبر کی شہرت ہوتے ہی ہر شخص اکبر کی فتح کا دعاگو ہو کر منت مان رہا تھا کہ بادشاہ کی فتح کے بعد حتی المقدور پوری کرے گا۔ اور خانخاناں نے امداد اعزہ کے ساتھ کوشش صرف کر کے متواتر شدید حملوں سے میرزا جانی بیگ کو عاجز کر دیا۔ جب اس نے خود میں مقابلہ کی طاقت نہ پائی تو صلح کا دروازہ کھٹکھٹا کے ولایت سیہوان کو داخل ممالک محروسہ کر دیا اور اپنی بیٹی میرزا ایرج خلف خانخاناں کے نکاح میں دے کر خود آ کر ملاقات کی اور درگاہ بادشاہی کی اطاعت قبول کر کے مقرر کیا کہ برسات بعد حضور میں روانہ ہو جائے گا اور عہد کے موافق اڑتیسویں سال کے درمیان مطابق ۱۰۰۱ھ ہجری میں خانخاناں کے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں آیا اور شاہانہ عنایتوں سے سرفراز ہو کر سہ ہزاری منصب اور ٹھٹھہ جاگیر میں پایا والا برائے بندر جو ٹھٹھہ کی طرف واقع ہے خالصہ شریفہ میں مقرر ہو گیا۔ اور اس مہم میں خانخاناں نے طرح طرح کی سختیاں اور تکلیفیں اٹھائیں اور مورد الطاف بے الثفات بادشاہی اور ممدوح اکابر و اصاغر ہوا۔ اس ملک کے قدیم بادشاہوں کے حالات ٹھٹھہ کی کیفیت کے ضمن میں تفصیل سے بیان ہوئے تکرار کی ضرورت نہیں۔

ذکر تسخیر بھکر

اس سے پہلے کہ ٹھٹھہ فتح ہو انیسویں سال جلوس میں محب قلی خان اور مجاہد خان تسخیر بھکر کے لئے متعین ہو گئے تھے انہوں نے جا کر محاصرہ کر لیا اور طول پکڑ لیا۔ بڑا قحط اور زبردست وبا قلعہ میں پھیل گئی۔ بہت سے محصورین تلف ہو گئے جدس کے درخت کی چھال جوش دے کر پی لیتا تھا وہ وبا سے بچ رہا۔ سلطان محمود نے عاجز ہو کر عرضی بھیجی کہ اگر محب قلی خان قلعہ سے دور ہٹ جائے تو قلعہ بادشاہ والاگہر کے نذر کر دوں۔ اس سے پیشتر کہ حضور سے جواب پہنچے سلطان محمود اپنی موت مر گیا اور محب قلی خان اور مجاہد خان نے ۹۱۸ھ ہجری میں بھکر کو داخل ممالک محروسہ کر لیا۔

در بیان جشن نوروز شروع ضابطہ آراستن حجرات دیوان عام باہتمام امرا

صفحہ ۱۱۰ جب موسم بہار آیا اور مخلوق پر عیش و عشرت کے دروازے کھل گئے۔ نسیم نوروزی نے

دنیا کے دیوانوں کے مزاج کو شگفتہ اور شمیم نو بہاری نے دنیا کے آزادوں کے دماغوں کو معطر کر دیا۔

نظم

(۱) درختوں میں پھول کھلے بلبلیں مست ہیں۔ دنیا جوان ہوگی اور دوست عیش کرنے کے لئے بیٹھے

(۲) سبزہ کا فرش خوشی کے پاؤں سے مسلا جانے لگا۔ کیونکہ عاقل و جاہل سب ناچ میں اچھل رہے ہیں۔

حکم ہوا کہ دربار خاص اور دربار عام جن میں ایک سو بیس کمرے تھے بڑے بڑے امرا میں تقسیم کر دیئے جائیں اور جھروکہ کے گوشہ کو متصدیان بیوتات (داروغہ قلعہ) سجائیں اور سہا منڈل کو جو دولت خانہ خاص ہے طرح طرح کی سجاوٹوں سے آئینہ بندی کریں۔ تھوڑی سی مدت میں کارپردازان بارگاہ خلافت اور امرائے والا مرتبت نے بموجب حکم تمام دولت خانہ کو طرح طرح کے تکلفات سے آراستہ کر دیا اور رنگا رنگ آرائش سے سجا دیا۔ اس محفل جشن میں امرا کے مناصب حضور میں بیان کئے گئے اور ہر ایک نے اپنے حال کے موافق سرفرازی پائی۔ اور اہل خدمت کی فہرست دیکھ کر ہر شخص کو جو اخلاص اور اچھی خدمت کا باعث ہوا تھا الطاف و عنایت سے سرفراز کیا اور جو کہ بیوفائی اور بدخواہی سلطنت کا موجب ہوا تھا معزولی خدمت اور کمی منصب سے معتوب ہوا۔ اور حکم جہان مطاع صادر ہوا کہ روز شرف کے آنے تک ہر ایک سرداروں اور امرائے بزرگ میں سے پادشاہ کی ضیافت کرے تاکہ اسکا مکان مقدم عالی سے بلند مرتبہ ہو جائے اور اپنے ہمعصروں میں سر افتخار بلند کر سکے۔ اور ایک حوض جو بیس گز ضرب بیس گز عرض و طول رکھتا تھا اور اس میں ہزار روپیہ بغیر تھیلی اور ہمیانی کے ڈال دیا تھا شرف آفتاب کے دن امرا کو منصب کے مطابق اور فقرا اور مساکین اور تمام لوگوں کو انعام دیا۔ عین اس تیاری میں شاہی خیمہ میں جس کے نیچے دس بارہ ہزار آدمی آ سکتے تھے آگ لگ گئی اور تین دن تک بساط جشن اور حرم سرا کی بعض عمارتیں جل کر راکھ ہو گئیں۔ اس نقصان کا اندازہ کوئی محاسب نہ کر سکا۔ آگ بجھا دینے کے بعد حکم ہوا کہ بزم شرف کے لئے جو قریب آ گئی تھی نئے سرے سے بارگاہ والا تیار کی جائے۔ اور تھوڑی سی مدت میں آسمان کا دھوکا دینے والی بارگاہ نئے سرے سے بن گئی اور تعجبات میں سے یہ ہے کہ اسی دن دکن میں شاہزادہ سلطان مراد کے دولتکدہ میں بھی آگ لگ گئی۔

دربیان رحلت میاں تانسین و مولانا عرفی شیرازی و شیخ ابو الفیض فیضی

صفحہ ۱۱۱ نغمہ سرایان خوش آہنگ کے سردار اور نواپردازان دلکش رنگا رنگ کے پیش خرام

میاں تانسین کلاونت جو اپنے زمانے میں نظیر نہیں رکھتے تھے اور اس سے کچھ مدت پہلے اور بعد میں اسوقت اُن کی مانند پیدا نہیں ہؤا۔ اور اس فن کے ماہرین ان کو اپنا پیر سمجھ کر ان کا نام بغیر تعظیم کے زبان پر نہیں لاتے ساتویں سال جلوس والا میں راجہ رام چندر حاکم باندھو نے میاں تانسین کو اپنی تحفوں کے رخسار کا تل خیال کر کے بادشاہ کی خدمت میں بھیجا۔ چونکہ بادشاہ موسیقی کے سمجھنے میں بڑی مہارت اور تانسین اس کام میں ید بیضا رکھتا تھا اسکی خوب نبھی اور اسکی مصاحبت میں مخصوص ہو کر بادشاہ کے دل کی خوشی کا سرمایہ ہوگیا اور چھبیسویں سال میں مولانا عرفی شیرازی جن کی استعداد کا غنچہ، فلاطونی خوشبو ارباب ہوش کے دماغوں میں پہنچا کر سخن طرازی کا مست و مدہوش بنا دیتا تھا کھل کر مرجھا گیا اور پختہ مغزان بیدار دل کا گلزار خاطر اسکے پاکیزہ الفاس کی خوشبوؤں سے عطر آگیں نہ ہوا تھا کہ ٹھٹھر گیا۔ اور تینیس سال کی عمر میں اس دنیا کی رعایتی سرائے کو الوداع کہہ کر عالم آخرت میں پہنچ گیا اور بہشت بریں کو نئی رونق بخشی۔ اور چالیسویں سال جلوس میں شیخ ابوالفیض فیضی بھی لباس زندگانی عالم جاودانی لے گئے۔ شیخ بارہویں سال جلوس میں اکبر کی خدمت میں پہنچ کر مورد عنایات ہوا تھا۔ ملازمت کے وقت چونکہ شیخ کو چاندی کے کٹہرے کے باہر کھڑا کیا تھا۔ یہ قطعہ فی البدیہہ کہا تھا۔

اے بادشاہ مجھے تو نے اپنی مہربانی سے پنجرہ کے باہر جگہ دی ہے
چونکہ میں طوطی شکر خوار ہوں اسلئے میری جگہ پنجرہ کے اندر بہتر ہے

بادشاہ کو پسند آیا اور اسی دن ملازمان خاص کی لڑی میں مخصوص ہؤا اور چونکہ اخلاق حمیدہ اور طبع سنجیدہ رکھتا تھا۔ روز بروز عزت کا مرتبہ بلند ہوتا جاتا تھا۔ اور تینتیسویں سال میں خطاب ملک الشعرا سے سرفراز ہؤا اور انتالیسویں سال تفسیر قرآن بے نقط اور کتاب نل دمن اور مرکز ادوار مخزن اسرار کی بحر میں تصنیف کر کے اکبر کی نظر سے گزار کر مورد تحسین ہؤا اور ان کتابوں میں اسکی مدح کرتا ہے۔ صفحہ ۱۱۴ اور سلیمان و بلقیس خسرو شیریں کے وزن میں اور ہفت کشور ہفت پیکر کے مقابل میں اور اکبرنامہ سکندر نامہ کے جواب میں ہمت کے مد نظر رکھا۔ یہ کتابیں ختم ہوئی تھیں کہ وہ خود ختم ہوگیا۔ چونکہ اطاعت گزاری میں اس کا اخلاص اور رسوخ بادشاہ کے دل پر نقش ہوگیا تھا۔ اور شاہزادے بھی اس سے پڑھتے تھے اکبر نے قدردانی اور حقوق شناسی کی وجہ سے جس بیماری میں وہ مرا مرنے سے دو روز پہلے مع شاہزادوں کے عیادت کیلئے گیا۔ اس وقت یہ رباعی کہی۔ رباعی

تو نے دیکھا کہ آسمان نے میرے ساتھ کیا چال چلی۔ میرے مرغ دل نے پنجرہ سے رات کے وقت جانے کا ارادہ کیا۔
وہ سینہ کہ جس میں ایک عالم سماتا تھا اتنا تنگ ہوگیا کہ آدھا سانس لینا مشکل ہے۔

ذکر در بیان رسیدن برہان الملک بدرگاہ والا و مرحمت شدن کمک باو برائے مہم دکن

وہ اسمٰعیل نظام الملک حاکم احمد نگر سے جو اس کا چچا تھا آزردہ ہوکر قطب الدین خان غزنوی کی وساطت سے اکبر کی خدمت میں پہنچ کر ششصدی منصب پر سرفراز ہوا۔ تھوڑی مدت بعد ہزاری منصب کو پہنچ کر محالات بنگش پر متعین ہو گیا۔ چند سال بعد حضور میں پہنچ کر احمد نگر کی تسخیر کے لئے کمک مانگی۔ لہٰذا امرائے متعینہ صوبہ مالوہ اور راجی علی خان حاکم خاندیس اسکی امداد کے لئے مقرر ہوئے۔ اولیائے دولت قاہرہ کی امداد سے احمد نگر میں جاکر اپنے چچا اسمٰعیل نظام الملک سے جنگ کرکے مظفر و منصور ہوگیا اور ملک موروثی پر قابض ہو گیا۔ چونکہ بد طبیعت سفلہ تھا۔ شراب دولت و حکومت میں مست ہوکر حقوق پرورش و امداد کیطاق نسیان پر رکھا اور اطاعت سے سر پھیر لیا۔ بادشاہ نے ملک الشعراء شیخ ابوالفیض فیضی کو جو اسوقت زندہ تھا۔ اس کو راجی علی خان کے پاس اطاعت کی رہنمائی کے لئے بھیجا فائدہ نہ ہوا اسکی سزا میں گرفتار ہوکر آیا ایک شخص کے بہکانے سے پارہ کا کشتہ کھایا اور اسوجہ سے سخت بیماری میں مبتلا ہوکر آخرت کا راستہ لیا۔ اسکی بہن چاند بی بی نے امرا کی رائے سے اپنے بھانجے ابراہیم کو جو برہان الملک کا بیٹا تھا سرداری کے لئے کھڑا کرکے مہام کا انتظام اپنی ہمت کے ذمہ لے لیا۔ جب ان حدود کے حالات کان میں پہنچے۔ شاہزادہ سلطان مراد لشکر گراں کے ساتھ متعین ہوا۔ شاہزادہ کچھ عرصہ تک فوج کے درست کرنے کے لئے مالوہ میں رہ کر آگے بڑھا۔ اور دریائے نربدا کو عبور کرکے تھوڑی سی مدت میں ولایت برار کو میر مرتضٰی دکھنی سے نکال لیا اور زبردست فوجیں احمد نگر پر چڑھائی کرنے کے لئے رخصت کیں۔ صفحہ ۱۱۳ لشکر منصور نکر جنگ کرکے غالب ہوا لیکن راجی علی خان حاکم خاندیس اس مہم میں شہزادہ کے ہمرکاب تھا۔ جان نثاری کی اور نیز عادل شاہ حاکم بیجاپور اور قطب شاہ حاکم گولکنڈہ کی فوجوں سے متواتر لڑائیاں ہوئیں۔ اور اولیائے دولت اکبری فتحیاب ہوئے لیکن چونکہ شہزادہ دکن میں شراب مدام مشغول رہتا تھا اور کثرت شراب خواری سے نحیف و نزار ہو گیا تھا اور اس صوبہ کی مہموں میں مشغول نہیں ہو سکتا تھا اسوجہ سے شیخ ابوالفضل حضور سے متعین ہوکر حکم ہوا کہ شاہزادہ کو نصائح ارجمند سے رہنمون سعادت ہوکر ملازمت میں لے آئے اور ان حدود میں جو امرا متعین ہوئے تھے ان کو سرگرم خدمت کرے اور اگر وہاں اپنا قیام انتظام مہام کے لئے ضروری جانے تو وہاں رہ کر مشغول ہو۔ اور شاہزادہ کو حضور میں روانہ کردے شیخ حضور سے رخصت ہونے کے بعد قطع مراحل کرکے شاہزادہ کی خدمت میں پہنچا قضائے الٰہی سے

شاہزادہ اسی وقت سابقہ امراض مزمنہ میں عالم آخرت کو چلا گیا اور لشکر میں عجیب شورش پھیلی۔ شیخ ابو الفضل نے حسن تقریر اور زرپاشی سے پریشان خاطروں کو مجموع اور مطمئن کر دیا اور دشمن جو کہ شاہزادہ کے مرنے کی خبر سے بڑے جری اور دلیر ہو گئے تھے شیخ کی صائب تدبیروں سے پھر مغلوب و مایوس ہو گئے۔ جب یہ سانحہ اکبر کے کان میں پہنچا تو بادشاہ کے سینکڑوں ملال کا باعث ہوا۔ آخرکار صبر کر کے شاہزادہ دانیال کو تسخیر دکن کے لئے رخصت فرمایا اور خود بھی اس صوبہ کی تسخیر کے لئے کوچ کیا۔

ذکر نہضت موکب مقدس از لاہور بجانب دکن

جب لاہور سے بلند جھنڈوں کا کوچ دکن کی طرف ہوا تو حوالی قصبہ پٹیالہ میں خبر ملی کہ ایک مقدس مقام میں مسلمان فقیروں اور سنیاسیوں کے گروہ میں باہم جنگ ہو کر مسلمان فقرا نے غالب ہونے کے بعد وہاں کے بتخانہ کو زبردستی ڈھا دیا ہے۔ اکبر نے جس نے مذہب الٰہی ایجاد کیا تھا اور اختیار کر کے تمام مذاہب کو یکساں سمجھتا تھا اکثر مسلمان فقیروں کو قید خانہ بھیج دیا اور حکم دیا کہ جو بتخانہ مسلمانوں کے جبر سے ڈھایا گیا ہے از سر نو تعمیر اور درست کر دیں وہاں سے کوچ کرنے کے بعد دریائے بیاس سے گزر کر نانک شاہ کے سجادہ نشین گورو ارجن کے مکان میں تشریف لے جا کر اسکی ملاقات اور نانک شاہ کے ہندی اشعار جن میں موحدین اسلام اور صوفیائے والا مقام کے اشعار کے مضامین ترجمہ کئے تھے سن کر خوش ہوا۔ اور گورو ارجن نے اپنی عزت افزائی سمجھ کر عمدہ تحفہ نذر کیا اور التماس کیا کہ عساکر منصورہ کے پنجاب میں اترنے سے غلہ کا نرخ گراں ہو گیا تھا اسوجہ سے پرگنوں کی جمع کی رقم زیادہ ہو گئی ہے اسوقت لشکر فیروزی پیکر کے چلے جانے سے ارزاں ہونے لگا ہے رعایا اس جمع کو نہیں ادا کر سکتی

صفحہ ۱۱۷ اسکی عرض قبول ہو کر سرکاری تحصیلداروں کو حکم ہوا کہ دس بارہ فی صدی کے حساب سے جمع میں سے رعایا کے لئے تخفیف کر دیں اور تاکید کر دیں کہ عمال اسی حساب سے رعایا سے لیں۔ اور زیادہ نہ مانگیں۔

مثنوی

رعایت کی آنکھ رعیت سے نہ ہٹا تاکہ تیرا ملک آباد ہو

رعیت کا کام رعایت کے سپرد کر۔ رعایت کا ہاتھ رعیت سے نہ ہٹا۔

جب تھانیسر کے میدان میں خیمے اترے تو رعایا نے سلطان نام کروڑی کے ظلم سے فریاد کی اور ... تحقیق ہو گیا۔ حکم والا کے بموجب اسکو پھانسی دیا گیا۔

مثنوی

حکومت ان لوگوں کے ہاتھ دینا غلطی ہے جن کے ظلم سے لوگوں کے ہاتھ خدا کی طرف ہوں

ظلم دوست عامل پر رحم مت کر کیونکہ موٹاپے سے اسکی کھال کھینچ لینا چاہئے۔

اکبرآباد میں پہنچنے کے بعد کچھ عرصہ قیام کا اتفاق ہوا اور شیخ ابوالفضل کی عرضداشت کے بموجب وہاں سے کوچ کرکے برہانپور کی طرف کوچ کیا۔ دریائے نربدا سے عبور کرتے وقت فیل خاصہ جس کے پاؤں میں لوہے کی زنجیر پڑی تھی اسی دریا سے گزر رہا تھا۔ جب کنارہ پر پہنچا تو فیلبانوں نے لوہے کی زنجیر کو سونے کا پایا اور حیران ہو کر داروغہ فیلخانہ سے بیان کیا۔ اس نے زنجیر بچشم خود دیکھ کر حقیقت کو عرض والا میں پہنچایا اور اکبر نے بجنسہ حضور میں منگوائی۔ خبر کی سچائی کے مشاہدہ کے بعد عجائب قدرت ایزدی کا اعتراف کیا اور فرمایا کہ اس دریا میں وہی پتھر ہوگا جس کو ہند کے لوگ پارس کہتے ہیں۔ بموجب حکم دوسرے ہاتھیوں کو لوہے کی زنجیریں پہنا کر اس دریا میں داخل کیا اور ملاحوں نے بھی اس پتھر کی جستجو کی لیکن نہ ملا۔ اور کوئی زنجیر سونے کی نہ ہوئی۔ **اشعار**

میں نے حتی المقدور بہت سے غوطے لگائے مگر جو موتی میں ڈھونڈھتا ہوں۔ وہ کسی دریا میں نہیں ہے۔

اگر تجھ کو میری بات پر یقین نہیں ہے تو عذاب و ثواب راوی کی گردن پر ہے

الغرض اکبر نے بعد قطع مراحل خطہ دارالسرور برہانپور میں نزول اقبال فرمایا۔ اکبرآباد سے برہان پور دو سو تاسیس کوس جریب سے نکلا اور اس خطہ دلکشا میں جشن نوروزی مرتب ہوا۔ مطربان خوش ادا اور مغنیاں نغمہ سرا نے نواہائے دلفریب سے اور سرودہائے دلکش سے باعث انبساط مجلسیاں اور نشاط خاطر پادشاہ ہوئے اس بزم شادکامی میں شیخ ابوالفضل جو مہمات دکن کے انتظام کے لئے اس طرف تھا حسب الحکم احمد نگر سے آکر بساط بوسی کی شان سے معزز ہوا۔ **صفحہ ۱۱۵** چونکہ رات کا وقت تھا اور محفل چاندنی میں چمک رہی تھی پادشاہ نے نہایت عنایت سے یہ شعر شیخ کے سامنے پڑھا

عمدہ رات اور چمکتی چاندنی ہونی چاہئے جب میں تجھ سے ہر قسم کی گفتگو کروں۔

شیخ نے یہ عنایتیں دیکھ کر شکریہ کے سلام کئے اور برہان پور کا صوبہ بھی شیخ کے عہدہ میں مقرر ہو گیا اور حکم ہوا کہ چونکہ امرا نے تیاری جنگ میں تنگی اٹھائی ہے۔ اس لئے ان حدود میں رایات عالی کے رہنے تک منصبوں کے درجہ کے مطابق برہانپور امرا کے انعام میں مقرر ہوا اور شیخ کو چار ہزاری منصب پر سرفراز فرما کر قلعہ آسیر کی تسخیر کے لئے جہاں کے حاکم راجی علی خان کے پوتے بہادر نے سرکشی کرکے بغاوت کی تھی رخصت کیا۔

ذکر در بیان تسخیر آسیر و ولایت احمد نگر

شیخ ابوالفضل نے حضور سے رخصت ہونے کے بعد اس آسمان جیسے بلند قلعہ کے نیچے جا کر محاصرہ کیا اور متواتر سخت لڑائیاں پیش آئیں۔ جب محاصرہ طول پکڑ گیا شیخ شجاعت فطری کے اقتضا سے کنگرہ پر رسی پھینک کر قلعہ کی چھت پر چڑھ گیا اور اپنے آپ کو قلعہ کے اندر گرا دیا اور ایک جماعت کثیر اسی طریقہ سے شیخ کی ہمراہی کر کے مردمی اور مردانگی کے کارنامے کئے۔ اور شیخ کے سر پنجہ دلاوری کی قوت سے یہ عقدہ کھل کر ایسا آسمان جیسا بلند قلعہ جسکی تسخیر دشوار تھی فتح ہو گیا۔ اور وہاں کے حاکم بہادر نے عاجز ہو کر ملاقات کی۔ شیخ ابوالفضل کی وساطت سے پادشاہ کی خدمت میں سعادت حاصل کرکے مورد عنایات ہوا۔ قلعہ آسیر اولیائے دولت کے سپرد ہوا۔ اور شیخ ابوالفضل کو اس خدمت کے صلہ میں علم و نقارہ گھوڑا اور خلعت خاصہ عنائت ہو کر تسخیر ناسک کے لئے اجازت ملی اور تھوڑی مدت میں منصب پنجہزاری کے ساتھ سر افتخار بلند کر کے مصدر خدمات عظیمہ ہوا اور بادشاہی عنائتوں کے مقابلہ میں جانفشانی اور خدمت گزاری میں دریغ نہیں کرتا تھا۔ حکم ہوا کہ احمد نگر کی تسخیر اور راجوری اور دوسرے مفسدوں کے دفع کرنے کے لئے شیخ ابوالفضل کی ڈیوٹی اور صوبہ برار اور اسکے نواح کا لینا عبدالرحیم خانخاناں کے ذمہ ہوا۔ جب آسیر و احمد نگر اور تمام ولایت نظام الملک شیخ ابوالفضل کی شمشیر ہمت سے فتح ہو گیا اور ولایت تلنگانہ کو شیخ عبدالرحمٰن ولد شیخ ابوالفضل نے تسخیر کر لیا اور اسی زمانہ میں برہان نظام الملک کا پوتا بہادر نظام الملک حضور میں آ گیا اور عادل شاہ حاکم بیجاپور اور قطب شاہ مسند نشین گولکنڈہ نے نیاز مندانہ عرضیاں اور عمدہ تحفے ارسال کئے اور اکبر ہر طرح سے ان اطراف اور دکن کے کاموں سے فارغ ہو گیا اور ان حدود میں ایسا کوئی کام نہ رہا صفحہ ۱۱۶ تو شاہزادہ دانیال کو وہاں چھوڑ کر خاندیس کا دواندیس نام رکھا اور شاہزادہ کو مرحمت فرمایا۔ اور خانخاناں کو شاہزادہ اور شیخ ابوالفضل کی خدمت میں چھوڑ کر برہانپور سے لوٹا اور بعد قطع منازل اور طے مراحل کے دارالخلافت اکبر آباد میں نزول فرمایا اور جو امراء اس مہم میں خدمت بجالائے تھے اضافہ سے ممتاز ہوئے۔

ذکر سلاطین سابق دکن

بعض کتب سیر و تواریخ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ سابق میں تمام دکن سلاطین دہلی کے تحت حکومت تھا۔ خصوصاً محمد شاہ فخر الدین جونا بن سلطان غیاث الدین تغلق شاہ نے اس ملک کو قرار واقعی

مستحکم کر لیا۔ اور دولوگیر کا دولت آباد نام رکھ کر اپنا دارالسلطنت مقرر کیا تھا۔ جب اس کا آفتاب دولت غروب ہونے کو آیا ترتیب بگڑا اور ظلم کی زیادتی کی وجہ سے سپاہ اور رعیت کے قلوب بھی اس سے برگشتہ ہوگئے اور تمام اطراف میں بڑی گڑبڑی پھیل گئی سلطان محمدؐ فتنہ آشوب دور کرنے کے لئے متوجہ گجرات ہوا۔ اور وہاں سے ملک لاچین کو دولت آباد سے اپنی رفاقت کے لئے بلایا۔ باغیوں نے ملک لاچین کو مار کر زیادہ سرکشی اختیار کی اور علاء الدین حسن نے جو حسن گنگو کے نام سے مشہور ہے اور ملک لاچین کے ذخیروں پر قبضہ کر لیا تھا، باغیوں کی جماعت کے ساتھ مل کر حکومت کا جھنڈا بلند کر کے سلطان محمدؐ علاء الدین خطاب کیا۔ جب یہ بات سلطان محمدؐ شاہ کو معلوم ہوئی تو مہم گجرات کی وجہ سے اسکو دفع کرنے کا موقع نہ ملا اور بہت جلد لواح ٹھٹھے میں مر گیا۔ اور حسن گنگو نے جو بہمن بن اسفندیار بن گشتاسپ کی نسل سے تھا اس وجہ سے اسکو بہمنی کہتے تھے ۷۴۸ھ ہجری میں دکن پر قابض ہو کر اپنے نام کا خطبہ و سکہ کیا۔ اس کی حکومت کی مدت گیارہ سال گیارہ مہینے اور سات دن۔ سلطان محمدؐ شاہ بن سلطان محمدؐ علاء الدین اٹھارہ سال ایک مہینہ اور سات دن۔ سلطان مجاہد شاہ بن سلطان محمدؐ شاہ ایک سال ایک مہینہ اور نو دن۔ سلطان داؤد شاہ سلطان مجاہد شاہ کا چچازاد بھائی ایک مہینہ تین دن۔ سلطان محمد شاہ بن محمود شاہ بن سلطان علاء الدین انیس سال نو مہینے اور ... دن۔ سلطان غیاث الدین بن محمدؐ شاہ ایک مہینہ بیس روز۔ سلطان شمس الدین بن سلطان محمدؐ شاہ ایک مہینہ ستائیس دن۔ سلطان فیروز شاہ بن سلطان محمدؐ شاہ پچیس سال سات مہینے گیارہ دن۔ سلطان احمد شاہ بن سلطان محمدؐ شاہ بارہ سال نو مہینے اور چوبیس دن۔ سلطان علاء الدین بن سلطان احمد شاہ تئیس سال نو مہینے بائیس دن۔ سلطان ہمایوں شاہ بن سلطان علاء الدین تین سال چھ مہینے پانچ روز۔ سلطان نظام شاہ بن ہمایوں شاہ سات برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔ اس کی سلطنت ایک سال اور گیارہ دن۔

صفحہ ۱۱۷ سلطان محمد لشکری بن سلطان ہمایوں شاہ دس سال کی عمر میں بیٹھا۔ اسکی سلطنت انیس سال چار مہینے گیارہ دن۔ سلطان شہاب الدین بن محمود شاہ دو سال ایک مہینہ ... سلطان علاء الدین بن شہاب الدین ایک سال گیارہ مہینے۔ سلطان ولی اللہ بن سلطان شہاب الدین محمود شاہ تین سال ایک مہینہ ستائیس روز۔ سلطان علاء الدین عرف حسن گنگو کی سلطنت کا کل زمانہ اور اسکی ستر اولاد کا ایک سو ستتر سال ہے۔ لیکن سلطان نظام شاہ ولد یازدہم حسن گنگو کے عہد میں جو سات سال کی عمر میں تخت سلطنت پر بیٹھا ایسا ناجی ملنے جو بڑے سرداروں میں سے تھا سلطان کی خردسالی کو دیکھ کر مہمات سلطنت کا معتمد بن گیا۔ جب یہ دونوں ... تسلط پا لیا تو سلطان نظام شاہ کے بعد وہ بھی غالب ہو گیا۔ اور اسکی اولاد ... غلبہ پایا۔ اس وجہ سے اٹھتالیس سال۔ اگرچہ سلطنت کا نام حسن گنگو کی نام پر رہا لیکن درحقیقت یہ اور اسکی اولاد ... کرتی تھی۔ اور

سنہ ۹۳۵ ہجری میں عماد الملک کابلی نے سلطان بہادر شاہ والی گجرات کی اطاعت قبول کر کے اپنے نام کا سکہ و خطبہ کر لیا۔ اس زمانے میں سلطان ولی اللہ کو شہر بدر میں یزید بن یزید مقید کر کے سلطنت کرتا تھا۔ القصہ سنہ ۹۳۵ ہجری میں جو امراء سلاطین بہمنیہ کے رکن سلطنت تھے۔ ملک دکن کو آپس میں تقسیم کر کے قابض ہو گئے اور ہر شخص نے خود مختاری کا دم بھر کے اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا۔ عادل شاہیان حاکم ولایت بیجاپور یوسف عادل شاہ جوان کے سلسلہ کا مبداء ہے گرجی غلام تھا۔ خواجہ محمود گرجستانی نے سلطان شہاب الدین محمود بہمنی کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور سلطان نے ولایت شولاپور اسکو سپرد کر دی تھی۔ اسکی حکومت کا زمانہ ۲۱ سال۔ اسمٰعیل عادل شاہ بن یوسف عادل۔ ابراہیم عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ۔ اس کا بھتیجا علی عادل شاہ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے تک عادل شاہیوں کی سلطنت رہی۔ سلطان سکندر عادل شاہ سے عالمگیر نے نکال کر سلطنت بابریہ میں داخل کر لی۔ قطب شاہیوں کا دار السلطنت گولکنڈہ تھا۔ اس سلسلہ کا بانی سلطان قلی قطب الملک وزیر بہمنیہ ہے۔ چونکہ سلطان بہمنی غلاموں کو بہت دوست رکھتا تھا۔ سلطان قلی اپنے آپ کو بیچ کر غلاموں میں داخل ہو گیا۔ روز بروز اسکا مرتبہ بلند ہوتا گیا اور ہمعصروں اور ہمجلیسوں میں سرفراز ہو کر ولایت گولکنڈہ کی حکومت پر مقرر ہو گیا۔ صفحہ ۱۱۸ اتفاقاً پہلے ہی سال میں طبعی موت سے مر گیا۔ حمید قطب شاہ بن سلطان قلی قطب شاہ بلیس سال۔ ابراہیم قطب شاہ بھائی کے مرنے کے بعد مسند حکومت و جہانداری پر بیٹھا۔ اور پینتیس سال پادشاہی کی۔ محمد قلی قطب شاہ بن ابراہیم قطب شاہ بن سلطان قلی قطب الملک نے ہزار فاحشہ رنڈیوں کو نوکر رکھا جو ہمیشہ ملازم رکاب رہتی تھیں۔ اور مستلذات جسمانی اور حظوظ نفسانی میں مشغول رہتا تھا۔ ان میں سے ایک عورت بھاگیناتام پر عاشق ہو کر مطیع ہو گیا۔ اور شہر بھاگ نگر اسکے نام پر آباد کیا۔ سنہ ۱۰۲۰ ہجری گیارہ سال حکومت کی یہاں تک کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ ساٹھ سال کی حکومت کے بعد مر گیا۔ چونکہ لڑکا نہ رکھتا تھا اسکا داماد سلطان ابوالحسن پادشاہ ہوا۔ اور اورنگ زیب نے اس کے ہاتھ سے سلطنت نکال کر ممالک محروسہ میں ملا لی۔ نظام الملکیاں حاکم ولایت احمد نگر۔ اس سلسلہ کا بانی احمد بحری نظام الملک ہے۔ اسکا باپ غلام برہمن نسل تھا۔ اس نے شہر احمد نگر بنایا۔ ایام حکومت چار سال۔ برہان نظام الملک بن احمد بحری اٹھائیس سال۔ حسین نظام الملک بن مرتضیٰ دس سال۔ اسمٰعیل نظام الملک بن برہان برادر مرتضیٰ نظام الملک دو سال۔ برہان نظام الملک اپنے چچا اسمٰعیل نظام الملک سے آزردہ ہو کر اکبر کے حضور میں پہنچا۔ سنہ ۹۹۹ ہجری میں کمک ہمراہ لے کر اسمٰعیل نظام الملک سے جنگ کی اور فتحمند ہوا۔ اور قبضہ کے بعد جاہ و دولت کے غرور میں اکبر کی اطاعت سے انحراف کیا۔ جب وہ مر گیا اسکی بہن چاند بی بی نے برہان نظام الملک کے کمسن بیٹے ابراہیم نظام الملک کو حکومت پر بٹھا کر خود نظام تمام کی ضامن ہو گئی۔ اور پادشاہی فوج اس ولایت کی تسخیر کے لئے

مقرر ہو کر کئی مرتبہ جنگ ہوئی۔ آخرکار شیخ ابوالفضل کی شمشیرِ ہمت نے تمام اس ولایت کو فتح کر کے داخل ممالک محروسۂ اکبری کر لیا۔ اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے۔ ۹۳۵ھ ہجری کے ابتدا سے ۱۰۰۲ھ ہجری تک یعنی ستر سٹھ سال وہ صوبہ نظام الملکیوں کے قبضہ میں رہا۔

ذکر در بیان کشتہ شدن شیخ ابوالفضل و آشفتگی خاطر اکبر ازیں امر

اکبر دار الخلافت اکبر آباد میں مقیم تھا۔ بعض مصالح ملکی کی وجہ سے شیخ ابوالفضل کا بلانا ضروری سمجھ کر اسکو فرمان لکھا کہ اپنے بیٹے شیخ عبدالرحمٰن کو رجوع کی ہوئی مہموں پر مقرر کر کے تمام فوج اور خدم و حشم کو وہیں چھوڑ کر تنہا روانہ حضور ہو جائے۔ **صفحہ ۱۱۹** شیخ حکم کے بموجب اپنے بیٹے کو لشکر و اسباب امارت اور افواج کے ساتھ احمد نگر میں چھوڑ کر معدودے چند لوگوں کے ساتھ روانہ دربار شاہی ہو گیا۔ اور ان دنوں سلطان سلیم شاہ یعنی جہانگیر الہ آباد میں سرتابی اور نافرمانی میں بسر کر رہا تھا۔ اور شیخ ابوالفضل کی طرف سے بہت آزردہ تھا۔ کہ جب شیخ دکن سے حضور میں پہنچے گا تو باپ کے دل کو میری طرف سے زیادہ منحرف کر دے گا۔ یہ خبر سنکر کہ شیخ تنہا آ رہا ہے موقع پاکر اپنا خفیہ راز راجہ نرسنگھ دیو ولد مدھکر جس کا مکان دکن کے راستہ میں ہے۔ اور سرکشی و نافرمانی میں شاہزادہ کا شریک بیان کر کے کہا کہ شیخ کا راستہ روک کر اس کا کام تمام کر دے۔ نرسنگھ دیو نے اس کام پر آمادہ ہو کر اس خدمت کے لئے عہد کیا اور اپنے ملک کو روانہ ہو گیا بہت جلد اپنے گھر پہنچا اور شیخ ابوالفضل اجین میں پہنچا۔ بعض ہوشیاروں نے راجہ نرسنگھ دیو کے آنے کو شاہزادہ کے حکم کے بموجب ارادہ فاسد سے ظاہر کیا۔ مگر چونکہ شیخ کی قضا آگئی تھی اس خبر کی توجہ نہ کر کے آگے کو روانہ ہو گیا۔ **شعر**

جب موت نے آسمان سے پر پھٹ پھٹائے تو تمام عقلمند اندھے اور بہرے ہو گئے

غرہ ربیع الاول ۴۷ جلوس اکبر مطابق ۱۰۱۱ھ ہجری کو قصبہ آنتری اور سرائے کے درمیان راجہ نرسنگھ دیو راجپوتوں کی فوج کے ساتھ گھات سے نکلا اور اسکے مارنے کا ارادہ کیا۔ شیخ کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہماری جمعیت قلیل ہے اور غنیم کا لشکر بہت ہے قصبہ آنتری میں جا کر ٹھہرنا چاہیے اور جمعیت فراہم کرنے کے بعد آگے کو روانہ ہونا چاہیے۔ شیخ نے کہا کہ پادشاہ نے مجھ جیسے فقیر زادہ کو سرفراز فرما کر گمنامی کی پستی سے اوج عروج پر پہنچایا۔ اگر آج اس چور کے سامنے سے بھاگ کر نامردی سے موسوم ہو جاؤں تو کس آبرو سے حضور میں جاؤں گا۔ اور ہمعصروں کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ جو کچھ تقدیر میں ہے منصہ ظہور پر آئے گا۔ یہ کہہ کر گھوڑا اڑایا مخالفوں نے بھی گھوڑوں کی باگیں چھوڑ کر جنگ شروع کی۔ چونکہ شیخ کے ہمراہ تھوڑے آدمی تھے بہادری

کی داد دیکر حملہ کیا راجپوتوں کی جماعت کثیر ٹوٹ پڑی اور شیخ ابوالفضل نیزہ کے زخم سے گر کر آخرت کو چلا گیا۔ اور اسکے ہمراہی بھی مارے گئے۔ **شعر**

اپنے سے زیادہ فوج پر حملہ مت کر کیونکہ نشتر پر مکا نہیں مارا جا سکتا۔

راجہ نرسنگھ دیو نے شیخ کا سر جدا کر کے شاہزادہ کی خدمت میں الہ آباس بھیج دیا۔ شاہزادہ نے بیحد خوش ہو کر پاخانہ میں ڈلوا دیا۔ اور مدت تک وہاں پڑا رہا۔ **صفحہ ۱۲۰** چونکہ اکبر کو شیخ کے ساتھ انتہائی محبت تھی۔ اس خبر کے سنتے ہی بیتاب ہو گیا اور بیقراری سے اپنا منہ اور سینہ پیٹ لیا۔ ایسے بیتابی اور بیقراری کے آثار ظاہر ہوئے جو اسکی شان کے لائق نہ تھے۔ **شعر**

شہنشاہ جہان کی آنکھیں اس کی وفات پر پُرنم ہو گئیں۔ سکندر نے اشک حیرت بہائے کیونکہ افلاطون دنیا سے چلا گیا۔

رائے رایان پتمبر داس کہ جو سہ ہزاری منصب پر سرفراز تھا اور ان حدود میں فوجدار تھا اور شیخ عبدالرحمن ولد شیخ ابوالفضل دوسرے امرا کے ساتھ راجہ نرسنگھ دیو قاتل شیخ کے استیصال کے لئے متعین ہوئے اور حکم ہوا کہ جب تک اس بدبخت کا سر نہ لائیں تو آرام نہ لیں۔ پھر بادشاہ کی زبان پر آیا کہ شیخ کے سر کی قیمت کے سامنے اس بدذات کا سر کیا وقعت رکھتا ہے اسکی بیوی بچے کو پھانسی دیدینی چاہئے۔ اور اسکے تمام ملک کو صفاً صفا کر دیا جائے۔ حق یہ ہے کہ شیخ ابوالفضل بن شیخ مبارک اپنے زمانے میں بے نظیر تھا اور اس کا مفصل احوال اس عبارت میں جو اس نے خود لکھی ہے اس بادشاہ کے حالات کے آخر میں انشاء اللہ بجنسہ لکھی جائے گی۔ جب اکبر پر شیخ مبارک اور اسکی اولاد کی دانشمندی کی حقیقت ظاہر ہو گئی تو قدر شناسی کی بنا پر ان کو بلوایا۔ ۱۲ سنہ سال جلوس میں ابوالفیض جو اشعار میں فیضی تخلص کرتا تھا اور شیخ مبارک کی سب سے بڑی اولاد تھا بادشاہ کی ملازمت میں فیض اندوز ہوا۔ اور ۱۹ سنہ جلوس میں شیخ ابوالفضل کو جو فیضی سے چھوٹا تھا اپنے پاس بلایا۔ وہ آیتہ الکرسی کی تفسیر اکبر کے نام سے لکھ کر شرف حضور سے مشرف ہوا اور بادشاہ کی پسند خاطر ہوئی چونکہ مزید ہوش اور اکثر علوم میں مختار تھا۔ روز بروز مورد الطاف بیکراں و مشمول اعطاف بے پایاں ہو کر اسکی عزت کا پایہ امرائے عظام اور وزرائے کرام سے بڑھ گیا اور بادشاہ کا مقرب اور مشیر ہو گیا اس درجہ کہ تمام مقربان درگاہ کا محسود ہو گیا۔ اور شاہزادے ارکان دولت سے مل کر اس بات کے درپے ہو گئے کہ موقع پا کر اسکو جڑ سے اکھاڑ دیں۔ یہاں تک کہ ایسا اتفاق ہوا کہ اسکے باپ شیخ مبارک نے اپنے زمانہ حیات میں قرآن مجید کی ایک تفسیر تصنیف کی تھی اور اس میں بادشاہ کا نام نہیں لکھا تھا۔ شیخ نے باپ کے مرنے کے بعد بغیر اسکے کہ دنیا کی رسم کے موافق عنوان کتاب کو بادشاہ کے نام سے مزین کرے بہت سے نسخے لکھوا کر اکثر ولایت و بلاد اسلام کو

بھیجے۔ جب اکبر کو یہ خبر پہنچی تو مزور کی وجہ سے سخت ناراض ہوا اور شیخ ابوالفضل کو مورد عتاب کیا۔ شاہزادہ سلیم نے جو شیخ سے آزردہ رہا کرتا تھا اور دوسرے امرانے جو اسکی خودرائی اور بے پرواہی سے دلوں میں زخم رکھتے تھے موقع پاکر بیہودہ باتوں سے پادشاہ کی رنجش کو بڑھادیا اور شیخ ابوالفضل سلام سے محروم ہوگیا لیکن شیخ نے زمانہ تقرب میں مکرر عرض کیا تھا کہ میں سوائے پادشاہ کسی کو نہیں جانتا ہوں اور شاہزادوں کی بھی التجا نہیں کرتا ہوں۔ صفحہ ۱۲۱ اسوجہ سے سب مجھ سے ناراض رہتے ہیں۔ اور اکبر یہ بات اچھی طرح جانتا تھا اور شیخ کو بہت چاہتا تھا اور اسکی صحبت سے بہت خوش تھا۔ چند روز بعد اسکا قصور معاف کر کے مشمول عنایت فرمایا اور اسکی جدائی حضور سے جب تک ضروری نہیں جانتا تھا روا نہیں رکھتا تھا یہاں تک کہ تقدیر سے دکن کی خدمت پر مامور ہوا اور جیسا کہ لکھا گیا شہزادہ سلیم کی عداوت سے بغیر کسی ظاہری وجہ کے مارا گیا۔ اسکی باتیں اس کے کمالوں کا ذکر کرتی ہیں۔

شعر

اس باغ میں کوئی ایسا بلند سرو نہیں آیا۔ جس کو موت کی ہوا نے جڑ سے اکھاڑ کر نہ پھینک دیا ہو۔

دربیان بغی شاہزادہ سلیم پسر بزرگ اکبر

جس زمانے میں اکبر نے دکن کی تسخیر کے لئے کوچ کیا شاہزادہ سلیم رانا کے استیصال کے لئے متعین ہوا تھا۔ اجمیر کے دلکشا خطہ میں قیام کر کے رانا کے ملک کی تخریب کی تدبیر سامنے تھی اور راجہ مان سنگھ شاہزادہ کی خدمت میں سپہ سالاری میں مامور تھا۔ امرائے بنگالہ کی تحریروں سے ظاہر ہوا کہ افغانی قابو پاکر عمدہ سردار نہ ہونے کی وجہ سے اس ملک میں شورش کا باعث ہو رہے ہیں۔ اور فتنہ و فساد برپا ہے اور کنور مان سنگھ ولد راجہ مان سنگھ نے جو باپ کی نیابت میں اس صوبہ میں تھا تھوڑی سی جنگ میں شکست پائی۔ راجہ مان سنگھ نے یہ خبر سنتے ہی شاہزادہ کی خدمت میں التماس کیا کہ چونکہ پادشاہ تسخیر دکن میں متوجہ ہے اگر شہزادہ اجمیر سے کوچ کر کے الہ آباس میں تشریف رکھے تو بنگالہ کی شورش دب جائے۔ شاہزادہ نے راجہ کے التماس اور صلاح ملک کی وجہ سے الہ آباس میں نزول فرمایا۔ اور اپنے ملازموں کی جاگیر کو جو آگرہ کی نواح میں تھی اپنی حالت پر چھوڑ کر صوبہ الہ آباس کے محال کو بھی جو آصف خان جعفر کی جاگیر سے تعلق رکھتا تھا اپنی جاگیر میں لے لیا۔ اور تیس لاکھ روپیہ صوبہ بہار اور ان حدود کے خزانہ کا جو کنور داس دیوان نے فراہم کیا تھا سرکاری فوج بھیج کر وہاں سے طلب کر لیا۔ اس قسم کی حرکتوں کے مشاہدہ سے بغیر حضور کے حکم کے شاہزادہ سے بغاوت اور سرکشی کے آثار ظاہر ہوئے اور دخل دینے والوں نے چند باتیں اپنی طرف سے تراش کر بادشاہ کے کان میں پہنچائیں۔ فرمان عطوفت عنوان مشتمل بر نصائح سود مند محمد شریف ولد عبدالصمد شیریں قلم کی ہمراہی میں صادر ہوئے لیکن اس سے کچھ اثر مترتب نہ ہوا۔ اسکے بعد اکبر نے

دکن سے لوٹ کر دارالسلطنت اکبرآباد میں نزول کیا اور شیخ ابوالفضل کا جھگڑا جیسا کہ بیان ہوا واقع ہوا۔ شاہزادہ تیس ہزار سوار کے ساتھ الہ آباس سے آستان پدر کی طرف بڑھا۔ **صفحہ ۱۲۲** دولت خواہوں نے عرض کیا کہ شاہزادہ کا آنا اتنی زیادہ فوج کے ساتھ حضور میں مناسب نہیں ہے لہٰذا فرمان عالیشان شاہزادہ کے نام صادر ہوا کہ اس فرزند کا اس طریقہ سے آنا پسندیدہ نہیں ہے۔ اگر سپاہ کی جمعیت کا اظہار کرنا مقصود ہے تو مجرا حضور میں آ چکا چاہیے کہ اپنے آدمیوں کو جاگیر کے محالوں پر رخصت کر کے تنہا ملازمت میں آئے۔ اور اس صورت میں کہ اس طرف سے اپنے دل میں وہم رکھتا ہو تو الہ آباس کی طرف باگ موڑ دے اور جب اس فرزند کی طبیعت کو اطمینان ہو جائے تب خدمت کا ارادہ کرے۔ شاہزادہ نے فرمان کے جواب میں ایک عرضداشت مشتمل بر عجز و نیاز و عقیدت ارسال کر کے الہ آباس کی طرف باگ پھیر دی۔ اسکے بعد فرمان والاشان صادر ہوا کہ صوبہ بنگالہ اور اوڑیسہ اس فرزند کو مرحمت ہو اُسطرف جلد چلا جائے۔ شاہزادہ نے اسطرف جانا قبول نہ کیا۔ اسوجہ سے لوگوں نے وحشت افزا باتیں شاہزادہ کی جانب سے عرض میں پہنچائیں۔ جو بادشاہ کی طبیعت کی برہمی کا باعث ہوئیں۔ سلیمہ سلطان بیگم کو شاہزادہ کی دلجوئی کے لئے بھیجا۔ وہ عصمت قباب الہ آباس میں جاکر بہر طور شاہزادہ کی بھٹکی ہوئی طبیعت کو تسکین دے کر اپنے ہمراہ حضور میں لے آئی۔ جب اکبرآباد سے ایک منزل پر پہنچا شاہزادہ کی استدعا سے بادشاہ کی والدہ مریم مکانی جاکر شاہزادہ کو اپنے گھر لے آئیں۔ اور بادشاہ نے مریم مکانی کے حکم سے اسی جگہ تشریف رکھی۔ اور شاہزادہ نے اپنی دادی مریم مکانی کی وساطت سے حاضر خدمت ہوکر باپ کے پاؤں پر سر رکھ دیا اور ایک ہزار سونے کی اشرفیاں بطور نذر اور نو سو ستتر ہاتھی بطور تحفہ دیئے۔ بادشاہ مہربانی سے شاہزادہ کو آغوش میں لے کر بہت خوش ہوئے اور اپنے سر سے پگڑی اتار کر شاہزادہ کے سر پر رکھ دی اور حکم ہوا کہ خوشی کے نقارے بجائے جائیں۔ سنہ ۴۸ جلوس میں یہ واقعہ پیش آیا۔ کچھ عرصہ بعد شاہزادہ کو رانا کے استیصال کے لئے رخصت فرمایا۔ شاہزادہ بعض رکاوٹوں یا نافرمانی کی وجہ سے رانا کی مہم ترک کر کے بغیر رخصت اور بغیر باپ کی اجازت کے پھر الہ آباس کی طرف چلا گیا اور باپ کے رنج طبع کا باعث ہوا۔ جب سنہ ۴۹ جلوس میں اکبر کی ماں نے جسکا خطاب مریم مکانی تھا اجل کا نقاب منہ پر ڈھک لیا۔ اکبر نے اپنے قدیم بزرگوں کے طریقہ پر اپنا سر اور داڑھی منڈا کر ماتمی لباس پہنا اور اپنی ماں کا جنازہ کندھے پر رکھ کر چند قدم ہمراہ گیا اور دہلی کو روانہ کر کے دل گرمیاں اور دیدہ گریاں کے ساتھ لوٹا۔ شاہزادہ سلیم یہ خبر سن کر باپ کی خدمت میں پہنچ کر سعادت اندوز حضور ہوا۔

ذکر در بیان رحلت شاہزادہ دانیال در دکن

صفحہ ۱۲۳ سلطان دانیال شل اپنے بھائی سلطان مراد کے شرب مدام کا حریص تھا۔ ہرچند باپ کے بار-

سے نصیحت کے احکام صادر ہوتے تھے اور معتمد لوگ نصیحت کرنے کے لئے مقرر ہوتے تھے مگر وہ اپنی طبیعت کو نہ روک سکتا تھا۔ بہت عرصہ تک خانخانان عبدالرحیم اور خواجہ ابوالحسن نے بموجب حکم بادشاہ خلا اور ملا میں دربانوں کو مقرر کر کے بڑی احتیاط کی مگر شکار کی تقریب میں نکال کر جنگل کو چلا جاتا اور سپاہی بندوق کی نال میں شراب بھر کر پہنچا دیتے تھے اور کبھی مکر سے کئی آنتیں شراب سے بھر کر پگڑی کے نیچے چھپا لانے تھے۔ آخر شراب خواری کی زیادتی نے شاہزادہ کے جسم کو زندگی کی قابلیت سے دور کر دیا اور قوائے باطنی ضعیف ہو کر سخت بیماریاں پیدا ہو گئیں۔ اور چالیس روز تک صاحب فراش رہا۔ ہر چند اطبا نے تدبیریں اور کوششیں کیں۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ **شعر**

اہل غفلت شراب کا انجام نہیں سوچتے ہیں۔ یہ غافل لوگ پانی کے راستہ سے آگ میں جاتے ہیں۔

بالآخر ۵۰ھ جلوس اکبر مطابق ۱۰۱۳ھ ہجری میں تینتیس سال چھ مہینے کی عمر میں اس دنیا کی دلفریب منزل سے کوچ کر گیا۔

ذکر و بیان رحلت اکبر بادشاہ

اکبر سلطان مراد کے مرنے کے واقعہ سے غمناک اور اندوہگیں رہتا تھا۔ جب یہ حادثہ جانکاہ واقع ہوا تو داغ پر داغ لگا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ کمزوری نے اکبر کے جسم و جان کو گھیر لیا اور اس کا مزاج مرکز اعتدال سے ہٹ گیا۔ آخر کار صحت کے لباس سے برہنہ اور بستر بیماری پر پڑ کر صاحب فراش ہو گیا۔ خیر خواہوں نے اسکی شفا کے لئے بزرگوں کے مزاروں اور مقدس لوگوں کے گھر صدقہ اور خیرات بھیجی اور فقرا اور صلحا کو خیرات اور صدقہ دیا۔ حکیم علی جو حکمائے دربار کا سردار تھا معالجہ کیلئے آگے بڑھا۔ آٹھ دن تک تصرف کا ہاتھ تنگ کر طبیعت کو اپنے حال پر چھوڑ دیا کہ شاید اپنی قوت سے دفع کر دے۔ جب بیماری نے زور کیا تو نویں دن علاج میں مشغول ہوا۔ دس دن تک ہر چند تدبیریں اور علاج کئے فائدہ نہ ہوا اور دست آنے لگے اس مرض کی ہر چند دوائیں استعمال کیں مفید نہ ہوئیں اور مختلف متضاد مرض جمع ہو گئے کہ ایک کا علاج دوسرے کی زیادتی کا باعث ہوتا تھا۔ **شعر**

صفحہ ۱۲۴ (۱) جب قضا آتی ہے تو علاج بیکار ہے۔ طبیب کی کیا طاقت ہے اور مسیحا سے کیا آرام ہو سکتا ہے

(۲) جب مزاج کی خرابی اندازہ سے بڑھ جاتی ہے۔ تو طبیب علاج سے عاجز رہ جاتا ہے۔

اور اس مدت میں اس شیر دل قوی ہمت نے باوجود انتہائی ضعف کے دربار عام کرنے اور مقربین کے

ساتھ گفتگو کرنے سے اپنے آپ کو ڈرہ کار جب پادشاہ نزع کے قریب پہنچا تو دسویں روز حکیم علی نے علاج میں فائدہ نہ دیکھ کر معالجہ سے ہاتھ اُٹھا لیا اور اپنی جان کے خوف سے روپوش ہو کر حفاظت کے گوشہ میں جا چھپا۔ شب چہار شنبہ دوازدہم جمادی الآخر ۱۰۱۴ھ ہجری مطابق ۵۰ جلوس میں جب پادشاہ کی عمر ترسیٹھ سال کی ہو چکی تھی شہر اکبر آباد میں راہگرائے عالم بقا ہوا۔ اور دوسرے دن تجہیز و تکفین کے بعد سکندرہ مضافات اکبر آباد میں دفن ہوا۔ اکثر شاعروں اور اس زمانہ کے منشیوں نے تاریخ وفات کو سلسلۂ عبارات نظم و نثر میں پرویا ہے ان میں سے آصف خان نے یہ کہا ہے۔ شعر

اکبر شاہ کی موت قضائے الٰہی سے ہوئی لہٰذا "فوت اکبر شاہ" تاریخ ہوئی۔

ذکر ابوالمظفر نورالدین محمد جہانگیر پادشاہ

شاہزادہ سلیم بن جلال الدین محمد اکبر پادشاہ ۳۷ سال کی عمر میں ۱۴ جمادی الثانی بروز پنجشنبہ ۱۰۱۴ھ ہجری کو ایک پسندیدہ ساعت میں قلعہ دارالخلافت اکبر آباد میں تخت سلطنت پر جلوس فرمایا۔ اس مبارک جشن میں محمد شریف ولد عبدالصمد شیریں قلم کو امیر الامرا کے خطاب اور وکالت کے جلیل القدر منصب سے سرفراز فرما کر مہر اشرف جو قیمتی جواہرات سے آراستہ تھی اپنے ہاتھ سے اسکی گردن کا زیور بنائی۔ اور میرزا غیاث بیگ کو اعتماد الدولہ کا خطاب اور میرزا جان بیگ کو جو شاہزادگی کے زمانے میں دیوان تھا وزیر الممالک کا خطاب دیکر دونوں کو خدمت دیوانی میں شریک کر دیا اور زمانہ بیگ جس نے شاہزادگی کے زمانہ میں عمدہ خدمات کی تھیں مہابت خان کا خطاب اور پیر خان لودی کو صلابت خان کا خطاب دیا اور چند سال بعد صلابت خان کا خطاب خان جہان ہو گیا اور شیخ فرید بخاری جو سادات عظام موسوی میں سے تھا اور اکبر کا تربیت یافتہ تھا اور حضور میں بخشی گری کی خدمت رکھتا تھا پنجہزاری منصب اور میر بخشی کے بلند مرتبہ سے سر افتخار بلند کیا۔ اور راجہ مان سنگھ کو خلعت چارقب و شمشیر مرصع اور اسپ خاصہ مرحمت کر کے بنگالہ کی صوبہ داری پر رخصت کیا۔ صفحہ ۱۲۵ اور خان اعظم میرزا کوکلتاش اور آصف خان جعفر کو جو صوبہ بہار سے حضور میں آیا تھا طرح طرح کی مہربانیوں سے سرفراز فرما کر حضور میں رکھا اور دوسرے امرا نے بھی بقدر مراتب منصبوں کی عنایت سے شرف امتیاز پایا۔

ذکر دربیان یعنی شاہزادہ سلطان خسرو

سلطان خسرو جہانگیر پادشاہ کا بڑا بیٹا بیہودہ خوشامدیوں کے بہکانے سے اپنے دماغ میں سلطنت کا

خیال رکھتا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اکبر نے مرتے وقت فرمایا تھا کہ شاہزادہ سلیم عیش پسند ہے سلطنت کی قابلیت نہیں رکھتا ہے اس کا بیٹا سلطان خسرو تمام خوبیوں سے آراستہ اور قابل سلطنت ہے اس وجہ سے اسکے دماغ میں مالیخولیا سما گیا اور ہمیشہ باپ کی خدمت سے متوحش اور بھاگتا رہتا تھا جلوس کے چھ مہینے بعد بروز یکشنبہ ہشتم ذی الحجہ کو چند محرمان راز و معتمدان خانہ برانداز کے ساتھ اکبرآباد سے نکل کر بھاگ گیا۔ امیر الامرا نے خبر پاکر بلا توقف بادشاہ سے عرض کیا۔ اسی وقت بخشی الممالک شیخ فرید بخاری کو اکثر امرا کے ساتھ ہراول کے طور پر رخصت کر کے آخر شب کو خود بادشاہ نے بھی رایت توجہ کو بلند کیا۔ جب سواد شہر میں صبح ہوئی تو میرزا حسن پسر شاہرخ میرزا کو جو شاہزادہ کی بغاوت کا رفیق راہ تھا رات کی تاریکی میں راہ مقصود بھول کر ادبار کے جنگل میں بھٹک رہا تھا اولیائے سلطنت پکڑ کر لے آئے۔ بموجب حکم والا اہتمام خان کے حوالہ ہوا تاکہ زندان مکافات میں گرفتار رہے۔ الغرض جب شاہزادہ متھرا میں پہنچا حسن بیگ بدخشی جو کابل سے آرہا تھا شاہزادہ سے ملاقات کر کے اسکا رفیق ادبار ہوگیا۔ اثنائے راہ میں جس کسی کو پاتا تھا لوٹ لیتا تھا اور مکانوں کو آگ لگا دیتا تھا اور مسافروں اور سوداگروں اور سرکاری طویلہ کے گھوڑوں کو جو اکثر موقعوں پہ سرراہ ملتے ہمراہی پیادوں کو بخش دیتا تھا یہاں تک کہ لاہور پہنچا۔ عبدالرحیم دیوان نے بدقسمتی سے رفاقت کی۔ دلاور خان صوبہ دار لاہور نے ملاقات نہ کی۔ اور قلعہ کی مضبوطی کا اہتمام کیا۔ شاہزادہ نے ہرچند کوشش کی مگر لاہور کا قلعہ ہاتھ نہ آیا۔ اس اثنا میں جب شیخ بخاری کے لشکر گراں کے ساتھ آنے کی خبر سلطان پور کے نواح میں مشہور ہوئی تو شاہزادہ نے لاہور کے قلعہ سے ہاتھ اٹھا کر شیخ کی طرف رخ کیا اور حوالی گوئند وال میں دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی اور طرفین سے اکثر مارے گئے۔ اسی اثنا میں رایات اقبال کے اترنے کی خبر پہنچی اور شیخ فرید لڑائی میں اور تیز ہوگیا۔ **صفحہ ۱۲۶** اور شاہزادہ جنگ کی تاب نہ لا کر حسن بیگ بدخشی اور دوسرے ہمراہیوں کے ساتھ بھاگ نکلا اور اسی زمانہ میں بادشاہ نے بھی اس میدان میں نزول اقبال فرمایا اور انتہائی محبت سے شیخ فرید کو جس نے شاہزادہ پر فتح پائی تھی آغوش عاطفت میں لے لیا۔ اور رات شیخ کے خیمہ میں گزار کر دوسرے دن لاہور کی طرف بڑھا۔ شاہزادہ چاہتا تھا کہ اکبرآباد کی طرف روانہ ہو حسن بیگ بدخشی نے صلاح دی کہ میری جاگیر راستہ میں ہے وہاں سامان کا بندوبست کر کے کابل چلیں اور وہاں جمعیت فراہم کر کے پھر ہندوستان کا رخ کریں کیونکہ بابر اور ہمایوں بادشاہ دونوں نے کابل کی مدد سے ہندوستان لیا تھا اور بہت سی دور از کار باتیں کہیں۔ مجبوراً شاہزادہ اسکی رائے کے موافق کابل کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب دریائے چناب پہ پہنچا تو چاہا کہ شاہ پور کے راستہ سے گزر جائے مگر کشتی نہ میسر آئی وہاں سے لوٹ کر سودھرہ کے راستہ پہ آیا۔ رات کے وقت بڑی دوڑ دھوپ کے بعد ایک کشتی ملی چاہتا تھا کہ دریا سے عبور کرے کہ شور و غل سے چودھری

سودھرا نے واقف ہو کر ملاحوں کو گذرنے سے روکا۔ جب صبح ہوئی اور مشہور ہوا کہ یہ شاہزادے ہیں۔ میر ابوالقاسم اور بلال نہاں خواجہ سرا جو حدود گجرات شاہ دولہ میں تھے یہ بات معلوم کر کے آگئے اور شاہزادہ کو حسن بیگ بدخشی اور عبدالرحیم کے ساتھ پکڑ کر گجرات لے گئے اور حقیقت حال بادشاہ کو لکھ بھیجی اور روز دوشنبہ محرم ۱۰۱۵ھ ہجری کی چاند رات کو جب کہ بادشاہ کامران میرزا کے باغ میں لاہور میں تشریف رکھتے تھے یہ خبر پہنچی۔ حکم کے بموجب امیر الامرا گجرات کی طرف دوڑ کر گیا۔ اور شاہزادہ کو مع اسکے رفقا کے گرفتار کر کے حضور میں لے آیا اور شاہزادہ کے ہاتھ باندھ کر اور پاؤں میں زنجیر باندھ کر چنگیز خان کے قانون کے موافق بائیں طرف سے حاضر کیا اور حسن بیگ بدخشی کو دائیں طرف اور عبدالرحیم کو بائیں طرف کھڑا کیا۔ حکم ہوا کہ بدنصیب خسرو کو زنجیر بستہ مقید رکھیں اور حسن بیگ بدخشی کو بیل کی اور عبدالرحیم کو گدھے کی کھال پہنا کر گدھے پر الٹا بٹھا کر گشت کرائیں چنانچہ کارکنوں نے اسی پر عمل کیا۔ بیل کی کھال جلد خشک ہو گئی۔ حسن بیگ بدخشی چار پہر سے زیادہ زندہ نہ رہا عبدالرحیم جس کو گدھے کی کھال پہنائی تھی حرارت کی زیادتی سے جو اس پر غالب ہو گئی تھی ککڑی ہو گئی اور ایسی ہی چیزیں جو ملتی تھیں کھاتا تھا دو دن رات زندہ رہا۔ دوسرے دن مصاحبین کے التماس سے حکم ہوا کہ کھال میں سے نکال لیں۔ جب باہر نکالا تو کھال میں بہت سے کیڑے پڑ گئے تھے مگر بچ گیا۔ حسب الحکم باغ کامران میرزا سے لے کر دولت خانہ والا کے دروازہ تک ایک جماعت کو جنہوں نے شہزادہ کی رفاقت کی تھی دو رویہ پھانسی پر لٹکایا گیا۔ اور شاہزادہ کو ہاتھی پر سوار کر کے پھانسیوں کے بیچ میں سے نکالا گیا اور مقررہ جگہ پر پہنچ کر زندان تادیب میں محبوس ہوا۔ چند سال بعد جب بادشاہ کی روپ چند سنیاسی سے ملاقات ہوئی۔ صفحہ ۱۲۷ اس نے شہزادہ کی رہائی کے بارے میں سفارش کی۔ چند مرتبہ اگرچہ سلام کی اجازت ملی مگر قید خانہ سے رہا نہ ہوا۔ اسکے بعد جب بادشاہ نے جشن نوروز آراستہ کیا تھا تو اپنے چھوٹے بھائی پرویز کی درخواست پر رہائی دی گئی تھی مگر پھر قید ہو گیا۔

آخر کار جس وقت شاہزادہ خرم مخاطب بشاہجہان کو دکن کی مہم کے لئے رخصت کیا تو شاہزادہ خسرو کو مسلسل اسکے حوالہ کر دیا چنانچہ سنہ ۱۵ جلوس میں اسی طرف قید خانہ میں مر گیا۔ مشہور ہوا کہ شاہجہان نے اسکو اس قدر تنگ کیا کہ قید خانہ میں مر گیا۔ الغرض شیخ فرید بخاری بخشی جس نے لڑائی میں سلطان خسرو پر فتح پائی تھی اس خدمت کے صلہ میں خطاب مرتضیٰ خانی سے سرفراز ہوا۔ اور شیخ مذکور کے التماس کے بموجب پرگنہ بھیروال میں جس جگہ کہ شیخ مسطور نے فتح پائی تھی ایک شہر آباد کر کے اندر وسیع سرائے تعمیر کر کے فتح آباد نام رکھا اور وہ پرگنہ مرتضیٰ خان کی جاگیر میں مرحمت ہوا۔

توجہ موکب والا بسیر کابل و سوانح آنجا

دوسرے سال کے شروع میں بادشاہ کابل کی سیر و شکار کے لئے روانہ ہوا۔ قطع منازل کے بعد جب علی مسجد میں کیمپ ہوا تو وہاں ایک مکڑی جہانگیر کی نظر پڑی جو کچھوے کی برابر بڑی تھی اور ایک سانپ کے گلے کو جو دو گز لمبا ہوگا پکڑ کر دبا رہی تھی۔ یہاں تک کہ سانپ مر گیا۔ بادشاہ نے اس کا تماشا دیکھا۔ وہاں سے منزل بہ منزل طے مسافت کر کے دارالملک کابل میں نزول فرمایا۔ اور وہاں کے مکانات سے بہت لطف اٹھایا۔ اور بموجب حکم والا شہر آرا کے متصل جو بابر بادشاہ کا بنایا ہوا تھا ایک دلکشا باغ مسمیٰ بہ باغ جہاں آرا بنایا۔ اور ایک نہر جو راستہ سے آتی تھی اس باغ کی کیاری کے وسط میں سے جاری کی اور دونوں باغ مذکور شاہ لالاں کے نام سے مشہور ہیں۔ کابل میں قیام کے وقت خبر ملی کہ ضحاک اور بامیان کے درمیان جو بلخ کی جانب کابل کی سرحد پر پہاڑ واقع ہے اس میں ایک درہ ہے جو خواجہ سر تابوت کے نام سے مشہور ہے اور اسکی تاریخ فوت کو چار سو برس گزرے بتاتے ہیں ابھی تک اسکے اعضا نہیں بکھرے اور اکثر لوگ جاکر زیارت کرتے ہیں۔ اسکی گردن پر ایک زخم ہے کہ جب روئی اسکے اوپر سے ہٹاتے ہیں خون جاری ہو جاتا ہے اور جب تک وہی روئی اس زخم پر نہ رکھدیں خون بہنے سے بند نہیں ہوتا۔ اس بات کی تحقیق کے لئے معتمد خان محرر اقبال نامہ جہانگیری مقرر ہوا اور ایک جراح اسکے ہمراہ روانہ کیا گیا کہ اسکا زخم بچشم خود دیکھ کر حضور میں آئے اور عرض کرے۔ معتمد خان اس سرزمین میں جاکر ان اطراف کے لوگوں کی رہنمائی سے راستہ تلاش کر کے اس پہاڑ پر جو بامیان کے متصل واقع ہے گیا۔ ایک درہ دکھائی دیا جو زمین سے ڈھائی گز اونچا تھا۔ صفحہ ۱۲۸ ایک شخص کو اسکے اوپر چڑھا کر اس کی دستگیری کی مدد سے اوپر پہنچا اور چند شخصوں کے ساتھ ہمراہ گیا۔ ایک کمرہ دیکھا تین گز لمبا ایک گز چوڑا اور کمرہ کے اندر ایک مکان تھا مربع چار گز لمبا اور چار گز چوڑا۔ اور اس میں ایک تابوت مشعل کی طرح روشن تھا اسپر سے تختہ اٹھایا سب نے میت کو دیکھا کہ اسلام کے طریقہ پر قبلہ رو رکھی ہوئی تھی اور بایاں ہاتھ ستر عورت پر رکھا تھا آدھ گز سوتی کپڑا ستر کے اوپر رہ گیا تھا۔ اسکے اعضاء میں سے جو کچھ زمین پر لگا ہوا تھا وہ بوسیدہ ہوگیا تھا اور بکھر گیا تھا اور بقیہ سالم تھا اور آنکھیں بند تھیں اور دانتوں میں ایک اوپر اور ایک نیچے لبوں میں دکھائی دے رہا تھا اور کان جو زمین سے لگا ہوا تھا تھوڑی سی گردن کے ساتھ مٹی کھا گئی تھی اور ہاتھ پاؤں کے ناخن درست تھے۔ لیکن زخم معلوم نہ ہوا اور اس ملک کے بڈھوں سے یہ دریافت ہوا کہ چنگیز خان اور سلطان جلال الدین کی لڑائی میں ۶۱۸ھ ہجری میں وہ شخص شہید ہوا تھا۔ اور اس وقت سے اس جگہ اسی طرح پڑا ہے۔ معتمد خان نے یہ بات تحقیق کرنے کے بعد خدمت میں آکر حقیقت بیان کی۔ بادشاہ اس ملک کا انتظام اور

شکار اور اس گلزار کی سیر گلگشت کرنے کے بعد ہندوستان کو لوٹا۔

ذکر در بیان در آمدن نور جہاں بیگم زوجہ شیر افگن خان بحرم سرائے شاہی

شیر افگن خان کا علی قلی نام تھا۔ قوم استجلو میں اسمٰعیل میرزا خلف شاہ طہماسپ صفوی پادشاہ ایران کا سفیرچی تھا۔ جب اسمعیل میرزا مر گیا تو علی قلی مذکور قندہار کے راستہ سے اکبر پادشاہ کے زمانہ میں ہندوستان آیا۔ ملتان میں پہنچے پر اوّل عبدالرحیم خانخاناں سے جو ٹھٹھہ کی مہم پر جارہا تھا ملاقات کی اور خانخانان نے اسکی حقیقت پادشاہ کے حضور میں لکھ کر اسکو بندگان پادشاہی کے زمرہ میں غائبانہ داخل کر دیا اور اپنے ساتھ رکھا اس نے اس مہم میں کارہائے نمایاں کئے۔ فتح ٹھٹھہ کے بعد جب اکبر کے حضور میں پہنچا۔ خانخانان کے التماس کے بموجب منصب شایاں سے سرفراز ہوا اور اسی وقت شیر افگن خان کے خطاب سے مخاطب ہو کر صوبہ بنگالہ میں جاگیر پائی اور اسی زمانے میں نور جہاں بیگم اسکے نکاح میں آگئی اسکے ساتھ رہتی تھی۔ چونکہ غیور طبع تھا اور جہانگیر نے عہد جوانی میں نور جہاں بیگم اکبر کی حرم سرا میں جو کسی تقریب سے اپنی ماں کے ساتھ گئی تھی دیکھا تھا اور عاشق ہو گیا تھا۔ تخت سلطنت پر بیٹھنے اور ضروری امور انجام دینے کے بعد قطب الدین کوکلتاش کو جو شیخ سلیم چشتی کا پوتا تھا بنگالہ کی صوبہ داری پر مقرر کر کے پوشیدہ طور سے کہا۔

صفحہ ۱۲۹ کہ نور جہاں بیگم کو شیر افگن خان سے طلاق دلوا دے اور اگر طلاق نہ دے تو اسکو کسی بہانے سے ٹھکانے لگادے اور نور جہاں کو حضور میں بھیج دے۔ قطب الدین خان نے بنگالہ میں پہنچ کر کچھ عرصہ بعد بردوان کو روانہ ہو گیا۔ شیر افگن خان جو ان حدود میں جاگیر رکھتا تھا استقبال کے لئے آیا اور ملاقات کے بعد قطب الدین خان کوکلتاش نے اسکی جرات و غیرت کے خوف سے اوّل تو اپنا مطلب اشارہ میں بیان کیا اور جب شیر افگن خان نہ سمجھا تو کھل کر بیان کیا۔ شیر افگن خان جب سمجھا کہ معاملہ اس حد سے گزر چکا ہے کہ اسکا علاج کیا جاسکے ناچار فرط غیرت اور اپنی جانبازی کی شجاعت سے نور جہاں بیگم کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر کے اول قطب الدین خان کے وہیں تلوار سے دو ٹکڑے کر دیئے۔ قطب الدین خان کے آدمی اس پر ٹوٹ پڑے۔ اس نے داد غیرت اور دلاوری دیکر چند آدمیوں کو مار ڈالا اور خود زخمی ہو کر نکل بھاگا اور گھر کا راستہ لیا تاکہ نور جہاں بیگم کو بھی ختم کر دے۔ نور جہاں عقل سے سمجھ گئی اور دروازہ بند کر دیا یہاں تک کہ قطب الدین کے آدمیوں نے پہنچ کر اسکا کام تمام کر دیا۔ نور جہاں غیاث بیگ مخاطب بہ اعتماد الدولہ کی بیٹی ہے اور وہ خواجہ محمد شریف طہرانی

کا بیٹا ہے۔ خواجہ ابتدا میں محمد خان تکلو حاکم ہرات کا دیوان تھا۔ جس نے شیر شاہ سے شکست کھا کر ہمایوں کے عراق
جانے کے وقت شاہ طہماسپ کے حکم کے بموجب خدمات شائستہ کی تھیں۔ شاہ طہماسپ کا فرمان ضیافت
و مہمانداری کے بارہ میں جو اکبر نامہ میں داخل ہے اسی محمد خان کے نام ہے۔ محمد خان مذکور کی وفات کے بعد خواجہ
محمد شریف شاہ طہماسپ کی خدمت میں پہنچ کر وزارت سے سرفراز ہو گیا۔ جب فوت ہو گیا تو اسکے دونوں بیٹے غیاث
بیگ اور محمد طاہر بیگ ہندوستان آ گئے۔ غیاث بیگ کے ساتھ دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ قندھار میں پہنچنے
کے بعد دوسری لڑکی یعنی نور جہاں بیگم پیدا ہوئی اور وہاں سے روانہ ہو کر فتح پور سیکری میں پیدا ہو کر اکبر کی ملازمت کی۔
اور اپنی شاعری اور خوشنویسی اور محرری کی استعداد کی وجہ سے بہت تھوڑی مدت میں دیوان بیوتات ہو گیا۔ چونکہ ہر قسم
کے علوم کا جامع تھا روز بروز اسکا مرتبہ بلند ہوتا گیا۔ اسی زمانہ میں نور جہاں کی شیر افگن سے شادی کر دی الغرض
حضور کے عملہ نے جو بنگال میں تھا جہانگیر کے حکم سے نور جہاں کو دارالسلطنت کو روانہ کر دیا۔ اور چونکہ جہانگیر
اکثر بیہوش اور شراب کے نشہ میں مدہوش رہتا تھا باوجود اس تمام عشق کے اپنے معشوق سے غافل اور بیخبر
تھا۔ یہاں تک کہ اسکی ماں مع اپنی بیٹی کے اکبر کی بیوی کی خدمت میں جس نے جہانگیر کو پالا تھا دوڑی ہوئی گئی اور
جہانگیر نے وہاں دیکھ کر پہچان لیا اور اس سے نرد عشق سر کے ساتھ کھیلی اور جلوس کے چھٹے سال حرم سرائے بادشاہی
میں داخل ہو گئی۔ پہلے نور محل خطاب پایا۔ **صفحہ ۱۲۱** اسکے بعد نور جہاں بیگم سے مخاطب ہوئی اور آخر کار یہاں تک
نوبت پہنچی کہ بادشاہ ہاتھ سے دل دے کر اسکے پیچھے از خود رفتہ ہو گیا۔ اور مہام سلطنت کی باگ اس
کے ہاتھ میں دیدی۔ **شعر**

(۱) جام محبت سے اسقدر مست ہو گیا کہ تمام کام ہاتھ سے نکل گئے
(۲) عشق کے ہاتھ نے آنکھیں بند کر دیں۔ عشق کے متوالے کے ساتھ عقل کا کیا کام ہے
(۳) اس کا دل فقط محبوب میں مشغول تھا۔ اسکو نہ دنیا کی فکر تھی نہ کسی کی پرواہ تھی۔
(۴) اسکے پیمان کی قید میں جان کے ساتھ تھا اور اس کے حکم کے بغیر سانس نہیں لیتا تھا۔

نور جہاں بیگم عورتوں میں ممتاز اور اکثر صفات میں بے نظیر اور بے مثل تھی اور فرط شعور سے عقل میں
مردوں پر فوقیت رکھتی تھی۔ اسکی طبیعت موزوں اور اسکے بعض اشعار زبان زد روزگار ہیں۔ رفتہ رفتہ نوبت
بہ اینجا رسید کہ بادشاہ برائے نام رہ گیا اور بادشاہ اکثر کہا کرتا تھا کہ سلطنت نور جہاں بیگم کو مبارک ہو مجھے
تو شراب کی صراحی اور ذرا سا کھانا کافی ہے اور کچھ نہیں چاہئے۔ نور جہاں بیگم جھروکہ میں بیٹھتی اور امرا حاضر ہو کر
سلام اور آداب بجا لاتے تھے۔ جو فرمان ممالک محروسہ کے متعینہ امرا کے نام لکھے جاتے تھے۔ ان کے
طغرا پر اس طرح دستخط ہوتے تھے۔ "حکم علیہ مہد علیا نور جہاں بادشاہ" اور

مہر کا سجع یہ تھا۔ **شعر**

خدا کے حکم سے نورجہاں جہانگیر بادشاہ کی ہمدم و ہمراز ہوئی ہے۔

اگرچہ خطبہ بیگم کے نام کا نہ تھا لیکن سکہ اسکے نام کا بنایا جاتا تھا اور سکہ کے نقوش یہ تھے۔ **شعر**

زر نے شاہ جہانگیر کے حکم کے بموجب نورجہاں بادشاہ بیگم کے نام سے سینکڑوں آرائشیں پائیں۔

اس کا باپ خطاب اعتمادالدولہ اور وکالت کل کے منصب والا سے سرفراز تھا اور بیگم کا بڑا بھائی اعتماد خان کے خطاب سے مفتخر اور میر سامان کی خدمت پر مامور تھا۔ کچھ دنوں بعد آصف خان کے خطاب سے ممتاز ہوگیا اور اسکے تمام عزیز اور قریب مناصب بلند اور مراتب ارجمند سے ممتاز تھے بلکہ اسکے غلام اور خواجہ سرا خطاب خانی اور ترخانی سے مخاطب ہوکر اپنے معصروں اور ہم مثلوں میں سربلند تھے۔

ذکر در بیان بازآمدن خان عالم از ایلچی گری ایران

سنہ ۱۰ جلوس بادشاہی میں خان عالم ایران سے واپس ہوکر دولت حضور حاصل کرنے سے معزز ہوا۔ اور زنبیل بیگ ایلچی شاہ عباس فرمانروائے ایران کا بھیجا ہوا خان عالم کی ہمراہی میں حضور میں پہنچ کر سرفراز ہوا۔ صفحہ ۱۲۱
جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ شاہ ایران نے خانعالم پر بڑی مہربانی کی اور کبھی خان عالم خطاب فرماتے تھے اور اسکی مصاحبت سے خوش ہوتے تھے یہاں تک کہ ایک مرتبہ اسکے گھر نزول اقبال فرمایا اور واپسی کی اجازت کے بعد جب خان عالم نے شہر کے متصل منزل کی تو شاہ عباس نے وہاں آکر مراسم وداع ادا کئے اور کہتے ہیں کہ ابتدا سے لیکر آج کے دن تک ہندوستان کے کسی ایلچی نے سفارت کے مراسم اس خوبی سے ادا نہیں کئے۔ اسوجہ سے بادشاہ جہانگیر اور نورجہاں بیگم نے خان عالم کو بہت سی عنایت الطاف سے سرفرازی فرماکر منصب اور دیگر رعایات شائستہ سے خوش کیا۔

ذکر نہضت جہانگیر بسیر و شکار احمد آباد گجرات

سنہ ۱۲ جلوس میں بادشاہ احمدآباد گجرات کی سیر کے لئے نکلا۔ قطع مسافت کے بعد شہر مذکور میں نزول فرمایا۔ اگرچہ اس ملک کی آب و ہوا مزاج کے لئے ناگوار ہوئی اور اس صوبہ کی سیر سے مکدر ہوا مگر دریائے شور کی تفریح جو احمدآباد سے تیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اس تمام کدورت کے رفع اور انبساط خاطر کا باعث ہوئی۔

خیرالنساء بیگم بنت خانخانان نے التماس کیا کہ خانخانان کا باغ گجرات کے متصل ہے۔ اس ضعیفہ کی آرزو یہ تھی کہ اس باغ میں بادشاہ کی ضیافت کر کے سرفرازی حاصل کروں۔ اسکی درخواست قبول ہوئی۔ چونکہ موسم خزاں تھا۔

درختوں کے پتے جھڑ گئے تھے اور درخت سر سے پا تک برہنہ تھے۔ **مثنوی**

(۱) ہر درخت سر سے پاؤں تک اپنی بے برگی کی وجہ سے برہنہ تھا۔

(۲) درختوں کے پتے جھڑ گئے تھے۔ زمین اشرفیوں سے پٹ گئی تھی۔

اس عفت سرشت نے باغ کے آراستہ کرنے میں اتنی زیادہ کوشش کی کہ ہوشیار کاریگروں اور بدیع کار ہنرمندوں نے ہر درخت کو جو اس باغ میں تھا اسکے پتے اور پھول رنگ برنگ کے کاغذ سے اور میوے موم سے اسی رنگ اور شکل اور جسم کے پکے اور کچے اور ادھ کچرے آراستہ کئے۔ اور میوہ کی قسموں سے نارنگی اور لیموں اور سیب اور انار اور آڑو وغیرہ درختوں پر بنائے اور اسی طرح سرخ پھول اور خوشبودار پھول اور رنگین پھولوں کی قسمیں پتے اور شاخوں کے ساتھ کاغذ اور رنگین کپڑوں سے بنائے کہ عین خزاں میں بہار کا سماں پیدا ہو گیا۔ اور خوبصورت پھول شگوفہ بہاری پر ہنسنے لگے اور دست ہوس نے ان کی شاخوں سے پھل اور پھول چننے یہاں تک کہ بادشاہ بھی بادی النظر میں مشتبہ ہو کر چاہتا تھا کہ پھول توڑے پھر متنبہ ہو کر اس ضعیفہ عفیفہ کے حسن سلیقہ اور کار گراں جادو فن کی تحسین و آفرین کی اور وہاں سے دار الخلافت آگرہ کو لوٹا۔

ذکر ولادت شہزادہ محمد اورنگ زیب ولد شاہزادہ خرم مشہور بشاہجہان

صفحہ ۱۳۲ اس سے پہلے شہزادہ کی حرم سرا میں عفت قباب ممتاز محل بنت آصف خان سے ۱۹ صفر سال دہم جلوس میں سلطان دارہ شکوہ اور چودہویں جمادی الاولی سال یازدہم کو سلطان شجاع پیدا ہوئے تھے۔ بادشاہ کے گجرات سے لوٹتے وقت موضع دمود کے حوالی میں شب یکشنبہ دوازدہم آبان ماہ الہی مطابق یازدہم ماہ ذی القعدہ سال سیزدہم جلوس میمنت مانوس موافق ۱۰۲۷ھ ہجری کو محمد اورنگ زیب پیدا ہوا۔ "آفتاب عالمتاب" اسکی تاریخ تولد ہے۔

ذکر در بیان مقرر شدن منارہ و چاہ و درختاں در شاہراہ و عمارات جہانگیر آباد در لاہور

سال چہاردہم جلوس میں حکم ہوا کہ اکبر آباد سے لاہور تک شاہراہ میں ہر کوس کے فاصلہ پر ایک بلند منارہ

اور ہر دو کوس پر ایک پختہ کنواں تاکہ پیاسے اس سے سیراب ہو سکیں تیار کریں اور رستہ کے دونوں طرف سایہ دار اور پھلدار درخت لگائیں۔ تاکہ راہروان کے سایہ میں آرام پائیں اور ان کے پھل کام خواہش میں پہنچائیں۔ اگرچہ شاہراہ میں درختوں کا لگانا شیر شاہ کی اختراع ہے۔ لیکن جہانگیر کے عہد میں بھی تجدید ہوئی۔ حکمبرداروں نے تھوڑے ہی عرصہ میں تیار کر دیئے۔ بادشاہ نے شاہزادگی کے زمانے میں پنجاب میں شیخوپور نام گاؤں ساسویلی کے متصل اپنے نام پر آباد کیا تھا۔ وجہ تسمیہ شیخ پور کی یہ ہے کہ جہانگیر کو بچپن میں شیخ سلیم چشتی کے نام کی مناسبت سے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انکی دعا سے پیدا ہوا تھا سلطان شیخو کہتے تھے اور ایک مختصر سی عمارت وہاں بنا کر اسکے حوالی میں شکارگاہ مقرر کی تھی۔ اپنی سلطنت کے زمانہ میں اسکو علیحدہ پرگنہ کر کے جہانگیرآباد نام رکھا۔ اور قرب وجوار کے پرگنوں سے دیہات نکال کر اس پرگنہ میں داخل کر کے سکندر قراول کی جاگیر میں مرحمت کر دیا تھا۔ اور اس نے بادشاہ کے حکم کے بموجب عظیم الشان عمارتیں اور بڑے بڑے تالاب اور بلند مینار بنائے اور سکندر کے بعد ارادت خان کی جاگیر میں مقرر ہو گیا اور عمارات کا انتظام اسکے ذمہ قرار پایا۔ صفحہ ۱۳۴ اور کل ملاکر ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ صرف ہوا اور اسی سال دولت خانہ دارالسلطنت لاہور مشتمل پر اقسام نشیمن دلکشا و انواع اماکن نزہت افزا نہایت مضبوطی سے آراستہ ہوا اور آٹھ لاکھ روپیہ خرچ ہوا۔

ذکر در بیان احوال تنباکو و منع دور کشیدن آن

اگرچہ اسکے آنے کا آغاز جزائر فرنگ سے ہوا اور اطبا نے اسکی کیفیات تجویز اور تشخیص کر کے اس کا پینا بعض امراض میں مفرد طریقے سے مناسب سمجھا تھا رفتہ رفتہ مرغوب طبائع ہو گیا۔ لیکن فرنگ سے کم لایا جاتا تھا چند روز بعد اسکا بیج بھی لے آئے۔ ممالک ہند میں کاشتکاروں نے جنگل کے جنگل بو کر فائدے اٹھائے۔ اور اسکی آمدنی دوسری جنسوں سے فوقیت لے گئی۔ خصوصاً جہانگیر بادشاہ کے عہد میں بہت رواج پایا۔ اسکے پینے کا ہر ایک آرزو مند ہوا یہاں تک کہ تمام ماکولات و مشروبات سے سبقت لے گیا پیالوں کا عمدہ ترین تحفہ اور اخلاص مندوں کا بہترین تحفہ ہو گیا اور اسکی عادت اسقدر زبردست ہو گئی کہ اس کا طالب کھانا چھوڑ سکتا ہے لیکن تنباکو سے پرہیز دشوار ہے۔ جتنی اسکی تلخی زیادہ ہوتی ہے۔ اتنا ہی طالبوں کے ذائقہ میں گوارا اور نرخ گراں ہوتا ہے۔ شعر

ایسے بہت ہیں جو اسکو دل وجان سے چاہتے ہیں اور ایسے کم ہیں جو اسکو کم چاہتے ہیں۔

اس کا نفع و نقصان زیادتی شہرت کی وجہ سے اظہار کا محتاج نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ جب زیادہ رواج پا گیا جہانگیر نے اسکی مخالفت کی کوشش کی اور ناظمان ممالک کو تاکیدی فرمان اسکی خرید و فروخت کے دفع و منع

کرنے کے بارہ میں جاری گئے اور مزید تاکید اور پاس حکم کی وجہ سے اکثر لوگوں کو جنہوں نے باوجود صدور حکم اس کے
پینے کی جرات کی شہر لاہور میں تشہیر کرایا بلکہ بعضوں کے لب کٹوا دیئے مگر چونکہ لوگ کثرت سے عادی اور راغب
ہو گئے تھے کچھ فایدہ نہ ہوا اور کسی نے ترک نہ کیا

ذکر دربیان بعضے از بدائع سوانح

جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں خبر پہنچی کہ اکبرآباد میں ایک عورت کے تین لڑکیاں ایک دم کہ جڑواں ہونے
کے لحاظ سے عجیب بات ہے اس سے پہلے پیدا ہوئی تھیں اب پھر ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ایک مرتبہ پیدا ہوئیں
اور سب زندہ ہیں۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا کہ ایک سنار کی عورت پہلی مرتبہ حاملہ ہوئی اور بارہ مہینے کے بعد
بچہ ہوا اور دوسرے حمل سے اٹھارہ مہینے کے بعد اور تیسری مرتبہ دو سال کے بعد بچہ ہوا۔ صفحہ ۱۲۴
اور اس مدت میں تمام گھر کا کاروبار جیسا کہ غریب آدمیوں کا دستور ہے کرتی رہی اور کسی صورت سے اسکو وقت اور
تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے ایک باغبان کی لڑکی دیکھی جسکے گھنی داڑھی اور مونچھیں تھیں۔ بظاہر
مردوں سے مشابہ تھی اور اسکی داڑھی ایک بالشت سے زیادہ اور سینہ کے درمیان بھی گھنے بال تھے مگر پستان ندارد
ایک عورت کو حکم دیا کہ اسکو گوشہ میں لے جاکر ستر کھول کر حقیقت حال کو عرض میں پہنچاے کہ شاید خنثیٰ ہو معلوم
ہوا کہ محض عورت ہے۔ اور انہی دنوں میں ایک قلندر نے ایک قوی ہیکل شیر کو پرورش کر کے اپنے سے ہلا لیا تھا۔
اور لعل خان نام رکھا تھا بادشاہ کے سامنے لایا گیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اس سے لڑے۔ ایک خلق کثیر تماشا کے لئے
جمع ہو گئی۔ جوگیوں کی ایک جماعت بھی تماشے میں محو تھی۔ شیر دوڑ کر ایک جوگی سے جو برہنہ تھا کھیلنے کے طریقہ سے
نہ کہ غصہ کے طرز سے جس طرح اپنی مادہ سے جفتی کھاتا ہے حرکت کرنے لگا اور پھر انزال ہو گیا۔ حکم ہوا کہ اس
شیر کا طوق اور زنجیر کھول کر جھروکہ کے نیچے سے نکالے۔ اسی طرح تقریباً پندرہ شیر نر و مادہ جھروکہ کے نیچے
سے گزرے اور شیر کسی کو آزار نہیں پہنچاتے تھے۔ اور ان شیروں کے بچے پیدا ہوئے اور بعض بچے چیتے جھروکہ
کے باغ میں چھوڑ رکھے تھے جن سے تولد و تناسل ہوتا تھا۔ خبر پہنچی کہ حکیم علی نے اپنے گھر میں ایک حوض بنایا
ہے۔ اور اسکے ایک گوشہ میں پانی کے نیچے ایک مکان بنایا ہے۔ نہایت روشن اور اس مکان میں چند
کپڑے اور کتابیں رکھی ہیں اور ایسی تدبیر کی ہے کہ پانی کو ہوا اس میں داخل نہیں ہونے دیتا۔ جو شخص چاہتا
ہے کہ اس مکان کو دیکھنے جائے برہنہ ہو کر لنگی باندھ کر نیچے اتر جاتا ہے اور اس کمرہ میں جاکر تر لنگی اتار کر
خشک کپڑے جو وہاں رکھے ہیں پہن لیتا ہے۔ اس کمرہ میں بارہ آدمیوں کی جگہ ہے جو باہم بیٹھ کر گفتگو کر سکتے
ہیں۔ جہانگیر اس کمرہ کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گیا اس طریقہ سے جیسا کہ لکھا گیا۔ اور جس طرح سنا تھا

دیکھ کر خوش ہوا اور حکیم علی کو کہ دو ہزاری منصب عطا ہوا ایک مرتبہ جالندھر کے کسی گاؤں میں پنجاب کے علاقہ میں بجلی گری اور بارہ گز لمبی چوڑی زمین اسطرح جل گئی کہ گھاس اور سبزہ کا نشان نہ رہا۔ محمد سعید حاکم جالندھر اس زمین پر پہنچا اور اسکے کھودنے کا حکم دیا۔ جتنا کھودتے جاتے تھے حرارت کا اثر زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ پانچ چھ گز کھودنے کے بعد ایک ٹکڑا گرم لوہے کا نکلا۔ اسقدر گرم تھا کہ گویا اسی وقت کرہ آتش سے نکلا ہے۔ جونہی ہوا لگی ٹھنڈا ہو گیا۔ اسکو بجنسہ بادشاہ کے حضور میں بھیجا۔ جب نظر سے گزر گیا تو داؤد لوہار کے حوالہ کیا گیا اس نے اسکے تین حصے اور لوہے کا ایک حصہ ملا کر دو تلواریں اور ایک خنجر اور ایک چھری بنا کر پیش کی۔ پسند ہوئی۔ والعلم عنداللہ تعالیٰ کہ لوہار نے اس آہن نما ٹکڑے سے دوسرا لوہا ملا کر یہ چیزیں بنائی تھیں یا بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے دوسرے لوہے سے بنا کر خوش کر دیا۔ **صفحہ ۱۲۵** ورنہ جیسا کہ معلوم ہے بجلی لوہے کا ٹکڑا نہیں ہے جس سے اس قسم کی چیزیں بنائی جا سکیں۔ (زمین میں کوئی لوہے کا ٹکڑا دفن ہوگا جس نے بجلی کو اپنی طرف کھینچ لیا اور جب تک اسکو ہوا نہیں لگی وہ دہکتا رہا۔ جب نکالا تو سرد ہو گیا اور لوہار نے بیشک اسی کی تلواریں بنائیں۔ جو باتیں زمانہ قدیم میں خرق عادت سمجھی جاتی تھیں وہ آج کل بچہ بچہ جانتا ہے۔ ایک موجودہ سائنسدان کے لئے معجزے اور کرامتیں کچھ عجیب بات نہیں سچ فرمایا ہے العلم و حجاب الاکبر۔ مترجم) ایک مرتبہ بادشاہ قصبہ متھرا میں ایک خدا پرست فقیر سے ملنے کے لئے گیا۔ جس کو لوگ درگاہ الہی میں پہنچا ہوا جانتے تھے اور اسکی خارق عادت باتیں بیان کرتے تھے اور اسکے بعض اعمال کو سحر و جادو بتاتے تھے۔ جب نماز شام کا وقت ہوا تو جب فقیر نماز سے فارغ ہوا تو پانچ اور فقیروں نے اس فقیر کے سامنے جوان کا پیر تھا کھڑے ہو کر دعا کے ہاتھ درگاہ قاضی الحاجات میں اٹھائے۔ یکایک آسمان میں سے اس کے سر پر زرپاشی کے طریقہ پر سات سو اشرفیاں یکے بعد دیگرے برسیں درویش نے نصف اشرفیاں بادشاہ کو دے کر کہا کہ خزانہ میں رکھ دینا کبھی کمی نہ ہوگی اور نصف اپنے مصاحبین کو بانٹ دیں۔ بادشاہ متعجب ہو کر رخصت ہوا۔ راستہ میں خیال آیا کہ افسوس میں نے درویش کے ہاتھ نہ چومے۔ اسی اثنا میں اس درویش کے خادم نے آکر کہا کہ آپ کی دست بوسی درویش تک پہنچ گئی۔ یہ بات مزید تعجب کا باعث ہوئی اور کہا کہ اس قسم کے امور آیا کرامت ہیں یا جادوگری یا جن دیوں کے اثرات میں سے اور راز کی حقیقت معلوم کرنی چاہی معلوم ہوا کہ اسکی صفائی باطن اور حسن اخلاص اعمال کا نتیجہ ہے

نظم

(۱) اگر کامل مٹی اٹھا لے تو سونا ہو جائے اور ناقص آدمی کی تو چاندی بھی راکھ ہو جاتی ہے

(۲) پتھر چاہے خارا ہو یا مرمر ہو۔ جب صاحب دل کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ تو گوہر ہو جاتا ہے۔



ذکر در بیان رسیدن بازیگران بنگالہ و تماشائے انواع بازیہائے حیرت افزا

بازیگروں نے پہلے پھل دینے والے درختوں کی اقسام کے بیج زمین پر ڈال کر سو مرتبہ ان کے گرد گھومے اور منتر پڑھے ایک دم چند جگہ سے درخت اگنے شروع ہوئے اور چشم زدن میں توت سیب اور ناریل آم اناس انجیر کھجور اور لونگ وغیرہ کے درخت جو ان ملکوں اور اطراف میں نہیں ہوتے نمودار ہو گئے اور آہستہ آہستہ بلند ہو کر حد کمال کو پہنچ گئے اور پتے نکل کر پھول کھلے اور میوے لگ کر پک گئے اور بازیگروں نے التماس کیا کہ اگر حکم ہو تو ان درختوں کے میوے توڑ کر کھلائیں۔ حکم ہوا کہ کھلائیں۔ درختوں کے گرد گھوم کر اور منتر پڑھ کر آم سیب توت اناس اور انجیر وغیرہ توڑ کر حضور میں لائے۔ حاضرین محفل نے بموجب حکم کھائے اور مزے اڑائے

صفحہ ۱۳۶ اسکے بعد چند پرندے نہایت زیبا اور خوش رنگ اور گانے والے ان درختوں کی شاخوں پر ظاہر ہوئے اور وہ تمام پرندے ان درختوں پر گانے لگے۔ ایک گھنٹہ بعد اس بے بنیاد باغ میں خزاں آنے لگی اور پتے زرد اور خشک ہو کر زمین پر گر گئے اور نظر سے غائب ہو گئے۔ دوسرے اس رات میں جو نہایت سیاہ اور تاریک تھی ایک بازیگر ننگا ہو گیا اور سوائے ستر پوشی کے اور کوئی چیز اسکے پاس نہ تھی۔ چند قلا بازیاں کھائیں اس کے بعد ایک چادر لی اور آئینہ چادر کے بیچ میں رکھا اور اسکی شعاع سے دن کی مانند روشنی ہو گئی اور اسقدر نور اور روشنی پھیل گئی کہ دس دن کے راستہ سے جو شخص آیا اس نے بیان کیا کہ فلاں رات میں عجیب بات دکھائی دی اور آسمان سے ایسا نور برسا کہ ہم نے دن میں بھی ایسی روشنی نہیں دیکھی۔ پھر سات آدمیوں نے کھڑے ہو کر اس طرح گانا بجانا شروع کیا کہ تمیز نہیں ہوتی تھی کہ ایک گا رہا ہے یا سات آدمی۔ پھر سو تیر ہوائیں چھوڑے اور آسمان میں معلق رکھ کر کہتے تھے کہ جس وقت حکم ہو تو ایک تیر میں آگ لگا دیں اور حسب حکم شمع ہاتھ میں لے کر ہوائی تیر میں جو ان کے سر پر سو گز کے قریب بلکہ زیادہ ہی ہو گا آگ لگا دیتے تھے اور جس قدر تیر کو حکم دیتے تھے جلتا جاتا تھا۔ پھر پچاس تیر پیکاندار اور ایک کمان منگائی۔ ایک نے ان میں سے کمان ہاتھ میں لی اور تیر چلایا۔ آسمان میں بلند ہو کر وہیں ٹھہر گیا ایک اور تیر چلایا جو پہلے تیر کے ساتھ جڑ گیا۔ اسی طرح انتالیس تیر جوڑ دے۔ آخری تیر جو شست سے نکلا اس نے سب تیروں کو الگ کر دیا۔ پھر بیس من گوشت اور چاول اور مصالحہ دیگ میں ڈال کر اس میں پانی بھی ڈالا اور چولھے کے نیچے آگ نہ تھی مگر دیگ خود بخود دیکنی شروع ہو گئی اور کچھ دیر بعد دیگ کا ڈھکنا کھولا اور تقریباً سو ڈونگے کھانا نکالا اور لوگوں کو کھلایا۔ پھر خشک زمین میں فوارہ لگایا اور تین مرتبہ اسکے گرد پھرے فوارہ ایکدم ابلنے لگا

دس گز کے قریب بلند ہو گیا اور ہر لحظہ فوارہ میں سے نئے رنگ کا پانی نکلتا تھا اور پھول جھڑتے تھے اور فوارہ کا پانی جو زمین پر گرتا تھا اس سے زمین تر نہیں ہوتی تھی ایک گھنٹہ تک فوارہ چلتا تھا۔ جب فوارہ اٹھایا تو کہیں پانی کا نشان نہ تھا۔ اور پھر زمین میں فوارہ لگایا تو ایک سرے سے پانی نکلتا تھا اور دوسرے سرے سے شعلے نکلتے تھے۔ قریب دو گھڑی کے تماشا کیا۔ پھر ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور دوسرا شخص اسکے کندھوں پر کھڑا ہوا۔ اسی طرح ساٹھ آدمی ایک دوسرے پر کھڑے ہو گئے۔ ایک شخص نے آکر پہلے شخص کے پاؤں مع دوسروں کے اٹھا لئے اور پہلا شخص زور کر کے اسکے ہاتھوں سے نکل گیا اور انسٹھ آدمیوں کو اٹھا کر ان کے بیچ میں ہو گیا۔ پھر ایک آدمی کو لائے اور اس کا ایک ایک عضو جدا کر کے زمین پر ڈال دیا۔ اسکے عضو زمین پر پڑے تھے۔ **صفحہ ۱۲۷** پھر اس پر چادر ڈال دی ایک بازی گر اسکے اندر گیا اور ایک گھنٹہ بعد نکلا۔ جب کپڑا اٹھایا تو وہ شخص صحیح و سالم تندرست نکلا گویا اسکے بدن پر کہیں زخم ہی نہ تھا۔ پھر رسی کا ایک کلاوہ (انٹا) لیکر اور کلاوہ کا سرا لے کر آسمان میں پھینک دیا اور وہ نظروں سے غائب ہو گیا اور ایک تار دکھائی دیتا تھا۔ ایک شخص ان میں سے ہتھیار بند آیا اور کہا کہ میرے دشمن آکر آسمان میں کھڑے ہیں اور رسی کا سرا پکڑ کر جو اس طرف دکھائی دے رہا تھا آسمان پر چڑھ گیا یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ ایک گھنٹہ بعد رسی کے تار سے خون ٹپکا اور اسکے بعد ایک ایک کر کے اسکے بدن کے تمام اعضا اور سر اور ہتھیار زمین پر گر گئے۔ اسوقت اسکی بیوی پردہ سے باہر نکلی اور اپنے شوہر کے اعضا جدا جدا دیکھ کر رونے لگی اور ستی ہونے کی یعنی اپنے شوہر کے ساتھ جلنے کی اجازت مانگی اور آگ جلا کر اپنے شوہر کے ساتھ جل گئی ایک گھنٹہ نہ گزرا تھا کہ وہ شخص اسی طرح سے ہتھیار بند آسمان کے اوپر سے رسی کے تار پر سے اترا۔ اور سلام کر کے کہا کہ بادشاہ کے اقبال سے دشمنوں پر فتح پائی ہے اور جو اعضا گرے تھے وہ دشمن کے تھے۔ جب اپنی بیوی کی حقیقت سے واقف ہوا تو نالہ و فریاد کرنے لگا اور دوستوں سے کہا میری بیوی کو لاؤ ورنہ خود آگ میں گر کر جل جاؤں گا اور جلنے کے مستعد ہو گیا۔ اسی اثنا میں اسکی بیوی نے آکر کہا۔ اے شوہر خودکشی مت کر میں زندہ ہوں۔ پھر ایک تھیلی لا کر ڈال دی جس میں کچھ نہ تھا۔ پھر اس میں ہاتھ ڈال کر دو مرغ نکالے بڑے بڑے خوش رنگ اور دونوں مرغوں کو لڑایا۔ جب یہ مرغ لڑتے تھے تو ان کے بازوؤں سے شعلے نکلتے تھے اور ایک گھنٹہ تک لڑتے رہے۔ جب ان مرغوں پر پردہ ڈال کر ہٹایا تو ایک چکور نکلی جو گانے اور قہقہے لگانے لگی۔ گویا پہاڑ کے دامن میں ہیں۔ پھر جب پردہ ڈال کر ہٹایا تو دو سیاہ سانپ پھن والے نکلے جن کی پیٹھ سرخ رنگ کی اور منہ کھلے ہوئے اور زمین سے پھن اٹھائے ہوئے ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور مست ہو کر گر پڑے پھر غائب ہو گئے۔ پھر زمین میں ایک حوض کھودا اور کہا کہ سقے (ماشکی) پانی سے بھر دیں جب بھر گیا تو اس پر پردہ ڈال کر ہٹایا۔ تو پانی برف کی طرح جم گیا تھا ایسا کہ اس پر سے ہاتھی گزرے اور نہ ٹوٹا پھر دو خیمے ایک دوسرے

کے سامنے ایک تیر انداز کے فاصلہ پر کھڑے کئے۔ پہلے خیمہ کا دامن اٹھایا اور کہا کہ دیکھئے کہ خیمہ میں کوئی چیز نہیں ہے اور خیمہ خالی ہے اسکے بعد ایک شخص خیمہ میں گیا اور دوسرا دوسرے خیمہ میں داخل ہوا اور انہوں نے کہا کہ چرندوں اور پرندوں میں سے جن کو آپ حکم دیں اس خیمہ سے نکالکر لڑادیں۔ حکم ہوا کہ شتر مرغ کو نکالیں۔ فی الفور ان خیموں سے دو شتر مرغ باہر نکلے اور ایک دوسرے سے لڑے۔ مختصر یہ کہ ہر جانور کو جس کا نام لیا جاتا تھا۔ بازیگر حاضر کر دیتے تھے۔ صفحہ ۱۲۸ پھر ایک بڑا طشت پانی سے بھرا اندر زمین پر رکھ دیا۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پھول تھا کہا کہ جس رنگ کا فرمائے اسی رنگ کا پانی میں ڈبو کر نکال لاؤں۔ پھول زرد تھا پانی میں ڈال کر نارنجی ہو گیا اور اسی ایک پھول کو سو مرتبہ پانی میں ڈال کر نئے رنگ کا نکالا۔ اسی طرح سفید سوت کا کلاوہ (انٹیا) اسی پانی میں ڈبویا تو سرخ ہو گیا دوبارہ زرد ہو گیا۔ اسی طرح ہر مرتبہ جب اس سوت کو پانی میں ڈالا ہر مرتبہ نیا رنگ نکلا۔ پھر ایک چار پہلو والا پنجرہ لایا ایک طرف دکھایا تو اس پنجرہ میں خوش آواز بلبل تھی۔ پنجرہ کے دوسری طرف دکھایا تو اس مرتبہ طوطی کا جوڑا تھا۔ تیسری طرف ایک سرخ رنگ کا جانور۔ چوتھی طرف چکور کا جوڑا دکھائی دیا۔ پھر ایک قالین بچھایا خوبصورت اور رنگین۔ جب اس قالین کو پلٹا تو اتا بل سیدھا اور سیدھا بل الٹا ہو گیا۔ مگر رنگ اور ڈیزاین دوسرا۔ اگر سو مرتبہ الٹتے تھے تو ہر مرتبہ الٹا بل سیدھا ہو جاتا تھا اور الٹے بل پر نیا ڈیزائن دکھائی دیتا تھا۔ پھر ایک بڑا لوٹا پانی سے بھر کر اس کا تمام پانی گرا دیا پھر جب اسکو سیدھا کر کے لوٹا تو اس کے منہ سے آگ نکلی۔ اسی طرح چند مرتبہ اس میں سے پانی اور آگ نکالی۔ پھر ایک بڑی بوری لائے۔ جس کے دو منہ تھے۔ ایک بڑا تربوز لیا اور بوری کے اس سرے سے وہ تربوز اندر ڈالا اور دوسرے سرے سے انگور صاحبی اور کشمش نکالی۔ اسی طرح چند مرتبہ طرح طرح کے میوے اس سرے سے ڈالے اور دوسرے سرے سے دوسرے میوے نکالے۔ پھر ان لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور منہ کھولا اسکے منہ سے ایک سانپ کا سر نکلا اور دوسرے آدمی نے سانپ کا سر پکڑ کر کھینچ لیا تقریباً چار گز کا سانپ اسکے منہ سے نکلا۔ اسی طریقہ سے بیس سانپ اسکے منہ سے نکالے۔ اور سانپوں کو زمین پر چھوڑ دیا اور وہ سانپ ایک دوسرے سے لڑے اور لپٹ گئے۔ پھر ایک آئینہ لیا اور ایک پھول ہاتھ میں لیا۔ وہ پھول آئینہ میں ہر مرتبہ نیا رنگ دکھاتا تھا۔ پھر دس خالی مرتبان لئے اور ہر شخص نے دیکھا کہ مرتبان خالی ہیں۔ ایک گھڑی بعد مرتبان اٹھائے۔ ایک شہد سے بھرا ہوا دوسرا شکر سے بھرا ہوا اور اسی طرح ہر ایک میں نئی مٹھائی تھی اور وہ مٹھائیاں اہل مجلس نے کھائیں۔ پھر ایک گھنٹہ بعد مرتبان لائے تو سب ایسے خالی تھے کہ گویا کسی نے صاف کر کے دھو دیئے ہیں۔ پھر کلیات سعدی شیرازی لائے اور تھیلی میں ڈال کر نکالا تو دیوان حافظ نکلا۔ جب اسکو تھیلی میں ڈالا تو دیوان سلمان ساوجی نکلا۔ پھر جب تھیلی میں ڈالا تو دیوان انوری نکلا۔ اسی طرح چند مرتبہ کتاب کو تھیلی میں ڈالا اور ہر مرتبہ اور دیوان نکلا۔ پھر پچاس گز کے قریب زنجیر لے کر آسمان

میں پھینکی۔ وہ زنجیر آسمان میں سیدھی ٹھہر گئی گویا کسی جگہ بندھی ہوئی ہے اور ایک پتھر لیا وہ پتھر زنجیر پکڑ کر اوپر چڑھ گیا اور غائب ہو گیا۔ اسی طرح چیتے اور شیر اور بعض دوسرے جانور زنجیر کو پکڑ کر اوپر چڑھ گئے۔ صفحہ ۱۳۹ اور غائب ہو گئے۔ پھر زنجیر نیچے اُتار کر تھیلی میں ڈال دی۔ اس پتھر اور جانوروں کا نشان نہ معلوم ہوا کہ کہاں گئے اور کیا ہوا۔ پھر ایک بڑا طشت لائے جس میں میوہ اور لذیذ گوشت بھرا تھا۔ پھر اس پر سرپوش ڈھک دیا جب اٹھایا تو طشت میں فنولی کشمش بادام اور قیمہ بھرا ہوا تھا۔ پھر اس پر سرپوش رکھ دیا اس دفعہ سری پائے تھے۔ اسی طرح چند مرتبہ سرپوش ڈھکا اور اٹھایا ہر مرتبہ نئی کھانے کی چیز نکلی۔ ان میں سے ایک یاقوت کی انگشتری لایا اور اپنی چھنگلیا میں پہن لی۔ پھر چھنگلیا سے دوسری انگلی میں پہنی تو ہیرا ہو گیا۔ تیسری انگلی میں پہنی تو فیروزہ ہو گیا۔ پھر ایک سفید کاغذ کی بیاض لی اور بادشاہ کے ہاتھ میں دیدی سوائے سفید سادہ کاغذ کے کچھ نہ دکھائی دیا۔ اور پھر جب ایک منٹ بعد دیکھا تو پہلا صفحہ افشانی اور سنہری لوح بنی ہوئی دکھائی دی۔ دوسرا ورق کھولا کاغذ کا رنگ آسمانی افشاں کیا ہوا اور صفحہ کے اوپر ایک مرد اور عورت کی تصویر نہایت پاکیزہ ایک دوسرے کے سامنے کھینچی ہوئی تھی۔ دوسرا ورق کھولا زرد رنگ نہایت ہموار بہت افشاں کیا ہوا شیر اور گائے کا نمونہ دکھائی دیا۔ دوسرا ورق جو کھولا سبز رنگ افشاں کیا ہوا ایک باغ کا نمونہ اور بہت سے سرو کے درخت اور بے شمار پھول کھلے ہوئے باغ کے درمیان تھے۔ دوسرا ورق جو لیا تو سفید رنگ اور ایک لڑائی کا سین دکھایا تھا کہ دو سردار ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ جس ورق کو کھولتے تھے تو کاغذ کا رنگ جدا اور نئی تصویر اور نیا سین نظر آتا تھا۔ الغرض دو دن اور رات بازیگران جادوکار و نادرہ کاران سحر کردار نے بادشاہ کی طبیعت کو خوش کیا۔ پچاس ہزار روپیہ اور خلعت فاخرہ مرحمت کئے اور اسی طرح شاہزادہ خرم شاہ جہاں اور دوسرے شاہزادوں اور امیروں نے انعام دیئے۔ چنانچہ لاکھ روپیہ ان کو پہنچے۔ یہ حالات جہانگیر نے خود اپنی کتاب جہانگیر نامہ یعنی توزک جہانگیری میں بہت فہم اور انشا سے تحریر کیا ہے مفصل لکھے ہیں۔ فقیر نے جس کتاب سے بیان ہے اس میں ایسے ہی لکھا ہے۔ اگرچہ قابل قیاس نہیں ہیں۔ مگر عذاب و ثواب راوی کی گردن پر ہے۔

ذکر در بیان تسخیر کانگڑہ کہ مقدمۂ فتح کوہستان است

سنہ ۱۰۲۶ھ میں کہ جہانگیر کے عہد میں شیخ فرید مرتضیٰ خاں میر بخشی بھاری لشکر کے ساتھ تسخیر قلعہ کانگڑہ کے لئے متعین ہوا۔ اور راجہ سورج مل پسر راجہ باسو جو اپنے باپ کے مرنے کے بعد دو ہزاری منصب پر سرفراز ہو گیا تھا، میر بخشی کے ہمراہ متعین ہوا۔ راجہ سورج مل نے ناموافقت اور فتنہ پردازی کر کے شیخ سے مخالفت اور جھگڑے کا طریقہ اختیار کیا۔ صفحہ ۱۴۰ اور شیخ نے اس کی صورت حال دربار میں لکھ بھیجی اور راجہ نے شاہزادہ خرم کی خدمت

میں ملتجی ہوکر شیخ کی بدمزاجی اپنے بارے میں لکھ بھیجی۔ اس زمانہ میں مرتضیٰ خان قضائے الٰہی سے مرگیا اور راجہ سورج مل حضور میں طلب ہوکر شاہزادہ کے ہمراہ دکن کی مہم پر رخصت ہوا اور کانگڑہ کی مہم موقوف رہی۔ پھر جب کہ ممالک دکن مفتوح ہوگئے اور شاہزادہ وہاں سے واپس ہوا تو راجہ سورج مل امرا کے وسائل سے شاہزادہ کی خدمت میں تسخیر قلعہ کانگڑہ پر مقرر ہوا۔ اور شاہزادہ نے بادشاہ سے اجازت لے کر ایک لشکر گراں راجہ سورج مل کی سرکردگی میں مقرر فرمایا۔ محمد تقی بخشی سرکار کو بھی اسکے ہمراہ کردیا۔ کوہستان میں پہنچنے کے بعد راجہ کی محمد تقی سے بھی نہ بنی۔ جب یہ خبر شاہزادہ کے کان میں پہنچی محمد تقی بخشی کو طلب کرکے اسکے عوض راجہ بکرماجیت برہمن کو جو شاہزادہ کی سرکار کے امرا میں سے تھا اور بینظیر بہادر تھا دوسرے لوگوں کے ساتھ مقرر کیا۔ محمد تقی کے طلب کئے جانے اور راجہ بکرماجیت کے متعین ہونے سے راجہ سورج مل نے موقع غنیمت جانکر کھلم کھلا بغاوت کی اور شاہزادہ کے لشکر سے جنگ کر کے سید صفی بارھہ کو جو سرداروں میں سے تھا اس کے چند بھائیوں کے ساتھ مار ڈالا اور ظلم کا ہاتھ دراز کرکے دامن کوہ کے پرگنوں اور خالصۂ شریفہ کے محالوں کو جو پرگنہ پٹیالہ اور کلانور میں ہیں لوٹا۔ اسی اثنا میں جب راجہ بکرماجیت قریب پہنچا۔ راجہ سورج مل تاب نہ لاکر قلعہ بند ہوگیا۔ اور معمولی جھڑپ میں قلعہ بھی فتح ہوگیا۔ راجہ سورج مل نے راہ فرار اختیار کی اور پہاڑوں کے دروں اور دشوار گذار ٹیلوں میں چلا گیا۔ راجہ سورج مل کا چھوٹا بھائی جگت سنگھ چارصدی منصب پر بنگالہ میں متعین تھا۔ جب راجہ سورج مل سے یہ حرکتیں سرزد ہوئیں تو بکرماجیت کی تجویز کے مطابق شاہزادہ نے بادشاہ کی خدمت میں التماس کر کے جگت سنگھ کو بنگالہ سے بلالیا۔ آنے کے بعد اسکو منصب ہزاری ذات اور پانچ سو سوار اور راجہ کے خطاب سے سرفراز فرماکر ملک موروثی کو بھیج دیا۔ بادشاہ کے حکم کے بموجب مئو اور جو راجہ سورج مل کا مسکن ہے ایک شہر نورپور کے نام سے نورجہاں بیگم کے نام پر آباد کردیا اور راجہ جگت سنگھ تسخیر مہم کانگڑہ کے لیے راجہ بکرماجیت کی ہمراہی میں متعین ہوا۔ کانگڑہ ایک قدیم قلعہ ہے لاہور کی شمالی سمت میں کوہستان کے درمیان اور تئیس برج اور سات دروازے رکھتا ہے۔ اسکے اندر ایک کوس اور پندرہ طناب طول ہے اور ڈیڑھ کوس اور دو طناب عرض۔ اور ایک سو چار گز بلندی اور دو حوض یعنی بڑے تالاب اس کے اندر ہیں۔ کوئی شخص اس قلعہ کی بنیاد کی تاریخ نہیں جانتا اور نہ کسی کتاب میں لکھی ہے اور فرمانروایان دہلی میں سے کسی بادشاہ نے اکبر کے عہد تک باوجود متواتر حملوں کے فتح نہیں کیا۔ صفحہ ۱۴۱ الغرض راجہ بکرماجیت نے محاصرہ کرکے غلہ اور تمام ضروریات کی رسد کا راستہ بند کردیا۔ مشیت ایزدی اس کی تسخیر کے لئے جاری ہوئی تھی اور قلعہ کے ذخیرے ختم ہوگئے اور تھوڑے سے جو باقی بچے اس میں کیڑے پڑ کر خراب ہوگئے۔ قلعہ نشینوں نے چار مہینے تک خشک گھاس جوش دیکر کھائی۔ جب نہایت تنگی واقع ہوئی اور مرنے کے قریب پہنچے تو مجبوراً راجہ تلوک چند نے پناہ مانگ کر قلعہ کی کنجیاں راجہ بکرماجیت کے پاس بھیج دیں اور راجہ جگت سنگھ کی وساطت سے عہد و پیمان لینے کے بعد

ملازمت میں آگیا۔ اور یکم محرم ۱۵ جلوس مطابق ۱۰۳۱ھ ہجری کو شنبہ کے روز جہانگیر کے عہد سلطنت میں فتح ہوگیا۔ اور راجہ بکرماجیت طرح طرح کی عنایات پادشاہی کا مورد ہوا۔

ذکر در بیان نہضت موکب ظل اللہ بسیر کانگڑہ بکشمیر دلپذیر

جہانگیر بادشاہ دارالخلافت اکبرآباد سے کوچ کر کے جب موضع تلواڑہ کے قریب پہنچا تو اعتماد الدولہ مر گیا اور موضع مذکور کے قریب دریائے بیاس کے کنارے مدفون ہوا اور اسکے مزار پر بلند عمارت تعمیر ہوئی۔ اور محال جاگیر و اسباب امارت اور تمام نقد و جنس اس مغفور کا اسکی بیٹی نور جہاں بیگم کو مرحمت ہوا۔ اور بادشاہ وہاں سے آگے کو روانہ ہوا۔ چونکہ پہاڑوں کا راستہ اور دشوار گزار ٹیلے تھے۔ اسلئے ایک بڑے لشکر کو نواحی سیسہ میں چھوڑ کر اہل خدمت اور مخصوص لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ کانگڑہ کی جاگیر کی طرف بڑھا اور سیسہ سے چار منزل پر دریائے گنگا کے کنارے کیمپ ڈالا۔ راجہ حسینہ جو کانگڑہ سے پچیس کوس پر واقع ہے کوہستان میں سب سے بڑا زمیندار ہے اور کبھی فرمانروایان دہلی کا مطیع نہیں ہوا اور اپنے بھائی کو عمدہ پیشکش کے ساتھ پادشاہ کے حضور میں بھیجا۔ الغرض بادشاہ نے قلعہ کانگڑہ کے اوپر تشریف لے جاکر تماشا دیکھا اور نماز کی اذان دی اور اسلام کے شرائط ادا کئے۔ اور حکم ہوا کہ ایک بڑی مسجد بنائیں۔ قلعہ کے مشاہدہ کے بعد بھون میں جو قلعہ کے نیچے واقع ہے آیا۔ ایک بڑے چھتر کے نیچے ایک بت کے اوپر پانڈوں کے زمانے کا ایک بند بتاتے ہیں اور معلوم نہیں کس دھات کا ہے کہتے ہیں کہ ایسی خفیہ کاریگری کی ہے کہ وہ چھتر خود بخود اس بیجان جسم کے گرد گھومتا رہتا ہے۔ ایک سونے کا چھتر خود کھڑا کیا۔ اور چند روز اس ملک کے سیر و شکار میں مشغول رہ کر وہاں سے جوالا مکھی کا تماشا دیکھنے کے لئے آگے بڑھا۔ وہ جگہ کانگڑہ سے بارہ کوس پر واقع ہے ایک بڑے پہاڑ کے نیچے جو آسمان تک سر اٹھائے ہوئے ہے اور اس مکان میں دن رات زمین اور دیواروں سے آگ برستی ہے بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہاں گندھک کی کان ہے۔ اور آگ کے شعلے اس کا اثر ہیں۔ نادان بادشاہ نے وہاں قیام کر کے زمین کھودنے کے لئے حکم دیا اور پانی چھڑکوایا۔ صفحہ ۱۴۲ جب گندھک کی خوشبو نہ سونگھی اور آگ نہ بجھی تو عجائب اور کرامت سمجھی اور کمروں کی وہ جگہیں جو کھودنے سے منہدم ہوگئیں تھیں تعمیر کر کے کر کے پہلے سے زیادہ مضبوط بنوا دیں۔ اور اس مکان کے حواشی میں دلنشین عمارتیں بنوائیں کہتے ہیں کہ سلطان فیروز شاہ بھی اپنی سلطنت کے زمانے میں تسخیر کانگڑہ کے لئے روانہ ہوا تھا جوالا مکھی میں جاکر زمین کھودی مگر سراغ نہ ملا نہ پایا ہے۔ بے شک مٹی کے تیل کی کانوں کا حال ان بیوقوفوں کے کان تک نہ پہنچا تھا ورنہ جان جاتے کہ یہ شعلے اسکے سامنے ایک شرار کا حکم رکھتے ہیں۔ اسلئے محل تعجب اور مظنہ کرامت وہاں کے لوگوں اور عقلمندوں

گئے ہوئے ہیں۔ بلکہ اکثر شعلے نکلیں تو تعجب اور حیرت کی جگہ ہے۔ لیکن خدا جسے چاہتا ہے اسے صحیح راستہ پر چلاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ بادشاہ اس سرزمین کے سیر و شکار اور ان مقامات کے تماشے سے مسرور ہو کر کشمیر کو روانہ ہوا۔ اگرچہ کشمیر کے راستہ میں راستوں کے نشیب و فراز کی وجہ سے زحمت اٹھائی اور پہاڑوں اور ٹیلوں کی دشوارگزاری اٹھائی۔ آسائش طلب طبیعت پر ناگوار ہوئی۔ لیکن کشمیر میں اترنے کے بعد اور وہاں کی بہار دیکھ کر کہ پہاڑ اور جنگل سرخ کچھولوں اور خوشبودار پھولوں سے بھرے ہوئے اور طرف دلچندیاں اور آبشار اور شیریں چشمے تھے نہایت محظوظ ہوا۔ اس حسین خطہ کے قیام میں ایک دن سلطان شجاع پسر شاہزادہ خرم دولت خانہ میں کھیل رہا تھا اتفاقاً کھیلتا ہوا دریا کے طرف کی کھڑکی میں جاتے ہی اوندھا نیچے کو گر پڑا۔ اتفاقاً ایک ٹاٹ تہ کیا ہوا دیوار کے نیچے رکھا تھا اور ایک فراش اس کے قریب بیٹھا تھا۔ بادشاہ کا سر ٹاٹ پر پہنچا اور پاؤں فراش کی پیٹھ پر لگ کر زمین پر گر پڑا۔ باوجودیکہ سات گز نیچے گرا تھا مگر اسکے جسم میں کہیں چوٹ نہ آئی اس سے چار مہینے پہلے جوتک منجم نے کہا تھا کہ سلطان بلند جگہ سے گریگا۔ لیکن اسکے چوٹ نہ لگے گی۔ اس بات کے پیش آنے سے صدقہ اور خیرات دی گئی۔ اور جوتک رائے مورد آفرین ہو کر تنخواہ کے اضافہ اور انعام سے سرفراز ہوا۔ بادشاہ نے کشمیر کی سیر کے بعد ہندوستان کو مراجعت کی۔ جب ضیق النفس کا مرض بادشاہ میں پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ زیادتی پکڑ گیا اور ہندوستان کی ہوا کو اپنے مزاج کے موافق نہ سمجھا اس وجہ سے سنہ ۱۶ جلوس سے ہر سال اوائل بہار میں کشمیر کو جاتا تھا اور جاڑوں کے موسم میں ہندوستان کو لوٹ آتا تھا۔

ذکر در بیان یعنی شاہزادہ شاہجہان

شاہزادہ خرم ملقب بہ شاہجہان کے احوال کا ماجرا اس طرح ہے کہ سنہ ۲ جلوس جہانگیر بادشاہ میں منصب ہشت ہزاری ذات اور چار ہزار سوار پر سرفراز ہوا۔ [illegible] سنہ میں میرزا ابوالحسن مخاطب بہ آصف خان [illegible] پسر اعتماد الدولہ کی بیٹی شاہزادہ کے عقد نکاح میں آئی۔ [illegible] ۱۰۲۱ [illegible] منصب [illegible] ہزاری ذات [illegible] سوار پر ترقی ہو گئی اور کچھ عرصہ بعد منصب پانزدہ ہزاری ذات اور آٹھ ہزار سوار عطا ہوا۔ اور جب [illegible] ولایت کو فتح کر کے اپنے بیٹے کو حضور میں لایا منصب بیست ہزاری ذات دہ ہزار سوار اور شاہ خرم خطاب پایا۔ [illegible] دکن پر متعین ہو گیا تو شاہجہان خطاب اور منصب سی ہزاری ذات اور بیست ہزار سوار پا کر ہمیشہ مورد عنایات رہا۔ اور نور جہاں بیگم بادشاہ کی خاطر سے اور اپنے بھائی آصف خان کی دلجوئی کے لئے جس کا داماد شاہجہان تھا۔ شاہجہان کے مدارج کی زیادتی میں کوشش کرتی رہی۔ پھر جب کہ نور جہاں کی بیٹی جو شیر افگن کے صلب سے تھی سلطان شہریار برادر زادہ پسر شاہزادہ دانیال کے عقد میں آئی تو نور جہاں بیگم نے جس کے قبضہ اقتدار میں تمام مہام سلطنت تھے بجز داماد شہریار کی جانب داری کو پیش نظر

رکھتی تھی۔ شاہزادہ شاہجہان جبکہ دکن کی مہم سے لوٹ کر مالدہ میں پہنچا تو پرانے حالات کے اعتماد پر پرگنہ دھولپور اپنی جاگیر میں مانگ کر اپنا ایجنٹ مقرر کر دیا۔ اتفاقاً عرضداشت پہنچنے سے پہلے نورجہاں بیگم نے وہ پرگنہ سلطان شہریار کی جاگیر میں کر دیا۔ اور شریف الملک سلطان شہریار کے گماشتہ کو اس پرگنہ پر مقرر کر دیا تھا۔ دونوں گماشتے اس پرگنہ میں لڑ پڑے اور شریف الملک تیر کے زخم سے کانا ہو گیا۔ اس وجہ سے عجیب پریشانی عرصہ سلطانی میں پھیل گئی اور فسادہائے عظیم کا باعث ہوئی۔ شاہزادہ نے ایک عرضی مشتمل بر خیر و مزاج حضور میں بھیج کر اپنے دیوان افضل خان کو بھیجا کہ بصورت غبار شورش کو دبا دے۔ بادشاہ نہیں چاہتے تھے کہ فساد رفع نہ ہو گیا۔ مگر چونکہ شورش بڑھانے بیگم کے ذہن نشین کر کے آصف خان جیسے بھائی سے اس اہتمام میں کہ شاہجہان کا طرفدار ہے بھڑکا دیا۔ اور اس خیال پر لائے کہ مہابت خاں کو جو آصف خاں کا دشمن اور شاہجہان کی طرف سے بھی منحرف تھا کابل سے بلا کر شاہزادہ اور آصف خاں کو اسکے ہاتھ سے ذلیل کرانا چاہیئے۔ اس تدبیر کی وجہ سے مہابت خاں کو حضور میں بلایا اور فرمان واجب الاطاعت اس بارے میں اسکے نام پر جاری کئے۔ اس نے ہر بار عذر لکھ کر بھیجا اور حضور میں نہ آیا۔ آخر میں کھلم کھلا لکھا کہ آصف خان جب تک حضور میں ہے میرا آنا نہیں ہو سکتا اگر فی الواقع شاہ جہان کو گرانا منظور ہے۔ تو آصف خاں کو صوبہ بنگالہ میں بھیج دیا تاکہ میں حضور میں پہنچ کر حکم بادشاہ کے بجالانے میں مشغول ہوں بادشاہ نے مہابت خان کی مرضی کے مطابق آصف خان کو خزانہ لانے کے بہانے سے اکبرآباد کی طرف متعین کیا۔ اور اللہ یار خان کو منصب سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار پر سرفراز کر کے فرمان بھیجا کہ اسکو بطور نائب کے کابل میں چھوڑ کر خود آستانبوسی کے لئے روانہ ہو جائے۔ صفحہ ۱۴۴ اس فرمان کے بعد مہابت خان کابل سے حضور میں پہنچا اور شاہ جہان کی جاگیروں کے محال دوآبہ وغیرہ کے درمیان سے بدل کر سلطان شہریار کی جاگیر میں مقرر ہو گئے۔ شاہ جہان یہ خبریں سن کر مالوہ سے عازم دربار ہوا۔ اور بادشاہ نے اس ارادہ کی اطلاع پاتے ہی لاہور سے اکبرآباد کو کوچ کیا اور کوتہ اندیشوں کی فتنہ سازی اور نورجہاں کے بھڑکانے سے عین بڑھاپے اور ضعف بیماری میں اپنے فرزند اقبالمند کے ساتھ سوائے اطاعت و فرمانبرداری کے کوئی دوسری بات دل میں نہ رکھتا تھا آمادہ جنگ ہوا۔ اس حال میں اکثر امرائے حضور شاہجہان کی طرف خطوط اور قاصدوں کے اہتمام میں ماخوذ ہوئے اور منصب و جاگیر کی معزولی سے معتوب ہوئے اور شاہجہان نے اکبرآباد میں پہنچنے کے بعد بادشاہ کی آمد آمد کی خبر سنکر کوٹلہ میوات چلا گیا اور وہاں سے خانخاناں کے بیٹے اور راجہ بکرماجیت اور اپنے دوسرے امراکو افواج بادشاہی کے مقابل جو اسپر مقرر ہوئی تھی بھیج کر خود بھی آمادہ ہوا۔ طرفین کے لشکروں میں جنگ ہوئی اور ہنگامہ جدال و قتال گرم ہو کر شاہزادہ غالب آیا اور فتح کی صورت دکھائی دی۔ اتفاقاً میدان کارزار میں ایک نیم جان بندوقچی پڑا تھا اور بھری ہوئی بندوق اور فتیلہ آتش اس کے ہاتھ میں تھا راجہ بکرماجیت جس نے بڑا ساکھا کیا تھا اور بادشاہی لشکر پر حملہ کیا تھا اس نیم جان بندوقچی کے قریب پہنچا۔ اتفاق

سے فتیلہ بندوق پر پہنچا اور اسکی گولی بکرماجیت کے سینہ سے گزر کر اسکو ہلاک کر گئی۔ اسکے مرتے ہی لشکر والوں نے دل چھوڑ دیا اور شاہزادہ کے لشکر کو شکست ہوئی۔ شاہ جہان یہ حال دیکھ کر قدم جمانے کو جہالت اور نادانی سمجھا اور مجبوراً میدان سے باگ موڑ کر مانڈون کی طرف چلا گیا۔ بادشاہ اس فتح کی خبر سنتے ہی اجمیر کی طرف روانہ ہوا اور سلطان پرویز کو جو حال ہی میں پٹنہ سے حضور میں پہنچا تھا مہابت خان اور راجہ نرسنگھ دیو بندیلہ اور راجہ گج سنگھ راٹھور اور راجہ جے سنگھ کچھواہہ اور دوسرے امرا کے ساتھ جو سب ملاکر چالیس ہزار سوار اور پیادہ تھے شاہجہان کے پیچھے مقرر کیا۔ اور شاہزادہ پرویز کی اتالیقی اور اس مہم کا مدار مہابت پر مقرر ہوا۔ جب بادشاہی فوج قلعہ مانڈون کے قریب پہنچی تو شاہ جہان نے رستم خان کو مخالفین کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اور رستم خان نے بیوفائی کا راستہ اختیار کر کے اپنے آپ کو مہابت خان تک پہنچا دیا۔ اس بات سے شاہجہان کی فوج کا انتظام بگڑ گیا۔ اور مانڈون میں قیام مناسب نہ دیکھ کر دریائے نربدا سے گزر کر آسیر پہنچا۔ اسوقت خانخانان جو شاہجہان کے ہمراہ تھا ظاہر ہوا کہ مہابت خان کو خطوط لکھتا ہے اور جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اسکو داراب خان اسکے بیٹے کے ساتھ قید کر دیا۔ **صفحہ ۱۴۵** اور آسیر میں بعض حرم اور بہت سا اسباب چھوڑ کر برہان پور آیا اور خانخانان جو نظر بند تھا صلح و آشتی کے بہانے سے شاہجہان سے اجازت لے کر مہابت خان سے مل گیا اور نیز اکثر آدمی جدا ہو گئے۔ مجبوراً شاہجہان عین شدت باراں میں برہانپور سے روانہ ہوکر گولکنڈہ اور مچھلی پٹن کے راستہ سے اوڑیسہ اور بنگالہ کی طرف چلا گیا۔ چند منزل جب حدود گولکنڈہ میں جا رہا تھا قطب الملک وہاں کے حاکم نے از راہ مردمی نقد و جنس و غلہ و میوہ بطور نذرانہ بھیجا۔ سلطان پرویز چند منزل تعاقب کر کے برہان پور لوٹ گیا۔ جب شاہ جہان کے بنگالہ کی طرف جانے کی خبر بادشاہ کو پہنچی۔

شاہزادہ سلطان پرویز اور مہابت خان کو حکم ہوا کہ اپنی فوج کے ساتھ پٹنہ کی طرف جائیں اور شاہ جہان کے سد راہ ہو جائیں اور خانخانان کو اکبر آباد میں مقرر کر کے خود بدولت کشمیر کو روانہ ہوئے اور شاہجہان نے اوڑیسہ اور ان حدود میں پہنچنے کے بعد تھوڑی سی لڑائی میں اول قلعہ بردوان لیا اسکے بعد قلعہ اکبر نگر کا محاصرہ کر کے خوب لڑائی لڑی اور ابراہیم خان صوبہ دار اور عابد خان دیوان اور دوسرے بادشاہی آدمی مارے گئے۔ شاہجہان اس قلعہ کو فتح کر کے ڈھاکہ کو روانہ ہوا اور چالیس لاکھ روپیہ نقد سوائے کپڑوں اور ہاتھی اور دوسری جنسوں کے ابراہیم خان کے مال میں سے ہاتھ آیا۔ اور احمد بیگ خان ابراہیم خان کا بھتیجا جو ڈھاکے میں تھا مجبور ہوکر شاہ جہاں کی خدمت میں پہنچا اسوقت تک داراب خان پسر خانخانان قید میں تھا۔ اس وقت شاہجہان نے اس کو قسم دلاکر قید سے خلاص کیا اور بنگالہ کی صوبہ داری مرحمت کر کے خود پٹنہ پہنچا۔ اور یہاں سے عبداللہ خان کو الہ آباد اور دریا خان کو اس کے ساتھ رخصت کیا۔ عبداللہ خان بزور شمشیر و قوت مردانگی الہ آباد پر قابض ہو گیا۔ چونکہ بنگالہ کے زمیندار جو شاہجہان کے ہمراہ نوارہ لائے تھے پٹنہ میں پہنچنے کے بعد مع نوارہ کے بھاگ گئے۔ شاہجہان نے جنگل میں

ایک مٹی کا قلعہ بنا کر مضبوط کیا۔ اسی اثناء میں شاہزادہ پرویز اور مہابت خان بڑے لشکر کے ساتھ آ پہنچے۔ اور کئی مرتبہ جنگ ہوئی۔ راجہ بھیم پسر رانا کرن جو لشکر شاہجہان کا سردار تھا معرکہ میں مارا گیا۔ اس وجہ سے شاہجہان کے لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی۔ اور سوائے سلاحداروں اور عبداللہ خان کے کوئی نہ رہا۔ شاہجہان نے اپنی ذاتی شجاعت کی وجہ سے ہتھیلی پر سر رکھ کر گھوڑا اڑایا۔ جب سواری کا گھوڑا زخمی ہو گیا تو عبداللہ خان باگ پکڑ کر میدان سے نکال لایا اور اس گھوڑے سے اتر کر اپنے گھوڑے پر سوار کر کے پٹنہ کی طرف لے گیا۔ جب بادشاہی فوج پٹنہ کے قریب پہنچی شاہجہان اس ملک میں رہنا مناسب نہ جان کر اکبر نگر آیا۔ جب اس سال میں کہ ۱۹ھ جلوس بادشاہ تھا سلطان مرادبخش نے عالم وجود میں قدم رکھا اسکو اسکی ماں کے ساتھ رہتاس میں چھوڑ کر آگے کو روانہ ہوا۔ داراب خان پسر خانخانان کو جسے قسم دلا کر قید سے رہا کر کے بنگالہ کی صوبہ داری پر مقرر کر دیا ہر چند بلایا عذر کر کے نہ آیا۔ صفحہ ۱۴۶ اسکی بیوی اور بچے کو بطور ضمانت اپنے پاس رکھا۔ اس بہانہ کے ظاہر ہونے پر اسکی بیوی کو قلعہ رہتاس میں بھیج دیا اور اسکے جوان بیٹے کو قتل کر دیا۔ اور لشکر بادشاہی کے غلبہ کی وجہ سے ملک بنگالہ میں رہنا مناسب وقت نہ جان کر جس راستہ سے آیا تھا بنگالہ سے پھر دکن کو چلا گیا اور شاہجہان کے راستہ طے کرنے کے زمانہ میں سلطان مرادبخش مع اسکی ماں کے شاہجہان کے حضور میں پہنچا۔ جب شاہجہان کے بنگالہ سے دکن میں پہنچنے کی خبر بادشاہ کے گوش گذار ہوئی تو حکم ہوا کہ شاہزادہ پرویز اور داراب خان پسر خانخانان ہمراہی لشکر کے ساتھ شاہجہان کی شورش دفع کرنے کے لئے دکن کو چلے جائیں۔ دونوں شخص حسب الحکم پٹنہ سے دکن کو روانہ ہو گئے اور داراب خان پسر خانخانان جو شاہجہان سے جدا ہو کر بادشاہی لشکر سے مل گیا تھا بموجب حکم قتل ہوا اور خانخانان خود مقید ہو گیا۔ شاہزادہ پرویز اور مہابت خان قطع منازل کر کے جب مالوہ پہنچے تو شاہجہان افواج قاہرہ کے پہنچنے کی وجہ سے دکن میں اپنا قیام مناسب نہ جان کر اجمیر چلا گیا اور وہاں توقف کر کے جیسلمیر کے راستہ سے ٹھٹھہ کی طرف آ کر عازم ایران ہوا اور اپنے تینوں بیٹوں سلطان دارشکوہ و سلطان شجاع اور سلطان اورنگ زیب کو باپ کے دربار میں بھیج دیا۔ چونکہ ٹھٹھہ میں شریف الملک کا نا شہزادہ شہریار کا نوکر مقیم تھا شاہجہان کے آنے کی خبر سنکر جمعیت فراہم کر کے توپ و تفنگ قلعہ پر نصب کر کے قلعہ بند ہو گیا۔ شاہزادہ نے قلعہ کے گرد منزل کر کے چند روز لڑائی لڑی اور چند بہادر لوگ کام آئے۔ اور جب کوئی تدبیر نہ چلی تو اس کے دل میں آیا کہ ٹھٹھہ کے فتح کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اسی اثنا میں خبر پہنچی کہ شاہزادہ پرویز دکن میں مر گیا اور مہابت خان حضور میں چلا گیا فقط خان جہان لودی دکن میں قیام رکھتا ہے۔ اس اطلاع کے بعد دکن کو خالی جان کر خیال آیا کہ اس سے پہلے کہ مہابت خان پھر اسکی مہم کے لئے متعین ہو ولایت بہار

اور گجرات کے راستہ سے دکن کو جانا چاہیئے۔ یہ ارادہ مصمم کرکے قطع منازل کرکے ناسک تربنک میں
جو احمد نگر کے مضافات میں سے ہے جہاں اپنے خیمے گاڑے ہوئے تھے نزول فرما کر قیام کیا اور وہاں رہ کر خان
جہان لودی کے دکن سے خارج کرنے کا ارادہ کیا۔

ذکر رسیدن مہابت خان در حضور و مصدر گستاخی گردیدن و آصف خان را مقید کردن

چونکہ مشیت الٰہی یوں تھی کہ بادشاہ کو نقصان پہنچے تو جو بات صلاح سے دور اور فساد سے قریب تھی
منصۂ ظہور پر آئی۔ صفحہ ۱۴۷ یعنی مہابت خان جو ایسی خدمات نمایاں اور حملہ ہائے شایاں کا مصدر ہوا
تھا۔ نور جہاں اور آصف خان کے التماس کے بموجب بے وجہ مورد عتاب ہو گیا اور فدائی خان حضور سے مامور
ہوا کہ مہابت خان کو شاہزادہ پرویز سے جدا کرکے بنگالہ کی طرف روانہ کر دے اور اگر مہابت خان بنگالہ جانے پر
راضی نہ ہو تو تنہا حضور میں آئے اور حکم ہوا کہ خان جہان لودی گجرات سے آکر مہابت خان کی بجائے شاہزادہ کا اتالیق
ہو اور یہ بھی حکم ہوا کہ ایک بڑی مقدار روپیہ کی سرکاری مطالبہ مہابت خان کے ذمہ ہے۔ اسکو بھی اس رقم کے جو امرا
کی جاگیر کے محال سے بزور و تعدی تحصیل ہوا ہے۔ اور ان کے وکیل حضور میں استغاثہ کریں اور نیز وہ ہاتھی
جو بنگالہ اور ان حدود سے حاصل کئے ہیں واپس طلب کریں۔ اس صورت میں کہ دیوان کا عذر معقول ہو حضور
میں پہنچ کر دیوانوں کے ذہن نشین کرے۔ جب فدائی خان حضور سے اجازت لے کر مالوہ پہنچا احکام عالیہ
پہنچائے گئے۔ مہابت خان شاہزادہ پرویز سے رخصت ہو کر عازم حضور ہوا اور خان جہان لودی گجرات سے شاہزادہ
کی خدمت میں پہنچا۔ مہابت خان قطع منازل کے لئے جب زمانے میں بادشاہ دریائے بہت کے کنارے
سیر و شکار کابل میں متوجہ تھا اردوے معلی کے نزدیک پہنچا۔ مہابت خان چونکہ جانتا تھا کہ اس کا طلب کیا جانا
آصف خان کی تحریک سے ہوئی ہے اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ بہر صورت اسکو ذلیل کرے۔ اور اسکے آنے سے
پہلے برخوردار ولد خواجہ عمر نقشبندی کو جو مہابت خان کا داماد تھا بادشاہ نے آصف خان کے التماس سے اسکو
سخت کوڑے لگوائے تھے اور سر برہنہ گردن پر ہاتھ باندھ کر بے آبرو کرایا تھا۔ اور جو کچھ مہابت خان نے
اسکو دیا تھا چھین لیا تھا۔ اور مہابت خان کے سالے محمد محسن کو جو پرگنہ پٹیالہ کا کروری تھا مقید کرکے
اس سے بھی مبلغ کثیر وصول کر لیا تھا۔ مہابت خان یہ حالات سنتے ہی اپنی آبرو بچانے کی غرض سے
پانچ ہزار سوار جرار جو راجپوتوں وغیرہ کی قوم سے فراہم کئے تھے تاکہ اگر بے آبروئی تک نوبت پہنچے تو

جوانمردگی دکھائے اسکے اس طرح آنے کی وجہ سے لوگ چہ میگوئیاں کرتے تھے۔ بادشاہ نے آپ سے بیخبر بلا تامل اسکے آتے ہی اسکو معتوب کر کے پیغام بھیجا کہ جب تک بادشاہی مطالبات دیوان اعلیٰ کو نہ دکھائے اور اپنے دشمنوں کو خوش نہ کرے اور بنگالہ کے ہاتھی حضور میں نہ پہنچائے تو سلام کی اجازت نہ ملے گی۔ اور آصف خان فرط غرور کی وجہ سے شعور سے دور ہو کر باوجود ایسے مقتدر اور قوی جنگ اور رکن السلطنت رفعت آہنگ سے ایسی عداوت پیدا کر کے بیوقوفی کو عمل میں لا کر اسکے آنے کے انجام کو نہ سمجھا اور بادشاہ کو تنہا دریا کے اس پار چھوڑ کر خود اعیال و اطفال اور احمال و اثقال اور تمام خادم و حشم کشتیوں کے پل سے گزر کر دریا کے اس طرف چلا گیا۔ صفحہ ۱۴۸ اور دوسرے امراء نے بھی آصف خان کے ساتھ دریا کے اس طرف جا کر خیمے گاڑے اور بادشاہی خیمہ کے گرد سوائے شاگرد پیشہ اور ضروری نوکروں کے کوئی نہ رہا۔ مہابت خان نے یہ حالات سن کر موقعہ پایا اور فوراً مع چار ہزار سوار کے اپنے لشکر سے سوار ہو کر پل پر آیا اور اپنے معتبر لوگوں کو پل کے کنارہ پر دو ہزار سوار کے ساتھ چھوڑا اور پل کو آگ لگا کر تاکید کی کہ کسی اس طرف کے امیر کو اس طرف عبور نہ کرنے دیں۔ اور خود دولت خانہ کے دروازہ پر پہنچ کر گھوڑے سے پیادہ ہو گیا اور دو ہزار سوار راجپوتوں کے ساتھ غسل خانہ میں پہنچ گیا اور غسل خانہ کے تختہ کو توڑ کر اندر گیا۔ حرم سرا کے پرستاروں نے یہ حقیقت کان میں پہنچائی بادشاہ خیمہ میں سے نکل کر پالکی میں بیٹھے۔ مہابت خان نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور پالکی کے گرد قربان ہو کر عرض کیا کہ چونکہ مجھ کو یقین ہو گیا ہے کہ آصف خان کے ہاتھ سے میری خلاصی ممکن نہیں ہے اسلئے دلیری کر کے اپنے آپ کو بادشاہ کی پناہ میں لایا ہوں۔ اگر میں قتل و سزا کا مستحق ہوں تو یہ بہتر ہے کہ حضور میں سزا کو پہنچوں اور مسلح راجپوتوں نے سراپردۂ بادشاہی کو گھیر لیا اور سوائے چند خدمت گاروں کے حضور میں کوئی نہ رہا۔ بادشاہ نے مہابت خان کی بے ادبیوں کو دیکھ کر دو مرتبہ قبضہ شمشیر پر ہاتھ ڈالا کہ اس بیباک کے مارے حاضرین حضور نے التماس کیا کہ حوصلہ آزمائی کا وقت نہیں ہے اسوجہ سے خودداری کی اور تھوڑی سی دیر میں راجپوتوں نے دولت خانہ بادشاہی کے اندر باہر کو گھیر لیا۔ مہابت خان نے عرض میں پہنچایا کہ خود بدولت گھوڑے پر سوار ہو جائیں اور غلام رکاب والا میں رہے اور اسوقت اپنا گھوڑا آگے لایا۔ بادشاہ کو غیرت سلطنت نے اجازت نہ دی کہ گھوڑے پر سوار ہو جائے۔ سواری خاصہ کا گھوڑا طلب کر کے سوار ہو گیا۔ جب گھوڑا دولت خانہ سے دو تیر انداز کے فاصلہ پر پہنچا تو مہابت خان نے فیل حوضہ سامنے لا کر التماس کیا کہ ایسی شورش میں ہاتھی پر سوار ہونا صلاح دولت ہے مجبوراً ہاتھی پر سوار ہو گیا۔ مہابت خان نے اپنے ایک معتمد راجپوت کو ہاتھی کے آگے اور دو راجپوت حوضہ کے پیچھے بٹھا دیئے اور جو کوئی بادشاہی خواصوں اور خدمتگاروں میں سے قریب آتا تھا قتل کیا جاتا تھا یہاں تک کہ مہابت خان کے

خیمہ میں داخل ہوا۔ وہاں مہابت خان نے اپنے بیٹوں کو بادشاہ کے گرد تصدق کیا اور خود دست بستہ کھڑا ہو گیا اور التماس کرتا تھا کہ جو حکم ہو بجا لائے۔ چونکہ شاہ بے غم مست بادۂ عشق اور اسیر دام محبت نور جہاں بیگم تھا اور بغیر اس کے ایک منٹ آرام نہیں پاتا تھا اس حال میں بھی دمبدم اس کے وصال اور یاد میں ہمت باندھتا تھا۔ مہابت خان نے اس خیال سے کہ نور جہاں بیگم کو بھی اپنے قبضہ میں کرے بادشاہ کو پھر سرا پردہ پادشاہی میں لایا لیکن نور جہاں بیگم بادشاہ کے چلے جانے کے وقت موقع پاکر دریا کے پار آصف خان کے قیام گاہ میں چلی گئی تھی۔ مہابت خان اپنے اس سہو پر افسوس کرتا تھا۔

صفحہ ۱۴۹ بہر حال وہ رات اور دن خاقان اور خان نے شہزادہ شہریار کے منزل میں گزارا جب نور جہاں دریا کے اس پار فوجیں آراستہ کر کے بندوبست کر رہی تھی بادشاہ نے مقرب خان کو آصف خان کے پاس پیغام دیکر بھیجا کہ جنگ کرنا مصلحت نہیں ہے اور اعتماد کی غرض سے انگشتری خاصہ اس کو دی۔ دوسرے روز آصف خان اور خواجہ ابوالحسن نے فوجیں آراستہ کر کے جنگ کا ارادہ کیا اور چونکہ پل کو مہابت خان کے آدمیوں نے آگ لگا دی تھی پایاب راستہ تلاش کیا۔ ابو طالب آصف خان کا بیٹا چند لوگوں کے ساتھ بہر حال دریا سے عبور کر گیا اور اسکے اکثر ہمراہی بحر فنا میں غرق ہوئے۔ آصف خان دریا کے درمیان میں پہنچا تھا کہ اس کا بیٹا تھوڑی سی لڑائی میں شکست کھا کر پلٹ آیا۔ آصف خان اپنے بیٹے کا حال دیکھکر دریا کے بیچ میں سے بھاگ آیا۔ نور جہاں ہاتھی پر سوار دریا سے گزر کر لوگوں کو عبور کی تاکید کرتی تھی۔ اور لڑائی ہو رہی تھی۔ اس درمیان میں بیگم کی ایک کنیز کے بازو پر جو ہاتھی کی عماری میں بیٹھی تھی ایک تیر لگا اور بیگم نے خود اپنے ہاتھ سے اسکے بازو میں سے تیر نکالا۔ اور بیگم کے ہاتھی کے قریب بہت سے آدمی قتل ہوئے اور بیگم کی سواری کے ہاتھی کے چند زخم آئے اور لوٹ پڑا اور تیر کر دریا سے گزر گیا۔ مجبوراً بیگم دریا سے پار ہو کر خیمہ میں اتری اور آصف خان اپنے بیٹے ابوطالب کے اور دو سو شخصوں کے ساتھ وہاں سے چلا اور رات دن قطع منازل کر کے قلعہ اٹک بنارس میں جو اسکی جاگیر میں تھا پہنچ کر قلعہ بند ہو گیا جب مہابت خان کی سطوت امرا کے دل پر بیٹھ گئی تو خواجہ ابوالحسن اور دوسرے امرا بڑی بڑی سخت قسمیں مہابت خان سے لے کر ملے۔ تین دن بعد نور جہاں بیگم بادشاہ کے حضور میں پہنچی اور بادشاہ اس کی ملاقات سے خوش ہوا اور دریائے بہت کے کنارے سے کوچ کر کے مہابت خان کے ساتھ کابل کو روانہ ہو گیا۔ مہابت خان بڑا دبدبہ اور غلبہ رکھتا تھا جونہی کہ اٹک بنارس میں پہنچا قلعہ کے اندر جا کر آصف خان اور اس کے بیٹے ابوطالب اور میر خلیل اللہ ولد میران کو بارہ آدمیوں کے ساتھ پکڑ کر قید کر دیا اور آصف خان کے ایک مصاحب کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور بادشاہ کچھ نہ کر سکا۔ الغرض بعد قطع مسافت دار الملک کابل

میں نزول واقع ہوا۔ راجپوت لوگ جو مہابت خان کی فتنہ سازی کی پشت پناہ کا سرمایہ تھے دلیر ہوکر باغی اور بیباک ہو گئے۔ ایک دن راجپوتوں کی ایک جماعت نے بادشاہی احدیوں کے ساتھ گفتگو کی اور نوبت باینجا رسید کہ احدیوں نے جمع ہوکر مردانہ وار جنگ کی اور تقریباً آٹھ سو راجپوت علف تیغ ہوکر ہلاک ہوئے اور یہ بات مہابت خان کی کسر شان و رعونت کا باعث ہوئی۔ اسوجہ سے عرض میں پہنچا یا کہ اس فساد کا باعث خواجہ قاسم برادر خواجہ ابوالحسن اور اس کا داماد بدیع الزمان ہوئے ہیں۔ چونکہ مہابت خان کی رعایت درمیان میں تھی اس کو گرفتار کر کے حوالہ کیا اور مہابت خان نے دونوں کو سر برہنہ کر کے کابل کے بازار میں خواری کے ساتھ پھرا کر مقید رکھا۔ **صفحہ ۱۵۰** اور جس وقت سے بادشاہ کے ساتھ یہ تمام گستاخی کی تھی تمام لوگوں پر غالب آیا تھا بادشاہ بہر صورت مہابت خان کی رعایت خاطر کرتا تھا اور جو کچھ نور جہاں بیگم خلوت میں کہتی تھی نادان بادشاہ بے کم و کاست مہابت خان سے کہہ دیتا تھا اور کھلم کھلا کہتا تھا کہ بیگم اور شاہنواز خان ولد عبدالرحیم خان خانخانان کی بیٹی جو میرزا ابوطالب مخاطب بہ شائستہ خان ولد آصف خان کے عقد میں ہے تیرے مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں غافل نہ رہ اور نور جہاں بیگم جمعیت فراہم کرنے میں کوشش کرتی رہی یہاں تک کہ کابل سے ہندوستان کو واپسی ہوئی جب رہتاس کے حوالی میں نزول واقع ہوا اور وہاں ملازمین جمع ہوئے۔ بادشاہ نے مہابت خان کو خواجہ ابوالحسن اور عنایت خان کی زبانی پیغام بھیجا کہ آگے کو روانہ ہو جائے ورنہ لڑائی ہوگی۔ مجبوراً مہابت خان آگے کو روانہ ہو گیا۔ پھر جب کہ دریائے بہت کو عبور کیا افضل خان کی زبانی چار حکم صادر ہوئے اول یہ کہ شاہزادہ شاہجہان ٹھٹھہ کی طرف گیا ہے اسکے تعاقب میں میں جاکر اسکی مہم تمام کرے دوسرے یہ کہ آصف خان کو اس کے ہمراہیوں کے ساتھ قید سے نکال کر حضور میں بھیج دے تیسرے یہ کہ شاہزادہ دانیال کے بیٹوں طہمورث اور ہوشنگ کو جو اسکی سپرد کئے گئے تھے حضور میں روانہ کر دے۔ چوتھے یہ کہ لشکری پسر مخلص خان کو جو اس کا ضامن ہے اور اب تک خدمت میں نہیں پہنچا ہے حاضر کر دے۔ اگر آصف خان کے بھیجنے اور دیگر احکام میں عدول کریگا تو اس پر فوج متعین ہوکر اس کو سزا ملے گی۔ افضل خان نے جاکر احکام مذکورہ ایک ایک کر کے مہابت خان سے بیان کئے۔ مہابت خان نے سلطان دانیال کے بیٹوں کو حوالہ کر کے اظہار کیا کہ بموجب حکم والا میں ٹھٹھہ کو روانہ ہوتا ہوں اور آصف خان کو رہا کرتا ہوں مگر مجھے خوف ہے کہ آصف خان کے رہا ہونے کے بعد ایسا نہ ہو کہ بیگم عداوت کی وجہ سے مجھ پر فوج متعین کرے اس وجہ سے میں مہلت چاہتا ہوں کہ جب لاہور سے گزر جاؤں آصف خان کو رہا کر کے روانہ حضور کر دوں۔ افضل خان نے مہابت کے پاس آکر شاہزادہ دانیال کے بیٹوں کو نظر سے گذارا اور جو کچھ مہابت خان

نے کہا تھا مفصل عرض کیا۔ چونکہ مکرر افضل خان کی زبانی حکم ہوا تھا کہ تیری خیریت اسی میں ہے کہ آصف خان کو رہا کر دے ورنہ پچھتائے گا۔ ناچار مہابت خان نے بموجب حکم واجب العمل کر کے آصف خان کو بلا کے معافی مانگی اور عہد و سوگند سے اپنے دل کو مطمئن کر کے اس کے ہمراہیوں کے ساتھ حضور میں بھیج دیا۔ لیکن اس کے بیٹے طالب کو مصلحتاً چند روز روک کر ٹھٹھہ کو روانہ کر دیا۔ تمام محاسن اتفاق میں سے ایک یہ ہے کہ مہابت خان کی شورش دریائے بہت کے کنارے واقع ہوئی تھی اور آصف خان کی رہائی اور مہابت خان کا ٹھٹھہ کی طرف روانہ ہونا اسی دریا کے کنارہ واقع ہوا۔ چند روز بعد ابوطالب اور خواجہ ابوالحسن اور اس کے داماد بدیع الزمان کو معافی مانگ کر حضور میں روانہ کر دیا۔ **صفحہ ۱۵۱** اور منزل بمنزل ٹھٹھہ کو روانہ ہوا۔ ان حدود میں اس کے پہنچنے سے پہلے شاہزادہ شاہ جہان ٹھٹھہ سے کوچ کر کے دکن کی طرف لوٹا جیسا کہ سابق میں بیان ہوا۔ اور مہابت خان ٹھٹھہ میں پہنچنے کے بعد بغیر بادشاہ کے حکم کے ہندوستان کو چلا اور بغاوت کے آثار اس سے ظاہر ہوئے۔ بادشاہ نے اس پر فوج متعین کی اور عبدالرحیم خانخانان جس نے مہابت خان کی وجہ سے جگر پر کاری زخم کھائے تھے الحاح و اختراع کر کے اس کی مہم اپنے ذمہ لے لی اور رخصت ہوا۔ اور مہابت خان کی جاگیر کا محال اور اجمیر کی صوبہ داری خانخانان کو مرحمت ہوئی۔ خانخانان بعد قطع مراحل اجمیر میں پہنچا۔ اور مہابت خان جو ٹھٹھہ سے لوٹنے کے بعد اجمیر کی طرف پہنچا تھا تاب جنگ نہ لا کر ملک رانا کے پہاڑوں کے غاروں میں جا ٹھہرا۔ خانخانان اسی سمت میں سنہ ۲۱ جلوس کو بہتر سال کی عمر میں رحمت ایزدی کے جوار میں چلا گیا (مر گیا) اور مہابت خان نے عرائض نیاز مشتمل بر عقیدت و اخلاص شاہ جہان کی خدمت میں بھیجیں۔ اور ایک فرمان کے بموجب جو اس کے جواب میں اس کے بلانے کے بارے میں صادر ہوا تھا عجلت کے ساتھ جونیر میں پہنچا۔ اور شاہ جہان کی خدمت میں مشرف ہو کر مورد انواع عواطف ہوا۔ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی۔ خان جہان لودی سپہ سالاری کے خطاب اور دکن کی صوبہ داری پر سرفراز ہوا۔ اور ایک مدت تک اس کی شاہزادہ شاہ جہان کے ساتھ لڑائی اور جنگ رہی۔

دربیان رحلت جہانگیر بادشاہ بعالم بقا

سنہ ۲۲ جلوس جہانگیر بادشاہ عادت کے مطابق کشمیر کو روانہ ہوا اور وہاں پہنچنے کے بعد بیماری ضیق جو پیچھے لگی ہوئی تھی غلبہ پاگئی اور روز بروز ضعف و ناتوانی زیادہ ہوتی گئی ابتدائے زمستان میں رایت مراجعت بلند کر کے جب منزل بیرم کلہ میں نشاط شکار میں مشغول تھا۔ اس سرزمین میں پہاڑ کے نیچے ایک نشیمن میں جو بندوق اندازی کے لئے بنایا گیا تھا ٹھہرا ہوا تھا کہ جب زمیندار ہرنوں کو ہانک کر پہاڑ کی چوٹی پر لائیں تو دکھائی دے جائیں۔ اور بادشاہ خود ان پر بندوق چلائیں۔ اور جونہی کہ ہرن کے گولی لگے پہاڑ سے علیحدہ ہو کر قلابازیاں کھاتا ہوا زمین پر آجائے۔ ان دنوں میں اس ملک کا ایک پیادہ ہرن کو گھیر دے کر لایا۔ ہرن ایک پتھر کی چٹان پر کھڑا تھا۔ لیکن دکھائی نہ دیتا تھا۔ پیادہ مذکور چاہتا تھا کہ آگے بڑھ کر ہرن کو اس جگہ سے آگے کو ہانکے وہاں پہنچتے ہی اس کا پاؤں پھسل گیا اور ایک جھاڑی پر ہاتھ ڈالا۔ قضارا جھاڑی اکھڑ گئی۔ اور وہ پیادہ قضا کا مارا اس پہاڑ سے قلابازیاں کھاتا ہوا زمین پر آرہا۔ اور اس کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ اور اس کے اعضاء ٹوٹ کر جان بحق ہو گیا۔ صفحہ ۱۵۲ یہ حال دیکھ کر بادشاہ کی طبیعت نہایت اور خاطر مکدر ہوئی۔ شکار ترک کر کے دولت خانہ کو آیا اس وقت سے اس کے دل کا چین و آرام گیا۔ بیرم کلہ سے کوچ کر کے ٹھٹھہ میں اور وہاں سے براجوری میں نزول واقع ہوا۔ اور وہاں سے بدستور مقررہ ایک پہر دن رہے کوچ کیا۔ اثنائے راہ میں شراب کا پیالہ مانگا۔ جونہی کہ ہونٹوں پر رکھا اچھا نہ معلوم ہوا۔ آخر شب میں حال دگرگوں ہو گیا اور صبح کے وقت چند سانس کھینچ کے ساتھ لئے۔ چاشت کے وقت روز یکشنبہ اٹھائیس صفر سنہ ۱۰۳۶ ہجری مطابق پندرہ آبان باسٹھ سال کی عمر میں اس کا طائر روح آشیاں کالبد عنصری سے پرواز کر گیا اور نور جہاں بیگم نے خروش دلخراش اور نالہ جان تراش آسمان پر پہنچائے۔ اور گل رخسار کو خار ناخن غم سے زخمی کر لیا۔ اور ہائے ہائے کہتی ہوئی مرغ نیم بسمل کی طرح خاک

خون میں تڑپتی تھی۔ شعر

افسوس سے سینہ پر پتھر مارتی تھی اور سرخ رخساروں پر تھپڑ مارتی تھی۔ اور بے اختیار یہ کہتی تھی۔ نظم

(۱) افسوس اس دل آزاری پر صد افسوس۔ افسوس اس جگر خواری پر افسوس۔

(۲) میں بغیر اس کی صورت کے ملک جاوداں میں بھی زندگی جاوید نہیں چاہتی۔

(۳) بغیر اس کے زندگی کا درخت بے برگ ہے۔ بغیر اس کے حیات جاوداں بھی موت ہے۔

(۴) قانون دنیا میں یہ اچھا نہیں ہے کہ میں تو دنیا میں رہوں اور وہ نہ رہے

(۵) میں اس سے علیحدہ رہنا نہیں چاہتی۔ اور دنیا کو بغیر اس کی صورت کے دیکھوں

(۶) اس باغ میں کیا آرام مل سکتا ہے۔ جہاں سے پھول چلا جائے۔ اور کانٹا رہ جائے

اور ایسے وقت میں ہر چند اپنے بھائی آصف خان کو بلایا۔ وہ بہانے بنا کر نہ آیا اور بادشاہ جہانگیر کی نعش وہاں سے مقصود خان کی ہمراہی میں لاہور پہنچی اور دریائے راوی کے کنارہ شاہدرہ کے قریب قاسم خان کے باغ میں جس کی رونق افزا نور جہاں بیگم تھی مدفون ہوا۔ اور اس پر بلند عمارت بنائی گئی۔ ایک یہ آخر کا شعر اس کی تاریخ رحلت ہے۔ ملا کشفی نے کہا تھا۔ شعر

جب کشفی نے اس کی تاریخ وفات تلاش کی۔ تو عقل نے کہا

"جہانگیر از جہاں رفت" "اللہ بس باقی ہوس"

باقی عباسی ۱۵ ارجنوری ۱۹۳۶ء

ختم شد

فرہنگ عباسی

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
الف		استسعاد	سعادت حاصل کرنا
استمالت	دلجوئی	انتعاش	عیش کرنا
آئین بستن	سجانا	انقطاع	کٹ جانا
ابتلا	مبتلا ہونا	اضرار	نقصان پہنچانا
امتلا	ممتلی ہونا	احشام	جمع حشم۔ فوج
اکراہ	برا سمجھنا۔ کراہیت کرنا۔	آفتابچی	سائبان بردار
امتعہ	جمع متاع۔ پونجی۔ سرمایہ	استنشاق	سونگھنا
استشفاع	شفاعت چاہنا	ایلغار	جلدی سے دشمن پر چڑھائی کرنا
آماس	ورم۔ سوجن	امتثال	حکم بجا لانا
استشداد	سختی کرنا	اولوس	قوم
اصابت	پہنچنا۔ رسائی۔ درستی	اطعام	کھانا کھلانا
احدیان	جمع احدی	استخفاف	حقیر جاننا
امضا	جاری کرنا	امعان	غور سے دیکھنا
ازراہ بردن	بہکانا	انحا	جمع نحو۔ اقسام
ایالت	سرداری۔ ریاست	آق سقال	سفید داڑھی والا
ارتحال	کوچ کرنا	اخذ	لینا
اطفا	آگ بجھانا	آذوقہ	خوراک
التہاب	آگ بھڑکانا	اضعاف مضاعف	چوگنا
استعجال	جلدی کرنا	انتہاض	کوچ کرنا
اعتنا	پروا	انصراف	لوٹنا
اغماض	چشم پوشی کرنا	اوضاع	جمع وضع۔ طور

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اعیان	جمع عین - سردار	ارتقا	بلند ہونا - اوپر جانا -
اکابر	جمع اکبر - بزرگ	الحاح	گریہ وزاری کرنا
استشارہ	مشورہ کرنا	استرضا	خوشنودی حاصل کرنا -
اتحاف	جمع تحفہ	استمزاج	مرضی معلوم کرنا
ارسال	بھیجنا	اماکن	جمع مکان - جگہ
استفراغ	قے کرنا	استر	خچر
ارک	قلعہ	ارمغان	تحفہ
اسرع	بہت جلد	اثمار	جمع ثمر - پھل
اکناف	جمع کنف - اطراف	انہدام	عمارت ڈھانا
اجلاف	جمع جلف کمینے	اذیال	جمع ذیل - دامن
امتداد	دراز کرنا - لمبا ہونا	استخلاص	رہائی دلوانا
اتباع	جمع تابع - پیرو	استیذان	اجازت مانگنا
انفراغ	فارغ ہونا	استماع	سننا
ادبار	بدنصیبی	ادراک	معلوم کرنا
اصغا	سننا	اقامت	ٹھہرنا
اتلاف	ضائع ہونا	آمال	جمع امل - آرزوئیں
استار	جمع ستر - پردہ	اردو	لشکر
ایفائے عہد	وعدہ پورا کرنا	اقطاع	جمع قطعہ
اتا (ترکی)	باپ	اعیاد	جمع عید - جشن - تیوہار
انزجار	دلتنگی	استیصال	جڑ اکھاڑنا
اتگگی	دایہ کا شوہر ہونا	اغوا	بہکانا
ایلیہ	ہمراہی - ہمراہ ہونا	احداث	بنیاد ڈالنا - بنانا
اخفا	چھپانا	اولیائے دولت	سلطنت کے بہی خواہ
ازدواج	بیوی بنانا	ارباب خلاف و طغیان	مخالفین اور سرکش

ابا	جمع اب۔ باپ دادے
آثار	جمع اثر۔ نشان مراد تاریخ
آہنگ	آرادہ
اورنگ	تخت
استظہار	مدد پانا۔ قوی پشت ہونا
افراح	خوش ہونا
استنساخ	لکھنا
اندرز	نصیحت
ایما	اشارہ
ازہار	جمع زہر۔ کلیاں
اعتیاد	عادی ہونا
اکل	کھانا
استکشاف	راز کھولنا
اجاغ	چولھا
اعطاف	مہربانی کرنا
ب	
برہمزدگی	خرابی
بامیان	بلخ اور غزنی کے درمیان ایک ملک
بوتہ	جھاڑی
بارقہ	چمکنے والی چیز مجازاً روشنی
بغی	نافرمانی
بقیتہ السیف	تلوار سے بچے ہوئے
بیوت	جمع بیت۔ گھر
بتقدیم رسانیدن	بجا لانا
بادیہ	جنگل

برہم خوردگی	بدنظمی
بزغالہ	بکری کا بچہ
باذل	سخی۔
بر روئے کار آوردن	ظاہر کرنا۔
بہجت	خوشی
بروز دادن	ظاہر
برکہ	تالاب۔ حوض
بجمعہ	کل ملاکر
پ	
پردگیان شبستان اقبال	بیگمات شاہی
پایندگی	استقلال۔ ٹھہرنا
پزشک	طبیب۔
پدرود	رخصت
ت	
تزک	کروفر۔ انتظام
تیغۂ کوہ	پہاڑ کی چوٹی
تغابن	افسوس کرنا
تمرد	سرکشی
توقیع	بادشاہ کے دستخط یا نشان
تشہیر نمودن	رسوا کرنا
تخلیص	رہا کرنا
ترخان	وہ شخص جسکو بادشاہ نے مؤاخذہ عدالت سے بری کر دیا ہو
تجنب	پرہیز کرنا
توام	جڑواں
تمر	مخفف تیمور

تمغہ سکندری	سکہ رائج الوقت
تعریض	کنایہ میں بات کہنا
تجرید	برہنہ کرنا
تبجیل	عزت کرنا
تعب و عنا	تکلیف و رنج
تفاول	نیک شگون لینا
تمن طوغ	تمن۔ دس ہزار آدمی اور بیرق پھریرا طوغ۔ فوج
تفرس	دانائی
تقاعد	سستی
تشیید	مضبوط کرنا
تخریب	خراب کرنا
تملق	چاپلوسی
تموج	لہریں مارنا
تجدید	نیا کرنا
تصحیح	درست کرنا
تعسر	دشوار ہونا
تفقدات	مہربانیاں
تصدق	قربان کرنا
تعاقب	پیچھا کرنا
تقادیم	جمع تقویم۔ جنتری
تحریض	بھڑکانا
ث و۔ ثاقبہ سا	روشن

ج

جناح	بازو
جنیہ	زرہ بکتر
جمازہ	اونٹنی
جوہر	ہندوؤں میں رسم تھی کہ جب جنگ میں دشمن کے مقابلے کی تاب نہ لا سکتے تو عورتوں بچوں کو قتل کر کے یا جلا کر لڑ مرتے
جریب	زمین کی پیمائش کا ایک آلہ
جبلی	سرشتی
جلدو	صلہ
جزع و فزع	گریہ و زاری
جسارت	جرات
جہانبانی	بادشاہی
جسر	پل
جوال	بوری
جریدہ	تنہا
جد (بالفتح)	دادا
جرار	بہادر
جلوس	بیٹھنا

چ

چیرگی۔ غلبہ	چیرہ دستی۔ غلبہ

ح

حشم	لشکر
حدقہ چشم	کاسہ چشم
حارسان	جمع حارس۔ نگہبان
حبالہ	رسی
حزم	دانائی
حراست	نگہبانی
حاذق	ہوشیار

حصن حصین	مضبوط قلعہ
حروب	جمع حرب۔ لڑائی
حدیث	بات
حوزہ	درمیان مملکت
حضیض	پستی
حواشی	جمع حاشیہ۔ خدمتگار

خ

خمول	گمنامی
خلاو ملا	خلوت وجلوت
خلعت چارقب	ایک قسم کا امیروں کا لباس
خرچنگ	کیکڑہ
خلاع	جمع خلعت
خائب وخاسر	ناکام
خسان	کمینے
خرطوم	ہاتھی کی سونڈ
خروج	نکلنا اور بغاوت کرنا
خیول	جمع خیل گھوڑے۔ گروہ
خطیر	بڑا۔ بہت
خدم	جمع خادم
خلود	ہمیشگی
خداع	فریب
خدیعت	فریب
خفت	کمی
خواقین	جمع خاقان۔ لقب شاہان ترکستان

د

درگرفتن	موافقت آنا
دارالایالت	پائے تخت
دارالحرب	وہ ملک جہاں جہاد واجب ہو
دلالت	رہنمائی
داب	عادت وخصلت
دست پاچہ	حیران وپریشان
درنگی	تاخیر
دنبال	پیچھے
دل نہاد	خواہش
دستیاری	مدد
داعیہ	خواہش
دخول	داخل ہونا
دکدکی	نام زیور
دثار	لباس
دیہیم	تاج
درع	گز
درازگوش	ایک قسم کا گدھا

ر

رصانت	مضبوطی
رجعت	لوٹنا
راہگراشدن	روانہ ہونا
رتق وفتق	بندوبست
رواق	مکان کا چھجا
روائح	جمع رائحہ۔ خوشبو

رافت	مہربانی
رشادت	راہ راست پر چلنا
رجیم العاقبتہ	وہ شخص جو آخر میں سنگسار ہو
رؤس	جمع راس۔ سر
رحلت	کوچ کرنا۔ مجازاً مرنا
رب الارباب	خداوند خداوندان یعنی حق تعالےٰ
رضاعت	شیرخواری۔ دودھ پینا
روی دادن	واقع ہونا
رعونت	غرور
رایات	جمع رایت۔ جھنڈا
رشد	راہ راست پانا
ز	
زیچ	نجومیوں کی کتاب جس میں ستاروں اور آسمانوں کے حالات ہوتے ہیں
زہرہ	پتا (بالکسر)
زبون	خراب
زخم منکر	وہ زخم جس کا علاج نہ ہو سکے
زدوخورد	جھڑپ
زخار	بہت بھرا ہوا
س	
سوء المزاج	خرابی مزاج
سلخ	جس دن چاند دکھائی دے
سرشت	ذات
سیادت	سرداری
سلالہ	بچہ
سنجاب	ایک جانور جس کی کھال کی پوستین بناتے ہیں

سکنیٰ	رہنے والا
سائس	منتظم
سادہ لوح	نادان۔ بیوقوف
سریر	تخت
سفاہت	بیوقوفی
ساحت	میدان
سیاقت	چلانا۔ رواں کرنا
ستارہ یمانی	سہیل
سنوح	حادثہ پیدا ہونا
ستوہ	عاجز
سخط	ناخوش ہونا۔ غصہ
سرکوب	مورچہ
سان	جائزہ لشکر
سیورغال	مدد معاش
سکنہ	جمع ساکن
سماجت	خوشامد
سطوت	دبدبہ
ش	
شفتالو	آڑو
شقائق	ایک قسم کا لالہ۔ جمع شقیقہ
شرا	خریدنا
شماتت	کسی کے نقصان پر خوش ہونا
شکار قمرغہ	شکارگاہ جہاں بادشاہ ہرن وغیرہ گھیر کر رکھتے ہیں
شعاب	جمع شعب۔ درہ کوہ
شموع۔ جمع شمع	شہامت۔ دلیری

ص

صیت	شہرت
صعود	چڑھنا
صبیہ	بیٹی
صوامع	جمع صومعہ ۔ عبادت خانہ
صوابدید	رائے ۔ مصلحت
صغیر	چھوٹا
صون	حفاظت
صولت	دبدبہ
صلب ۔	سخت
صوت اغانی	گانے والوں کی آواز
صاحبقران	وہ بچہ جسکی ولادت کے وقت زہرہ و مشتری ایک برج میں ہوں
صائبہ	درست
صدد	پیچھے

ض

ضوء ۔ روشنی ۔ ضیق ۔ تنگی + ضبط کردن ۔ انتظام کرنا

ط

طمطراق	کروفر ۔ شان و شوکت
طوبیٰ	جشن
طغرا	خط پیچیدہ جس میں بادشاہ کا نام ہو
طرفۃ العین	چشم زدن ۔ آنکھ مارنا
طرح افگندن	بنیاد ڈالنا
طرق	جمع طریق ۔ راہ

ع

عسرت	تنگی
عملہ	جمع عامل
عیاذاً باللہ	پناہ بخدا
عرض و ناموس	آبرو
عساکر	جمع عسکر ۔ لشکر
عہود	جمع عہد
عصائم حرم	بیگمات شاہی
عون	مدد
عاطل	بیکار
عواطف	جمع عاطفت
عین	آنکھ ۔ سردار چشمہ ۔ خالص سونا
عامی	جاہل
عارف	دانا
عبودیت	بندگی
عمال	جمع عامل
عیادت	بیمار پرسی
علف	گھاس ۔ چارہ
عفائف	جمع عفیفہ ۔ پاکدامن
عورت	ستر
عرصہ	میدان
عمق	گہرائی
عزیمت	ارادہ

غ

غلاظ و شداد	سخت
غنیم	دشمن
غدر	بیوفائی

غراب	کشتی
غازی	جنگ کرنے والا
غریو	شور
غرابت	نیاپن
غرہ	چاند کی پہلی رات

ف

فدیہ	صدقہ کی ہوئی چیز
فترت	سستی
فقدان	گم ہونا
فرسخ	تین میل کا فاصلہ
فواکہ	جمع فاکہ۔ میوے
فتوت	بہادری
فرقدین	دو ستارے قطب شمالی کے نزدیک
فراست	دانائی

ق

قائد۔ رہنما۔ قرین۔ نزدیک۔ قلاوہ۔ طوق۔ قلع۔ اکھاڑنا
قلب۔ فوج کا درمیانی حصہ۔ قلب لشکر۔ قافیہ سنج۔ شاعر۔
قلیل الادراک۔ ناداں۔ قورچی۔ سلاحدار۔ قاہر۔ غالب
قرامطہ۔ جمع قرمطی۔ شیعوں کا ایک فرقہ۔ قہرمان۔ غالب
قاقم۔ ایک جانور جس کی پوستین بناتے ہیں
قاعاً صفصفا۔ زمین فراخ ہموار۔ قراول۔ سپاہی۔ شکاری

ک

کروہ۔ چار ہزار گز کی مسافت۔ کالبد عنصری۔ بدن۔ کافل۔ ضامن
کوکلتاش۔ بادشاہ کا دودھ شریک بھائی۔ کتف۔ کندھا
کمک۔ مدد۔ کل۔ گنجا۔ کم نوال۔ بخشش کا دانک خالی۔ کجیم۔ پاکھر
کنکاش۔ مشورہ۔

گ

گذر۔ راستہ۔ گردباد۔ بگولا۔ گازر۔ دھوبی

ل

لنگری۔ طباق۔ لائح۔ ظاہر۔ لوا۔ جھنڈا۔ لابدیات۔ ضروریات
لجہ۔ بھنور۔ لطائف الحیل۔ پسندیدہ بہانے۔ لآلی۔ جمع لؤلؤ۔ موتی

م

منجر	کھنچا ہوا۔ مراد نتیجہ
مجادلہ	لڑنا
مغنیان	گانے والے
منصہ	تخت۔ اسٹیج۔ چبوترہ
مستشار	جس سے مشورہ کیا جائے
مجرا	جاری ہونا
مشایعت	کسی کے ہمراہ چند قدم جانا
مولع	حریص
مبرات	نیکیاں
مداوا	علاج کرنا
مختار	پسندیدہ
مالیخولیا	جنون
منقلا	ہراول
مستولی	غالب
مبادی	آغاز
مباہی	فخر کرنے والا
منتسبان	متعلقین
ماکولات	کھانے کی چیزیں
مشروبات	پینے کی چیزیں

ماحضر	کھانا جو موجود ہو	عذرات	جمع عذرہ ۔ پردہ نشین
مناشیر	جمع منشور ۔ فرمان	مرور	گزرنا
مطاع	قابل اطاعت	مخدرات استار سلطنت	کنایہ از بیگمات شاہی
معتاد	عادی ہونا	معبر	گزرگاہ
میخک	لونگ	محن	جمع محنت ۔ رنج
ملاعبت	کھیلنا	معاونت	مدد کرنا
مدارا	صلح	مافی الضمیر	جو دل میں ہو
مکنت	قدرت	مقالید	کنجیاں
مصحوب	ہمراہی ۔ ساتھ کیا گیا	ملاحدہ	جمع ملحد ۔ بے دین
معاذیر	بہانے	مختل	خلل پذیر
مجدداً	از سر نو	مخذول	ناکام
مرزبان	حاکم	منکوب	اوندھا ۔ سرنگوں ۔ ذلیل و خوار
مستمال	دلجوئی کیا ہوا	مقادم ۔ آنا ۔ مصلیٰ ۔ جانماز ۔ میل ۔ سلائی سرمہ کی	
مغارہ	غار	مکفوف البصر ۔ اندھا ۔ مناکحت ۔ نکاح کرنا ۔	
مسالک	جمع مسلک ۔ راستہ	مبارز ۔ لڑنیوالا جنگجو ۔ میل در چشم کشیدن ۔ اندھا کر دینا	
مزارع	جمع مزرعہ ۔ کھیت	موفور ۔ زیادہ ۔ منصوب ۔ مقرر ۔ مصمم ۔ پختہ	
معارک	جمع معرکہ	مسقف ۔ چھت پٹی ہوئی ۔ متزلزل ۔ کانپنے والی ۔ لرزنیوالی	
منقح	صاف کیا ہوا	مستظہر ۔ قوی پشت ۔ ماذون ۔ اجازت دیا گیا ۔	
مشاق	جمع مشقت	مواثیق ۔ جمع میثاق ۔ عہد ۔ محاربہ ۔ جنگ	
منشرح	خوش	منہزم ۔ بھاگنے والا ۔ مستبشر ۔ خوشخبری پانے والا	
مہرہ	جمع ماہر	مہب ۔ ہوا چلنے کی جگہ ۔ معمورہ ۔ آبادی	
مقتدا	پیشوا	مہام ۔ جمع مہم ۔ محسوب ۔ شمار کیا ہوا ۔ مصاف ۔ لڑائی	
مدحت	تعریف	منان ۔ احسان کرنیوالا ۔ متحمل ۔ مخصوص ۔ مجاری ۔ راستے	
مرتسم	نقش قبول کرنیوالا ۔ منقش	مترقی ۔ ترقی کرنیوالا ۔ منابر ۔ جمع منبر ۔ مزین ۔ آراستہ ۔ مشیت ازلی ۔ خدا کی مرضی	
مزمنہ	پرانا	مترصدان ۔ جمع مترصد ۔ منتظر ۔ مہندس ۔ علم ہندسہ جاننے والا ۔ انجینیر	

ن

ندما	جمع ندیم - پاس بیٹھنے والا۔
نقش درست نشستن	مراد حاصل ہونا
نصب کردن	قائم کرنا
نواح	جمع ناحیہ - طرف
نوا پرداز	گانے والا
نوئینان	سردار
نقیر و قطمیر	تھوڑا بہت
نشیمن	رہنے کی جگہ
نوہ	پوتا
نژاد	نسل
نعما	جمع نعمت
ناصیہ	پیشانی

و

ودیعت	امانت
وجوہ	جمع وجہ - چہرہ - رقم
وانمودن	ظاہر کرنا
وداد	دوستی
ورود	آنا۔ اترنا
وقوف	جاننا

ہ

ہرزہ درا	بیہودہ بکنے والا

ی

یورش	حملہ۔
یکہ تازان	شہسوار
یکران	اصیل گھوڑا
یارا	طاقت
یواقیت	جمع یاقوت
یساق	تیاری جنگ
یراق	ہتھیار

نوٹ:- سیاحت نامۂ ابراہیم بیگ کا ترجمہ کرتے وقت چند الفاظ تحقیق نہ ہو سکے تھے۔ ایک سال کے بعد پانچ لفظ معلوم ہوئے ہیں۔ ان کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ ان سے میری کاوش اور ذوق علم کا اندازہ ہوگا۔

پاپتی ۔ ننگے پاؤں - پتوا ۔ برہنہ ۔ شینل (بکسر اول) (روسی) اوورکوٹ

سرگلو (بکسر اول و فتح ثانی) (لاطینی) محل - حرم سرا۔

رجیمہ ۔ (فرانسیسی) پرہیزی غذا

رژی ۔ (فرانسیسی) کسی سلطنت کا اشیا کو ٹھیکہ۔

تمت بالخیر

ملنے کا پتا:- **ملک نذیر احمد تاجر کتب مالک تاج بک ڈپو اچھرہ کشمیری بازار لاہور**